کہنے کے تئیں اگرچہ، وہ اب بے نیاز ہے
پر سب نیاز مندوں کا اُس پر ہی نا[ز ہے]
جتنے ہیں بندے سب کا وہ بندہ نواز ہے
جتنی ہے خلق، سب کا وہی کارسا[ز ہے]
غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اٹھائے
مقدور کیا کسی کا، وہی دے وہی دلائے

اہل جہاں ہیں جتنے، تو ان سب کا چھوڑ ہاتھ
نے پاؤں پڑ کسی کے، تو اے دل نہ جوڑ ہا[تھ]
دو ہاتھ والے جتنے ہیں ان سب سے موڑ ہاتھ
اُس سے ہی مانگ جس کے ہیں اب سو کروڑ ہا[تھ]
غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے
مقدور کیا کسی کا، وہی دے وہی دلائے

اُس کے سوا کسی کے کنے گر تو جائے گا
اس آبرو کو اپنی، تو ناحق گنوائے گا
شرمندہ ہو کے یونہیں تو خالی پھر آئے گا
بن حکم اس کے یار تو اک جو نہ پائے گا
غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے
مقدور کیا کسی کا وہی دے وہی دلائے

زر، سیم و لعل و دُر کو تو بارے اُسی سے مانگ
صندوق مال و دھن کے پٹارے اُسی سے مانگ
بیٹا بھی مانگتا ہے تو جا رے اُسی سے مانگ
کوڑی بھی مانگنی ہے تو پیارے اُسی سے مانگ
غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے
مقدور کیا کسی کا وہی دے، وہی دلائے

نعمت[۵۷]، مٹھائی، شیر و شکر، نان اُسی سے مانگ (۴)
کوڑی کی ہلدی، مرچ بھی ہر آن اُسی سے مانگ
کمخواب، تاش، گاڑھا، گزی ہاں اسی سے مانگ
جو تجھ کو چاہیے سو مری جاں اُسی سے مانگ
غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اٹھائے
مقدور کیا کسی کا وہی دے وہی دلائے

گر وہ دلایا چاہے تو دشمن سے لا دلائے
اور وہ جو نہ دے تو دوست بھی پھر اپنا منہ چھپائے
بن حکم اُس کے روٹی کا ٹکڑا نہ ہاتھ آئے
گر چلو پانی مانگو تو ہرگز نہ کوئی پلائے

۵۷۔ جس بند پر یہ نشان (۴) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبد الغفور شہباز سے نقل کئے گئے ہیں۔

غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے
مقدور کیا کسی کا، وہی دے، وہی دلائے

زردار جس کو سمجھا ہے تو سیٹھ، ساہوکار — یہ سب اُسی سے مانگیں ہیں، دن رات بار بار
ہرگز کسی کے سامنے، مت ہاتھ کو پسار — پوری تری اُسی کے دیے سے پڑے گی پار

غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے
مقدور کیا کسی کا، وہی دے، وہی دلائے

زردار مال دار کے، مت پھر تو آس پاس — محتاج ہو کے آپ، وہ بیٹھا ہے جی اُداس
ماں، باپ، یار، دوست، جگر سب سے ہو نراس — ہردم اُسی کریم کی، رکھ اپنے دل میں آس

غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے
مقدور کیا کسی کا، وہی دے، وہی دلائے

عمدہ ہیں جتنے خلق میں، کیا شاہ، کیا وزیر — اللہ ہی ہے غنی، میاں، ہیں اور سب فقیر
کیا گنج و ملک و مال و مکاں، تاج، کیا سریر — جو مانگنا ہے اُس سے ہی مانگو میاں، نظیرؔ

غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے
مقدور کیا کسی کا، وہی دے، وہی دلائے

خوابِ غفلت

جب یار نے اُٹھائی چھڑی، تب خبر ہوئی[۵] — اور دو ہیں اک بدن پہ جڑی تب خبر ہوئی
اُلفت کی آگ دل میں پڑی، تب خبر ہوئی — جب آنکھ اس صنم سے لڑی تب خبر ہوئی
غفلت کی گرد دل سے جھڑی تب خبر ہوئی

جب تک چڑھی جوانی تھی اور بال تھے سیاہ — الفت، کسی سے پیار محبت، کسی سے چاہ
آئی شراب اُس میں بڑھاپے کی خواہ مخواہ — پہلے کے جام میں نہ ہوا کچھ نشہ، تو آہ
دل بر نے دی جب اُس سے کڑی تب خبر ہوئی

---

۵ اس نظم بھر میں شہباز اور فیلن نے "ہوئی" کی جگہ "پڑی" لکھا ہے۔

تھے جب تلک ادھر رہے تو بھی ولولے / اور جب سفید ہو گئے ہوئے برف کے ڈلے

یاروں سے جب تو بولے کہ "لو یار، ہم چلے / لائے تھے ہم تو عمر پٹا، یاں لکھا، وسے

"جب سیاہی پر سفیدی چڑی[عـ۵] تب خبر ہوئی"

[عـ۶] ڈاڑھی کی جب کہ رات گئی اور صبح ہوئی ۴ / تو بھی یہ دل میں خوش تھے کہ مرنا نہیں ابھی

دل پر گھڑا بجا دے تھا گھڑیال عمر کی / سُن سُن تو [شاد] ہوتے تھے پر کچھ خبر نہ تھی

باجی جب آگجر کی گھڑی تب خبر ہوئی

اُس حال پر بھی کچھ نہ ہوئی دید اور شنید / دانتوں پر اس میں آن کے ہل چل پڑی شدید

منشی قضا کا لکھنے لگا، جنس کی رسید / ڈاڑھیں لگیں اکھڑنے کو دنداں ہوئے شہید

مجلس میں چل بچل یہ پڑی، تب خبر ہوئی

اُس پوپلے ہی منہ سے لگے کرتے پھر نباہ / کانوں کے اس میں آن کے پردے ہوئے تباہ

گردن پھر اس میں ہل گئی کم ہو گئی نگاہ / بن دانت بھی ہنسی یہ جب آنکھیں چلیں تو آہ

جب لاگی آنسوؤں کی جھڑی، تب خبر ہوئی

ڈھاتے تھے دال مزور، تو تن کی محل سرا / یہ گھر بنا رہے تھے دوالیں اُٹھا اُٹھا

اُس میں قضا کا راج، جو کوٹھے پہ آ چڑھا / شہتیر سادہ قد تھا، سو خم ہو کے جھک گیا

گرنے لگی کڑی پہ کڑی تب خبر ہوئی

کُبڑے ہوئے تو جب بھی نہ سمجھے یہ ہوشیار ۴ / یعنی کہ اب تو باندھیے گھوڑے پہ بوجھ بار

پھر اس میں آ کے سر نے لیا پاؤں پر قرار / چوگان سے کمر کے بنا سر کی گیند، مار

کھیلا جب آ کے گیند نڑی تب خبر ہوئی

یہ تو لگائے بیٹھے تھے اپنی بڑی دکان ۴ / تھے غرق لین دین میں اور کچھ نہ تھا دھیان

لیکھا جب اس میں عمر کا ڈیوڑھا ہوا[عـ۷] جب آن / کُبّا جو لنڈھ چلا نہ ہوا تب بھی کچھ گیان

عـ۵ چڑی = چڑھی ۔ جھمکے ہے ترے ماتھے پہ جھومر کا بڑا چاند / لا بوسہ، چڑھے چاند کا وعدہ تھا چڑا چاند (ذوق)

عـ۶ جن بندوں کے سامنے یہ نشان (۴) ہے وہ کلیاتِ نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کیے گئے ہیں

عـ۷ ـ اب۔

جب لُٹ گئی دھڑی کی دھڑی تب خبر ہوئی

بستر پہ جب تو آن پڑے لوٹ کر نڈھال — اُٹھنے دے کون ہے، آہ! جو کروٹ ہوئی محال
ہونے لگی فرشتوں سے نظروں میں قیل و قال — جی غش میں ڈوبا تو بھی نہ تھا کوچ کا خیال

جب سانس آ گلے میں اڑی تب خبر ہوئی

چھاتی پہ چڑھ قضا نے لیا جب گلے کو گھونٹ — پانی کا پھر تو آہ نہ اُترا گلے سے گھونٹ
اکھڑی بدن سے جان گئی رگ رگ سے چھوٹ چھوٹ — نیچا دکھایا شیر نے تو بھی یہ سمجھے جھوٹ

جب چاب لی گلے کی نرڑی تب خبر ہوئی

کاندھے پہ رکھ کے پالکی جب لے چلے کہار — اور غل مچا کے بولے کہ جلدی سے ہو سوار
اس میں نہا کے آپ بھی جلدی ہوئے تیار — کپڑے بدل کے عطر لگا، پہن پھول، ہار

نکلی سواری دھوم پڑی تب خبر ہوئی

جب پالکی میں چڑھ کے چلا آپ کا بدن — کلمہ نقیب پڑھتے چلے ساتھ کر پھبن
تو بھی یہ کہتے تھے کہ ہوا کون بے وطن؟ — جب آئے اُس گڑھے میں نظیر اور ہزار من

اوپر سے آ کے خاک پڑی تب خبر ہوئی

تنبیہ الغافلین

جہاں ہے جب تلک یاں سیکڑوں شادی و غم ہوں گے — ہزاروں عاشق جاں باز اور لاکھوں صنم ہوں گے
کنار و بوس اور عیش و طرب بھی دم بہ دم ہوں گے — مگر جتنے یہ اپنی صف کے ہیں، یہ سب عدم ہوں گے

نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

تمہارا اب ہے جتنا حسن کا عالم غنیمت ہے — اگر ہے عیش تو بہتر ہے گر ہے غم غنیمت ہے
ہمارا دیکھنا اور عاشقی کا غم غنیمت ہے — بھروسا کچھ نہیں دم کا، عزیزو دم غنیمت ہے

نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

چمن میں چل کے بیٹھو، اور صراحی جام منگواؤ
پیو بھر بھر کے ساغر تم بھی اور ہم کو بھی پلواؤ
گلے لپٹو ہمارے اور ہمیں ہنس ہنس کے بوسے دو
اجل کا فکر کھڑی ہے سر پہ لے دل دار سنتے ہو
نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

ہماری چشم ہے گی اور تمھارے عارضِ گلگوں
غرض تم وقت کے لیلیٰ ہو پیاری اور ہم مجنوں
گھڑی بھر کے لیے ہم پاس کر لو عیشِ بوقلموں
کسی کے کہنے سننے پر نہ جاؤ، دیکھو، کہتا ہوں
نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

اچھل لو کود لو، جب تک یہ زور رلیوں میں
غنیمت ہے وہی دم اب جو گزرے رنگ رلیوں میں
ہمیں لو ساتھ اور سیریں کرو پھولوں کی کلیوں میں
بھرے گی پھر تو آخر تن کی اڑتی خاک گلیوں میں
نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

۵؎ اگر سینہ ہمارا تم نے چکی کی طرح رایا (۳)
تو اب جلدی گلے مل کر، لگا دو عیش کا پھاہا
موئے پر کس نے پوچھا دل برو اور کس نے پھر چاہا
ہمیں تو رونا آتا ہے، یہی کہہ کر، اہا ہا ہا!
نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

جو آگے عاشق و معشوق تھے سب مل گئے گل میں
اجل کی تیغ سے دونوں کے ٹکڑے اڑ گئے تل میں
نہ قاتل میں رہا جی اور نہ اس قاتل کے بسمل میں
تو بس اے دل برو تم بھی یہی اب جان لو دل میں
نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

اگر تم نے ہمارے دل کو دکھ دے دے کے ترسایا
غلط فہمی تمھاری یا کہ جس نے تم کو سکھلایا

۵؎ جن بندوں کے سامنے یہ نشان (۳) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کئے گئے ہیں۔

گیا جب وقت، کافر ہاتھ سے پھر ہاتھ کب آیا   غرض ہم نے تو اب بھی اور تمھیں آگے بھی سمجھایا

نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

ہمارے اور تمھارے حق میں اب تو ہے یہی بہتر   کہ دیکھیں چاندنی اور سیر دریا کی کریں جا کر
کبھی لپٹیں گلے سے اور کبھی مَے کے پئیں ساغر   یہی کہنے کو رہ جاوے گا آخر اے مرے دلبر

نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

اگر برسات ہو، یا ابر ہو، یا مینہ برستا ہو   پہن پوشاک رنگیں اور ہمارے ڈر میں آ بیٹھو
ادا و ناز و غمزے، چونچلے[1] کرنے ہوں سو کر لو   فلک کب چین دیتا ہے مری جاں پھر تو آخر کو

نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

اُدھر واں حُسن کی مستی، اِدھر یاں عشق کی ری ہے   چمن ہے، ابر ہے، ساقی صراحی، جام اور مَے ہے
جو کرنا ہو سو کر لو، اس گھڑی سب عیش کی شے ہے   غضب ہے، قہر ہے، جب جی نکل جاوے گا پھر اے ہے!

نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے، نہ ہم ہوں گے

ابھی الفتیں بڑھتی ہیں اور واں ناز کی گھاتیں   غنیمت ہیں طمانچے پیار کے، اور چاہ کی لاتیں
جب آنکھیں مند گئیں، سب ہو چکیں جیوں وصال اشاراتیں   کہاں پھر دن مزے کے اور کہاں یہ عیش کی راتیں

نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

ہمیں ہے بے قراری اور تمھیں ہر دم طرح داری   غنیمت ہے ہماری اور تمھاری گرم بازاری
نظیر اب کیا کہے آگے غرض آخر بہ ناچاری[2]   کہاں پھر ہم کہاں پھر تم کہاں اُلفت کہاں یاری
نہ یہ چہلیں یہ دھومیں نہ یہ چرچے بہم ہوں گے   میاں اک دن وہ آوے گا نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

---

[1] چونچلے۔ [2] ۔ بہ لاچاری۔

خدا کی دی ہوئی نعمتیں

یہ نعمتیں عیاں ہیں جو عالم کے واسطے — ہیں گی یہ سب میاں اسی آدم کے واسطے
کچھ تن کے واسطے ہیں، کچھ اشکم کے واسطے — ہیں بیش بیش کے لیے، کم کم کے واسطے

سب خوبیاں بنی ہیں، یہ آدم کے واسطے
اور دم بنا ہے آہ، فقط غم کے واسطے

محبوب گل عذار، پری زاد، سرخ فام — مطرب، شراب، ساقی و مینا، صراحی، جام
ناز و ادا و چوچلے، دولت کی دھوم دھام — ہستی، نشاط و عشرت و عیش و طرب مدام

سب خوبیاں بنی ہیں، یہ آدم کے واسطے
اور دم بنا ہے آہ، فقط غم کے واسطے

اسباب عشرتوں کے ہیں جتنے جہاں تہاں — گل دان، پان دان، عطر دان، زر فشاں
حقے بھرے چلمتے ہیں اور نیچے بیچواں — مشک و گلاب، عطر و چمن، باغ و بوستاں

سب خوبیاں بنی ہیں، یہ آدم کے واسطے
اور دم بنا ہے آہ، فقط غم کے واسطے

جتنے جواہرات ہیں، سرخ و سفید و لال — یاقوت، لعل یمنی و نیلم فلک مثال
فیروزہ، مونگا، موتی و پکھراج خوش خصال — زر، سیم، فوج، حشمت و املاک، گنج و مال

سب خوبیاں بنی ہیں، یہ آدم کے واسطے
اور دم بنا ہے آہ، فقط غم کے واسطے

میوے ہیں جتنے خشک و تر اس باغ میں لگے — بادام، پستے، داکھ، چھوہارے و کھوپرے
خربوزے، آم، جامن و لیموں، چکوترے — نارنگی و انار بہی، کیلے و سنگترے
سب خوبیاں بنی ہیں، یہ آدم کے واسطے — اور دم بنا ہے آہ، فقط غم کے واسطے

زا۔ کوپرے۔

دنیا میں جتنے لوگ ہیں، کیا شاہ، کیا فقیر — سب سُکھ میں ہیں، پر ایک نہ اِک دُکھ میں ہے اسیر
کیا عشرتیں بہار کی، کیا عیش دل پذیر — جن جن کا تم نے نام لیا اب میاں نظیر

سب خوبیاں بنی ہیں، یہ آدم کے واسطے
اور دم بنا ہے آہ، فقط غم کے واسطے

فنا

انسان نرا خاک کا پتلا ہے۔ آخر خاک ہی میں اس کو مل جانا ہے

دنیا میں کوئی شاد، کوئی دردناک ہے — یا خوش ہے، یا الم کے سبب سینہ چاک ہے
ہر ایک دم سے جان کا، ہر دم تپاک ہے — ناپاک، تن پلید، نجس، یا کہ پاک ہے

جو خاک سے بنا ہے، وہ آخر کو خاک ہے

ہر آدمی کی ذات کا اس جا بڑا ظہور — لے عرش تا بہ فرش، چمکتا ہے جس کا نور
گذرے ہے اُن کی قبر پہ جب وحش اُور طیور — رو رو یہی کہے ہے، ہر اک قبر کے حضور

جو خاک سے بنا ہے، وہ آخر کو خاک ہے

دنیا سے جب کہ انبیا اور اولیا اُٹھے — اجسام پاک اُن کے اِسی خاک میں رہے
روحیں ہیں خوب جان میں روحوں سے ہیں ہرے — پر جسم سے تو اب یہی ثابت ہوا مجھے

جو خاک سے بنا ہے، وہ آخر کو خاک ہے

وہ شخص تھے جو سات ولایت کے بادشاہ — حشمت میں جن کی عرش سے اونچی تھی بارگاہ
مرتے ہی اُن کے تن ہوئے گلیوں کی خاک راہ — اب اُن کے حال کی بھی یہی بات ہے گواہ

جو خاک سے بنا ہے، وہ آخر کو خاک ہے

کس کس طرح کے ہوگئے محبوب کج کلاہ — تن جن کے مثل پھول تھے اور منہ بھی رشک ماہ
جاتی ہے اُن کی قبر پہ جس دم مری نگاہ — روتا ہوں جب تو میں یہی کہہ کہہ کے دل میں آہ

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے

وہ گورے گورے تن کہ جنھوں کی تھی دل میں جا — ہوتے تھے میلے، ان کے کوئی ہاتھ گر لگا
سو ویسے تن کو خاک، بنا کر ہوا اُڑا — رونا مجھے تو آتا ہے اب کیا کہوں میں ہا

جو خاک سے بنا ہے، وہ آخر کو خاک ہے

عدوں کے تن کو تابے کے صندوق میں دھرا — مفلس کا تن پڑا رہا، ماٹی اُپر پڑا
قائم یہاں یہ اور، نہ ثابت وہ واں رہا — دونوں کو خاک کھا گئی، یارو، کہوں میں کیا

جو خاک سے بنا ہے، وہ آخر کو خاک ہے

گر ایک کو ہزار، روپے کا ملا کفن — اور ایک یوں پڑا رہا بے کس، برہنہ تن
کیڑے مکوڑے کھا گئے دونوں کے تن بدن — دیکھا جو ہم نے آہ، تو سچ ہے یہی سخن

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے

جتنے جہاں میں ناج ہیں کنگنی سے تا گیہوں — اور جتنے میوجات ہیں، تر، خشک، گوناگوں
کپڑے جہاں تلک ہیں، سپید و سیہ نموں — کمخواب، تاش، بادلہ، کس کس کا نام لوں

جو خاک سے بنا ہے، وہ آخر کو خاک ہے

جتنے درخت دیکھو ہو، بوٹے سے تا بہ جھاڑ — بڑ، پیپل، آنب، نیب، چھوارا، کھجور، تاڑ
سب خاک ہوں گے جب کہ فنا ڈالے گی اُکھاڑ — کیا بوٹے ڈیڑھ پات کے، کیا جھاڑ، کیا پہاڑ

جو خاک سے بنا ہے، وہ آخر کو خاک ہے

جتنا یہ خاک کا ہے طلسمات بن رہا — پھر خاک اس کو ہونا ہے یارو، جدا، جدا
ترکاری، ساگ، پات، زہر، امرت اور دوا — زر، سیم، کوڑی، لعل، زمرد اور اُن سوا

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے

گڑھ، کوٹ، توپ، رہکلہ، تیغ و کمان و تیر — باغ و چمن، محل و مکانات دل پذیر
ہونا ہے سب کو آہ، اسی خاک میں خمیر — میری زباں پہ اب تو یہی بات ہے، نظیر

جو خاک سے بنا ہے، وہ آخر کو خاک ہے

فنا

موت کے آگے علم و فضل سب ہیچ ہے

پڑھ علم کئی اس دنیا میں، گر کامل ذی ادراک ہوئے   اور لاد کتابیں اونٹوں پر، ہر معنی کے درّاک ہوئے
معقول پڑھے، منقول پڑھے، ہر منطق میں چالاک ہوئے   یاں جتنے علم کے دریا ہیں، اُن دریا کے پیراک ہوئے

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصّے قضیے پاک ہوئے

رمّال، نجومی، جفری ہو، یا غیبوں کے احکام کہے ٥ؔ   کُل تارے چھان لیے سارے، اور پھینکے تختوں پر قرعے
منہ دیکھ اجل کی شکلوں کا، سب داخل خارج بھول گئے   نہ رمل جفر کچھ پیش گئے، نہ تختے قرعے کام آئے

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصّے قضیے پاک ہوئے

مشہور حکیم اور بید ہوئے، یاں پڑھ کر علم طبابت کا   دالان کتابوں سے روکا، اور نسخوں سے صندوق بھرا
جب موت مرض نے آن لیا، سب بھولے نبض اور قارورا   گو نسخے لاکھ مجرب تھے، پر کام نہ آیا اِک نسخا

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصّے قضیے پاک ہوئے

لے ہاتھ قلم اور باندھ سپر، گر ہوئے سپاہی متصدّی   دن رات لڑے گر ٹھ کاغذ سے، شمشیر کھنچی اور قلم چلی
جب کلک قضا نے حرف لکھے، اور سیف اجل کی آ چمکی   یاں دفتر طبلک ڈوب گئے، واں تیغ سپر بھی ہٹ پڑی

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصّے قضیے پاک ہوئے

یا کوٹھی کر کر بیٹھ ہوئے، یا زاہد تا مقدور ہوئے   لکھ ڈالیں بہیاں لاکھوں کی، بو ڈالی دھرتی بُرے بھلے

٥ؔ - جن بندوں کے سامنے یہ نشان (٥ؔ) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کئے گئے ہیں۔

جب ہنڈی آئی مالک کی، اور آگرم کی بھیج لگے
یاں کوٹھی کوٹھے بیٹھ گئے، واں کھیتی باڑی کھیت رہے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصے قضیے پاک ہوئے

یا مست شرابی رند ہوئے، یا زاہد نا مقدور ہوئے
یا پی پی کر دل شاد ہوئے، یا چلّوں میں مسرور ہوئے
جب عمر کے پیالے دونوں کے آ ساعت پر معمور ہوئے
یاں جبّہ تسبیح دور ہوئے، واں ساغر شیشہ چور ہوئے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصے قضیے پاک ہوئے

اس دنیا کے دھن دولت میں گر شاہ سلیمان جاہ چلے
یا ٹھہرے میر وزیر اعظم، یا راجہ بن کر آہ چلے
منہ دیکھ اجل کے لشکر کا تب لے کر گھر کی راہ چلے
نے ہاتھی گھوڑے سنگ گئے، نے تخت چھتر ہمراہ چلے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصے قضیے پاک ہوئے

سب چھوڑ فقیر آزاد ہوئے، یا دنیا داری لوٹ گئے
یا شال دوشالے اوڑھ پھرے، یا اجلے پیوند گوٹ گئے
سنگ اور قضا کے سونٹے سے سر دونوں کے جب پھوٹ گئے
یاں سیلی تاگے ٹوٹ گئے، واں جامے تن کے چھوٹ گئے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصے قضیے پاک ہوئے

یا حاکم یا محکوم ہوئے، یا قائل یا معقول ہوئے
یا خادم یا مخدوم ہوئے، یا جاہل یا مجہول ہوئے
زردار ہوئے، سردار ہوئے، مردود ہوئے مقبول ہوئے
کچھ اور نہ دیکھا آخر کو، سب انت اسی میں دھول ہوئے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصے قضیے پاک ہوئے

کر ہیر بخیلی زہر ہوئے، یا بخشش میں تریاک ہوئے
یا نخل ہوئے پر میووں کے، یا خالی پاتوں ڈھاک ہوئے
یا عمر گذاری عشرت میں، یا سو غم سے غمناک ہوئے
پھل پھول بھی کھائے گلشن کے، یا گلیوں کی خاشاک ہوئے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصے قضیے پاک ہوئے

حکاک، مصوّر، زرگر تھے، یا ہاتھ تبر اور تیشے تھے
یا پھیری سے دوکان بسی، یا جنگل جنگل بیٹھے تھے
جو علم و ہنر سیکھے تھے اور جتنے اپنے پیشے تھے
بس اور نظیرؔ اب کیا کہیے، سب ناحق کے اندیشے تھے
سب جتنے جی کے جھگڑے میں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب جُٹ سے آ کر کام پڑا، سب قصّے قضیے پاک ہوئے

کوڑی

کوڑی ہے جن کے پاس، وہ اہلِ یقین ہیں
کھانے کو اُن کے نعمتیں، سو بہترین ہیں
کپڑے بھی اُن کے تن میں، نہایت مہین ہیں
سمجھیں ہیں اس کو وہ، جو بڑے نکتہ چین ہیں
کوڑی کے سب جہان میں، نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

کوڑی بغیر سوتے تھے خالی زمین پر
کوڑی ہوئی تو رہنے لگے شہ نشین پر
پٹکے سُنہرے بندھ گئے جاموں کی چین پر
موتی کے گچھے لگ گئے گھوڑوں کی زین پر
کوڑی کے سب جہان میں، نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

کوڑی ہی چاہتی ہے سدا بادشاہ کو
کوڑی ہی تھام لیتی ہے فوج و سپاہ کو
لے کر چھڑی رومال گدا بھی نباہ کو
پھرتا ہے ہر دکان پہ کوڑی کی چاہ کو
کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

کوڑی نہ ہو تو پھر یہ جھمیلا کہاں سے ہو
رتھ خانہ فیل خانہ طویلا کہاں سے ہو
منڈوا کے سر فقیر کا چیلا کہاں سے ہو
کوڑی نہ ہو تو سائیں کا میلا کہاں سے ہو
کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

ڑا۔ منگل۔

کاندھے پہ تیغ دھرتے ہیں کوڑی کے واسطے
آپس میں خون کرتے ہیں کوڑی کے واسطے
یاں تک تو لوگ مرتے ہیں کوڑی کے واسطے
جو جان دے گزرتے ہیں کوڑی کے واسطے

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

گالی و مار کھاتے ہیں کوڑی کے واسطے
شرم و حیا اُٹھاتے ہیں کوڑی کے واسطے
سَو ملک چھان آتے ہیں کوڑی کے واسطے
مسجد کو دم میں ڈھاتے ہیں کوڑی کے واسطے

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

بن کوڑی خوردیے کے برابر بھی پت نہ تھی
کوڑی جب آئی پاس تو بن بیٹھے سیٹھ جی
آگے گماشتوں کے کھلی ہر طرف بہی
پھر وہ جو کچھ کہے تو وہی بات ہو سہی

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

بن کوڑی تھیں جو تیل کی یا سی منگوڑیاں
کوڑی ہوئی تو چھٹنے لگیں لمبی چوڑیاں
یوں خلق دوڑی مکھیاں جوں گڑ پہ دوڑیاں
خالق نے کیا ہی چیز بنائی ہیں کوڑیاں

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

خاصے محل اُٹھاتے ہیں کوڑی کے زور سے
پکے کنوئیں کھداتے ہیں کوڑی کے زور سے
پُل اور سرا بناتے ہیں کوڑی کے زور سے
باغ و چمن لگاتے ہیں کوڑی کے زور سے

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

لے مفلس اور فقیر سے تا شاہ اور وزیر
کوڑی وہ دل ربا ہے کہ ہر سب کے دل پذیر
دیتے ہیں جان کوڑی پہ طفل و جوان و پیر
کوڑی عجب ہی چیز ہے میں کیا کہوں نظیرؔ

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں

پیسا (۱)

نقش یاں جس کے، میاں، ہاتھ لگا پیسے کا — اُس نے تیّار ہر اک ٹھاٹھ کیا پیسے کا
گھر بھی پاکیزہ عمارت سے بنا پیسے کا — کھانا آرام سے کھانے کو ملا پیسے کا
کپڑا تن کا بھی ملا زیب فزا پیسے کا

جب ہوا پیسے کا، اے دوستو آکر سنجوگ — عشرتیں پاس ہوئیں دور ہوئے مَن کے روگ
کھائے جب مال پوے، دودھ، دہی، موہن بھوگ — دل کو آنند ہوئے بھاگ گئے روگ اور دھوگ
ایسی خوبی ہے جہاں آنا ہوا پیسے کا

ساتھ اک دوست کے اک دن جو میں گلشن میں گیا — واں کے سرو و سمن و لالہ و گل کو دیکھا
پوچھا اُس سے کہ "یہ ہر باغ بتاؤ کس کا" — اُس نے تب گل کی طرح ہنس دیا اور مجھ سے کہا
"مہرباں مجھ سے یہ تم پوچھو ہو کیا، پیسے کا"

"یہ تو کیا اور جو ہیں اس سے بڑے باغ و چمن — ہیں کھلے کیاریوں میں نرگس و نسرین و سمن
حوض، فوارے ہیں، بنگلوں میں بھی پردے چلون — جابجا قمری و بلبل کی صدا شور افگن
واں بھی دیکھا تو فقط گل ہے کھلا پیسے کا

واں کوئی آیا لیے ایک مرصع پنجرا — لال دستار و دوپٹا بھی ہرا جوں طوطا
اُس میں اک بیٹھی وہ مینا کہ ہو بلبل بھی فدا — میں نے پوچھا "یہ تمھارا ہے" رہا وہ چپکا
نکلی منقار سے مینا کے صدا، "پیسے کا"

واں سے نکلا تو مکان اک نظر آیا ایسا — در و دیوار وں سے چمکے تھا پڑا آب طلا
سیم، چونے کی جگہ اس کی تھا اینٹوں میں لگا — واہ وا کر کے کہا میں نے "یہ ہوگا کس کا؟"
عقل نے جب مجھے چپکے سے کہا، "پیسے کا"

روٹھا عاشق سے جو معشوق کوئی ہٹ کا بھرا — اور وہ منّت سے کسی طور نہیں ہے منتا

۱۔ بھول۔

خوبیاں پیسے کی اے یارو کہوں میں کیا کیا
دل اگر سنگ سے بھی اُس کا زیادہ تھا کڑا
موم سا ہو گیا جب نام سُنا پیسے کا

جس گھڑی ہوتی ہے اے دوستو پیسے کی نمود
ہر طرح ہوتی ہے خوش وقتی و خوبی بہبود
خوش دلی، تازگی، اور خرّمی کرتی ہے درود
جو خوشی چاہیے ہوتی ہے وہیں آموجود
دیکھا، یارو، تو یہ ہے عیش و مزا پیسے کا

پیسے والے نے اگر بیٹھ کے لوگوں میں کہا
جیسا چاہوں تو مکاں ویسا ہی ابھی بنوا
حرفِ تکرار کسی کی جو زباں پر آیا
اُس نے بنوا کے دیا جلدی سے ویسا ہی دکھا
اُس کا یہ کام ہے اے دوستو، یا پیسے کا

ناچ اور راگ کی بھی خوب سی تیاری ہے
حُسن ہے ناز ہے خوبی ہے، طرح داری ہے
ربط ہے، پیار ہے، اور دوستی ہے، یاری ہے
غور سے دیکھا تو سب عیش کی بسیاری ہے
روپ جس وقت ہوا جلوہ نما پیسے کا

دام میں دام کے، یارو، جو مرا دل ہے اسیر
اس لیے ہوتی ہے یہ میری زباں سے تقریر
جی میں خوش رہتا ہے اور دل بھی بہت عیش پذیر
جس قدر ہو سکا میں نے کیا تحریر نظیرؔ
وصف آگے میں لکھوں تا بہ کجا پیسے کا

پیسا (۲)

پیسے ہی کا امیر کے دل میں خیال ہے
پیسے ہی کا فقیر بھی کرتا سوال ہے
پیسا ہی فوج پیسا ہی جاہ و جلال ہے
پیسے ہی کا تمام یہ دنگ و دوال ہے
پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

پیسے کے ڈھیر ہونے سے سب سیٹھ ساٹھ ہیں
پیسے کے زور و شور ہیں پیسے کے ٹھاٹھ ہیں
پیسے کے کوٹھے کوٹھیاں چھ سات، آٹھ ہیں
پیسا نہ ہو تو پیسے کے پھر ساٹھ ساٹھ ہیں

پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

پیسے سے اونٹ لاکھ اشرفی کو سستا ہے ۲ پیسا نہ ہو تو ہاتھی بھی دمڑی کا دستا ہے
لاوے ہے اونٹ کو کوئی ہاتھی کو گستا ہے ہر وقت جس کے سامنے پیسا برستا ہے

پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

پیسے بغیر مٹی کے اُس سے ڈلے بھلے ۲ پیسا جو ہووے پاس تو کندن کے ہیں ڈلے
پیسا نہ ہو تو کوڑی کو موتی کوئی نہ لے پیسے سے ہیں لاکھ کی اک لعل دے کے لے

پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

سیر و طرب کے عیش و مزے گھر سے گھر میں ۲ پیسے سے چہرے تاش کے طرّے سنہرے ہیں
ہر دم بسنت، ہولی، دوالی، دسہرے ہیں ہر لحظہ ماہ عید نما شکل و چہرے ہیں

پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

کھانے کو پوری اور پوے پھر کہاں سے ہوں پیسا نہ ہو تو باغ کنوئیں پھر کہاں سے ہوں
حلوا کچوری مال پوئے پھر کہاں سے ہوں عیش و طرب کے نئی دوے پھر کہاں سے ہوں

پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

پیسا نہ ہو تو مکڑی کے جالے سے خوف کھائے ۲ پیسا جو ہو تو دیو کی گردن کو باندھ لائے
بن پیسے ساہوکار بھی ایک چور سا دکھائے پیسے سے لالہ، بھیا جی اور چودھری کہائے

پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

گر زر ہے تو سیر بھی گلشن کے بیچ ہے ۲ چہرہ بھی لعل و زر کے درپن کے بیچ ہے

پوری بھگت بھی پیسے کی سُمرن کے بیچ ہی　　درشن بھی خوب روپ کا سب دھن کے بیچ ہی

پیسا ہی رنگ روپ ہی پیسا ہی مال ہی
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہی

جوڑے چمن بہار ہیں پیسے کے واسطے　　گہنے مرصّع کار ہیں پیسے کے واسطے
خوشبو کے پھول ہار ہیں پیسے کے واسطے　　سب نقش اور نگار ہیں پیسے کے واسطے

پیسا ہی رنگ روپ ہی پیسا ہی مال ہی
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہی

رونق بہار ہوتی ہی پیسے سے سب حصول　　اور جو نہ ہووے چہرے پہ اُڑتی ہی خاک دھول
پیسا ہی ساری چیز ہی پیسا ہی مردمول[2]　　بے پیسے آدمی ہی جہاں بیچ ناقبول[3]

پیسا ہی رنگ روپ ہی پیسا ہی مال ہی
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہی

پیسے سے موٹی چوٹی کا عزّ و وقار ہی　　پیسے سے اعتبار[1] ہی اور افتخار ہی
پیسے میں گر غمی ہو تو وہ بھی بہار ہی　　پیسے بغیر شادی بھی ہووے تو خوار ہی

پیسا ہی رنگ روپ ہی پیسا ہی مال ہی
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہی

پیسا ہی جس[4] دلاتا ہی انسان کی بات کو　　پیسا ہی زیب دیتا ہی بیاہ اور برات کو
بھائی سگا بھی آن کے پوچھے نہ بات کو　　بن پیسے یار دولہا بنے آدھی رات کو

پیسا ہی رنگ روپ ہی پیسا ہی مال ہی
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہی

پیسے نے جس مکاں میں بچھایا ہی اپنا جال　　پھنستے ہیں اُس مکان میں فرشتوں کے پر و بال
پیسے کے آگے کیا ہیں یہ محبوب خوش جمال　　پیسا پری کو لائے پرستان سے نکال

پیسا ہی رنگ روپ ہی پیسا ہی مال ہی　　پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہی

نمبر ۱۔ اعتبار ہی۔ نمبر ۲۔ سود مول۔ چیز مول۔ خدا رسول نمبر ۳۔ باقبول۔ نمبر ۴۔ لبس بنانا۔

تیغ و سپر اٹھاتے ہیں پیسے کے واسطے[ن۱] | تیر و سناں لگاتے ہیں پیسے کے واسطے[ن۲]
میداں میں زخم کھاتے ہیں پیسے کے واسطے | یاں تک کہ سر کٹاتے ہیں پیسے کے واسطے

پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

عالم میں خیر کرتے ہیں پیسے کے زور سے | بنیادِ دَیر کرتے ہیں پیسے کے زور سے
دوزخ میں[ن۳] فیر کرتے ہیں پیسے کے زور سے | جنت کی سیر کرتے ہیں پیسے کے زور سے

پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

دنیا[ن۴] میں دین دار کہانا بھی نام ہے * | پیسا جہاں کے بیچ وہ قائم مقام ہے
پیسا ہی جسم و جان ہے پیسا ہی کام ہے | پیسے ہی کا، نظیر، یہ آدم غلام ہے

پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

روپیہ

نقشا ہے عیاں سو طرب رقص کی زر کا | ہے ربط بہم طبلہ و سارنگی و دف کا
جھنکار مجیروں کی ہے اور شور ہے لے کا | مینا کی جھلک جام ادھر چھلکے ہے مے کا

جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہے روپے کا

ہر آن جہاں روپ روپے کے ہیں جھلکتے | کیا کیا زر و زیور کے وہاں رنگ ڈلکتے[ن۵]
موتی بھی جھلکتے ہیں جواہر بھی چمکتے | سب ٹھاٹھ اسی جھلک سے دیکھے ہیں چھلکتے
جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا | دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہے روپے کا

---

* یہ بند کلیاتِ شہباز کا نہیں ہے

ن۱ - چاٹ پر - ن۲ - چاٹ پہ - ن۳ - سے طیر - ن۴ - دین دار اس سے دہر میں کہلاتا نام ہو - ن۵ - ڈلکتے

بن ٹھن کے ہر اک بزم میں آتے ہیں اسی سے
میلوں میں تماشوں میں بھی جاتے ہیں اسی سے
شیرینیاں میوے بھی منگاتے ہیں اسی سے
کھاتے ہیں اوروں کو کھلاتے ہیں اسی سے
جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہے روپے کا

پوشاک جھمکدار بناتے ہیں اسی سے
حشمت کے تجمل کا ربناتے ہیں اسی سے
محلات نمودار بناتے ہیں اسی سے
باغات چمن زار بناتے ہیں اسی سے
جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہے روپے کا

اس روپ سے ہے حسن فسوں کار مہیا
اس روپ سے فرحت کے ہیں آثار مہیا
گجرے سے لگا طرۂ زرتار مہیا
کیا موتیا ہے موتیوں کے ہار مہیا
جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہے روپے کا

اس روپ سے گرمی کے بھی سامان عیاں ہیں
خس خانے ہیں چھڑکے ہوئے اور عطر فشاں ہیں
دن کو بھی جدھر دیکھیے ٹھنڈک کے نشاں ہیں
اور شب کے بھی سونے کو ہوادار مکاں ہیں
جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہے روپے کا

اس روپ سے بارش کی بھی چیزیں ہیں میسر
رنگا چھتر یاں بارانیاں اور موم کی چادر
باہر بھی وہ دیکھیں ہیں بہاروں کو نظر بھر
گھر میں بھی خوشی بیٹھے ہیں سامان بنا کر
جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہے روپے کا

یہ روپ جہاں میں کوئی واں دل نہیں میلا
اُجلے ہیں بچھے فرش نہیں کچھ بھی کچیلا

---

[۱] یعنی روپئے سے۔

[۲] ۔ چمن کار۔

دیکھو جدھر، اسباب ہو خوش وقتی کا پھیلا ۔ بھرتا ہو اُسی تھیلی سے ہر جنس کا تھیلا
جھمکا نظر آتا ہو ہر اک عیش کی شے کا
دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہو روپے کا

ظاہر میں تو اے دوستو، راحت ہو اسی سے ۔ ہر آن دل و جاں کو مسرت ہو اسی سے
ہر بات کی خوبی و فراغت ہو اسی سے ۔ عالم میں نظیرؔ، عشرت و فرحت ہو اسی سے
جھمکا نظر آتا ہو ہر اک عیش کی شے کا
دنیا میں عجب روپ جھلکتا ہو روپے کا

زر

دنیا میں کون ہو جو نہیں مبتلائے زر ۔ جتنے ہیں سب کے دل میں بھری ہو ہوائے زر
آنکھوں میں، دل میں، جان میں، سینے میں جائے زر ۔ ہم کو بھی کچھ تلاش نہیں اب سوائے زر
جو ہی سو ہو رہا ہو سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہو دن رات، ہائے زر

کتنے تو زر کو نقشِ طلسمات کہتے ہیں ۔ اور کتنے زر کو کشف و کرامات کہتے ہیں
کتنے خدا کی عینِ عنایات کہتے ہیں ۔ کتنے اسی کو قاضی الحاجات کہتے ہیں
جو ہی سو ہو رہا ہو سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہو دن رات ہائے زر

یہ پانی اب جو زیست کی سب کی نشانی ہو ۔ زر کی جھلک کو دیکھ کے اب یہ بھی پانی ہو
یارو ہماری جس کے سبب زندگانی ہو ۔ یہ پانی یہ نہیں ہو وہ سونے کا پانی ہو
جو ہی سو ہو رہا ہو سدا مبتلائے زر ۔ ہر اک یہی پکارے ہو دن رات، ہائے زر

× یہ بند کلیاتِ شہباز میں نہیں ہو۔

۵۰ جن بندوں کے سامنے یہ نشان (۵) ہو وہ کلیاتِ نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کئے گئے ہیں۔

(۱) نہیں ہو۔ (۲) حاجات۔

آبِ طلا کی بوند بھی اب جس کے ہاتھ ہو   وہ بوند کیا ہو چشمۂ آبِ حیات ہو
دنیا میں عیش، دین بھی عشرت کے ساتھ ہو   زر وہ ہو جس سے دونوں جہاں میں نجات ہو

جو ہو سو ہو رہا ہو سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہو دن رات ہائے زر

سرمے کی جس کے پاس طلا کی سلائی ہو   آنکھوں میں اُس کی اب بڑی روشنائی ہو
ہے عرش، فرش سب اُسے دیتا دکھائی ہو   خالق نے دیکھ نور کی پُتلی بنائی ہو

جو ہو سو ہو رہا ہو سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہو دن رات، ہائے زر

زر کھان میں گڑا ہو تو واں بھی بہار ہو   شمشیر پر چڑھا ہو تو واں بھی بہار ہو
دیوار میں لگا ہو تو واں بھی بہار ہو   گر خاک میں گڑا ہو تو واں بھی بہار ہو

جو ہو سو ہو رہا ہو سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارتا ہو دن رات، ہائے زر

زر کے دیئے سے پیر اور استاد نرم ہو   زر کے سبب سے دشمن ناشاد نرم ہو
جو شوخ سنگ دل ہو پری زاد نرم ہو   زر وہ ہو جس کو دیکھ کے فولاد نرم ہو

جو ہو سو ہو رہا ہو سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہو دن رات، ہائے زر!

کپڑے پہ گر لگا ہو طلائی کلابتوں   میں اُس کے تار تار کی تعریف کیا لکھوں
ہو دست رس تو چور، اُچکّے کو کیا کہوں   میرے بھی دل میں ہو کہ میں ہی اس کو چھین لوں

جو ہو سو ہو رہا ہو سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہو دن رات ہائے زر

جا لوگ روم شام میں زر کو کماتے ہیں   ماچین، چین زر کے جہاز آتے جاتے ہیں
دکھن سے زر کے واسطے سب یاں کو آتے ہیں   اور یاں کے زر کے واسطے دکھن کو جاتے ہیں

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات ہائے زر

سونے کی جدولیں جو کتابوں پہ عـ[illegible]ـام میں | وہ جدولیں وہ رنگ وہ سونے کے کام میں
جن کے ورق ورق بھی سنہرے [illegible]ـام میں | سب میں زیادہ ان کی ہی قیمت ہیں نام میں

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات ہائے زر

اب جن کے گھر میں ڈھیر ہیں سونے کے [illegible] دام کے | ہر اک اُمیدوار ہیں اُن کے غلام کے
سب مل کے پاؤں چومے ہیں اس کے [illegible] غلام کے | کیا رتبے ہیں طلائے علیہ السلام کے

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات ہائے زر

کتنوں کے دل میں دھن ہے کہ زر [illegible] کمائیے | کچھ کھائیے کھلائیے اور کچھ بنائیے
کہتا ہے کوئی ہائے کہاں زر [illegible] پائیے | کیا کیجیے زہر کھائیے اور مر ہی جائیے

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات ہائے زر

سونا اگرچہ زرد ہے یا سرخ فـ[illegible]ـام ہے | لیکن تمام خلق کو اُس سے ہی کام ہے
سب میں زیادہ حسن کی الفت کا [illegible] دام ہے | زر وہ ہے جس کا حسن بھی ادنیٰ غلام ہے

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات ہائے زر

ہوتی ہیں زر کے واسطے ہر جا چڑھائیاں | کٹتے ہیں ہاتھ پاؤں گلے اور کلائیاں
بندوقیں اور ہیں کہیں تو ہیں لگ[illegible]ـٹیاں | کُل زر کی ہو رہی ہیں جہاں میں لڑائیاں

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات ہائے زر

نسخہ [illegible] بھی [illegible] میں [illegible] ہیں [illegible] سلام ۔

لڑکا سلام کرتا ہے جھک جھک کے رشک ماہ
بوڑھے بڑے سب اُس کی طرف پیار کرکے واہ
دیتے ہیں یہ دعا اُسے تب دل سے خواہ مخواہ
اے میرے لعل ہو ترا سونے کے سہرے بیاہ
جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات ہائے زر

جتنی جہاں میں خلق ہے کیا شاہ کیا وزیر
پیر و مرید مفلس و محتاج اور فقیر
سب ہیں لگے زر کے جال میں جی جان سے اسیر
کیا کیا کہوں میں خوبیاں زر کی میاں نظیرؔ
جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات ہائے زر

مفلسی

جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی
کس کس طرح سے اُس کو ستاتی ہے مفلسی
پیاسا تمام روز بٹھاتی ہے مفلسی
بھوکا تمام رات سلاتی ہے مفلسی
یہ دُکھ وہ جانے جس پہ کہ آتی ہے مفلسی

کہیے تو اب حکیم کی سب سے بڑی ہے شاں
تعظیم جس کی کرتے ہیں نواب اور خاں
مفلس ہوئے تو حضرت لقمان کیا ہے یاں
عیسیٰ بھی ہو تو کوئی نہیں پوچھتا میاں
حکمت حکیم کی بھی ڈوباتی ہے مفلسی

جو اہل فضل عالم و فاضل کہاتے ہیں
مفلس ہوئے تو کلمہ تلک بھول جاتے ہیں
پوچھے کوئی الف تو اُسے بے بتاتے ہیں
وہ جو غریب غربا کے لڑکے پڑھاتے ہیں
ان کی تو عمر بھر نہیں جاتی ہے مفلسی

مفلس کرے جو آن کے محفل کے بیچ حال
سب جانیں روٹیوں کا یہ ڈالا ہے اس نے جال
گر گر پڑے تو کوئی نہ لیوے اُسے سنبھال
مفلس میں ہوویں لاکھ اگر علم اور کمال
سب خاک بیچ آکے ملاتی ہے مفلسی

جب روٹیوں کے بٹنے کا آکر پڑے شمار
مفلس کو دیویں ایک تو نگر کو چار چار

گر اور مانگے وہ تو اُسے جھڑکیں بار بار — مفلس کا آہ بیان کیا کروں میں یار

مفلس کو اس جگہ بھی چباتی ہے مفلسی

مفلس کی کچھ نظر نہیں رہتی ہے آن پر — دیتا ہے اپنی جان وہ ایک ایک نان پر

ہر آن ٹوٹ پڑتا ہے روٹی کے خوان پر — جس طرح کتے لڑتے ہیں اک استخوان پر

ویسا ہی مفلسوں کو لڑاتی ہے مفلسی

کرتا نہیں حیا سے جو کوئی وہ کام، آہ — مفلس کرے ہے اُس کے تئیں انصرام آہ

سمجھے نہ کچھ حلال نہ جانے حرام، آہ — کہتے ہیں جس کو شرم و حیا ننگ و نام آہ

وہ سب حیا و شرم [۱]اڑاتی ہے مفلسی

یہ مفلسی وہ شے ہے کہ جس گھر میں بھر گئی — [۲]پھر گھر میں جتنے سَت تھے اُس گھر کے در گئی

زن بچے روتے ہیں گویا نانی گذر گئی — ہمسایہ پوچھتے ہیں کہ کیا دادی مر گئی

بن مُردے گھر میں شور مچاتی ہے مفلسی

لازم ہے گر غمی میں کوئی شور غل مچائے — مفلس بغیر غم کے ہی کرتا ہے ہائے ہائے

مر جاوے گر کوئی تو کہاں سے اُسے اٹھائے — اس مفلسی کی خواریاں کیا کیا کہوں میں ہائے

مُردے کو بے کفن کے گڑاتی ہے مفلسی

کیا کیا مفلسی کی کہوں خواری پھکڑیاں — جھاڑو بغیر گھر میں بکھرتی ہیں جھاڑیاں

کونے میں جالے لپٹے ہیں چھپر میں مکڑیاں — پیدا نہ ہووے جن کے جلانے کو لکڑیاں

دریا میں ان کے مردے بہاتی ہے مفلسی

بی بی کی نتھ نہ لڑکوں کے ہاتھوں کڑے رہے — کپڑے میاں کے بنیے کے گھر میں پڑے رہے

جب کڑیاں بک گئیں تو کھنڈر میں پڑے رہے — زنجیر نہ کواڑ نہ پتھر گڑے رہے

آخر کو اینٹ اینٹ کھداتی ہے مفلسی

نقاش پر بھی زور جب آ مفلسی کرے — سب رنگ دم میں کر دے مصور کے کرکرے

صورت بھی اُس کی دیکھ کے منہ کھنچ رہے پرے — تصویر اور نقش میں کیا رنگ وہ بھرے

ن ۱ - اٹھاتی - ن ۲ - پھر جتنی گھر میں سَت تھی - ن ۳ - اڑے -

اُس کے تو مُنہ کا رنگ اُڑاتی ہے مفلسی

جب خوبرو پہ آن کے پڑتا ہے دن سیاہ
پھرتا ہے بوسے دیتا ہے ہر اک کو خواہ مخواہ
ہرگز کسی کے دل کو نہیں ہوتی اس کی چاہ
گر حسن ہو ہزار روپیہ کا تو اُس کو آہ
کیا کوڑیوں کے مول بکاتی ہے مفلسی

اُس خوبرو کو کون دے اب دام اور درم
جو کوڑی کوڑی بوسے کو راضی ہو دم بدم
ٹوپی پُرانی دو تو وہ جانے کلاہِ جم
کیوں کر نہ جی کو اُس چمن حُسن کے ہو غم
جس کی بہار مُفت لٹاتی ہے مفلسی

عاشق کے حال پر بھی جب آ مفلسی پڑے
معشوق اپنے پاس نہ دے اُس کو بیٹھنے
آوے جو رات کو تو نکالے وہیں اُسے
اس ڈر سے یعنی رات کو دھنا کہیں نہ دے
تہمت یہ عاشقوں کو لگاتی ہے مفلسی

کیسے ہی دھوم دھام کی رنڈی ہو خوش جمال
جب مفلسی کا آن پڑے سر پہ اُس کے جال
دیتے ہیں اُس کے ناچ کو ٹھٹھے کے بیچ ڈال
ناچے ہے وہ تو فرش کے اوپر قدم سنبھال
اور اُس کو انگلیوں پہ نچاتی ہے مفلسی

اس کا تو دل ٹھکانے نہیں بھاؤ کیا بتائے
جب ہو پھٹا دوپٹہ تو کاہے سے منہ چھپائے
لے شام سے وہ صبح تلک گو کہ ناچے گائے
اوروں کو آٹھ سات تو وہ دو ٹکے ہی پائے
اس لاج سے اسے بھی لجاتی ہے مفلسی

جب مفلسی سے ہووے کلاوَنت[1] کا دل اُداس
پھرتا ہے لے طنبورے کو ہر گھر کے آس پاس
اک پاؤ سیر آٹے کی دل میں لگا کے آس
گوری کا وقت ہووے تو گاتا ہے وہ بہاس
یاں تک حواس اُس کے اُڑاتی ہے مفلسی

مفلس جو بیاہ بیٹی کا کرتا ہے بول بول
پیسا کہاں جو جا کے وہ لا دے جہیز مول
جورو کا وہ گلا ہے کہ پھوٹا ہو[2] جیسے ڈھول
گھر کی حلال خوری تلاش کرتی ہے ٹھٹھول
ہیبت تمام اُس کی اُٹھاتی ہے مفلسی

---

[1] کلاونت ۔ نسخہ [2] ہو جیسے پھوٹا ۔

بیٹے کا بیاہ ہو تو نہ بیاہی نہ سالی ہے — نے روشنی نہ باجے کی آواز آتی ہے
ماں پیچھے ایک میلی چدر اوڑھے جاتی ہے — بیٹا بنا ہے دولھا تو باد برائی ہے
مفلس کی یہ برات چڑھاتی ہے مفلسی

گر بیاہ کر چلا ہے سحر کو تو یہ بلا — شہدا، زنانہ، ہیجڑا اور بھاٹ منڈ چرا
کھینچے ہوئے اُسے چلے جاتے ہیں جابجا — وہ آگے آگے لڑتا ہوا جاتا ہے چلا
اور پیچھے تھپڑیوں کو بجاتی ہے مفلسی

دروازے پر زنانے بجاتے ہیں تالیاں — اور گھر میں بیٹھی ڈومنی دیتی ہیں گالیاں
مالن گلے کی ہار ہو دوڑی لے ڈالیاں — سقا کھڑا سناتا ہے باتیں رذالیاں
یہ خواری یہ خرابی دکھاتی ہے مفلسی

کوئی شوم بے حیا کوئی بولا "نکھٹو ہے" — بیٹی نے جانا باپ تو میرا نکھٹو ہے
بیٹے پکارتے ہیں کہ "بابا نکھٹو ہے" — بی بی یہ دل میں کہتی ہے "اچھا نکھٹو ہے"
آخر نکھٹو نام دھراتی ہے مفلسی

۵

مفلس کا درد دل میں کوئی ٹھانتا نہیں — مفلس کی بات کو بھی کوئی مانتا نہیں
ذات اور حسب نسب کو کوئی جانتا نہیں — صورت بھی اُس کی پھر کوئی پہچانتا نہیں
یاں تک نظر سے اُس کو گراتی ہے مفلسی

جس وقت مفلسی سے یہ آکر ہوا تباہ — پھر کوئی اس کے حال پہ کرتا نہیں نگاہ
دالیدری کہے، کوئی ٹھہراوے روسیاہ — جو باتیں عمر بھر نہ سنی ہو ویں اُس نے، آہ،
وہ باتیں اُس کو آکے سناتی ہے مفلسی

چولھا توا نہ پانی کے مٹکے میں آبی ہے — پینے کو کچھ نہ کھانے کو اور نے رکابی ہے
مفلس کے ساتھ سب کے تئیں بے حجابی ہے — مفلس کی جورو سچ ہے کہ یاں سب کی بھابی ہے
عزت سب اُس کے دل کی گنواتی ہے مفلسی

---

۵ جن بندوں کے سامنے یہ نشان (۵) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کیے گئے ہیں۔

۱۔ بدن۔ ۲۔ [illegible]۔ ۳۔ چولھے۔ ۵ آبی = آب ہی۔

کیسا ہی آدمی ہو پر افلاس کے طفیل — کوئی گدھا کہے اُسے ٹھہراوے کوئی بیل
کپڑے پھٹے تمام، بڑھے بال پھیل پھیل — منہ خشک، دانت زرد، بدن پر جما ہے میل

سب شکل قیدیوں کی بناتی ہے مفلسی

ہر آن دوستوں کی محبت گھٹاتی ہے — جو آشنا ہیں اُن کی تو الفت گھٹاتی ہے
اپنے کی مہر، غیر کی چاہت گھٹاتی ہے — شرم و حیا و عزت و حرمت گھٹاتی ہے

ہاں ناخن اور بال بڑھاتی ہے مفلسی

جب مفلسی ہوئی تو شرافت کہاں رہی — وہ قدر ذات کی وہ نجابت کہاں رہی
کپڑے پھٹے تو لوگوں میں عزت کہاں رہی — تعظیم اور تواضع کی بابت کہاں رہی

مجلس کی جوتیوں پہ بٹھاتی ہے مفلسی

مفلس کسی کا لڑکا جو لے پیار سے اٹھا — باپ اُس کا دیکھے ہاتھ کا اور پاؤں کا کڑا
کہتا ہے کوئی جوتی نہ لیوے کہیں چرا — نٹ کھٹ اُچکا چور دغا باز گٹھ کٹا

سو سو طرح کے عیب لگاتی ہے مفلسی

رکھتی نہیں کسی کی یہ غیرت کی آن کو — سب خاک میں ملاتی ہے حرمت کی شان کو
سو محنتوں میں اُس کی کھپاتی ہے جان کو — چوری پہ آ کے ڈالے ہے مفلس کے دھیان کو

آخر ندان بھیک منگاتی ہے مفلسی

دنیا میں لے کے شاہ سے اے یار تا فقیر — خالق نہ مفلسی میں کسی کو کرے اسیر
اشراف کو بناتی ہے اک آن میں فقیر — کیا کیا میں مفلسی کی خرابی کہوں، نظیرؔ

وہ جانے جس کے دل کو جلاتی ہے مفلسی

اِفلاس کا نقشا

[..]کھ بوجھ سر پہ نکلا، اشتر ملا تو ایسا — گھیرا خرابیوں نے لشکر ملا تو ایسا
[..]ڑھ گئے جو بال سر کے، افسر ملا تو ایسا — مفلس کا زرد چہرہ، جو زر ملا تو ایسا

۱- کوئی - لتا - اُس کو - نسخہ ۲ - اپنوں -

آنسو جو غم سے ٹپکا، گوہر ملا تو ایسا

جب مفلسی کا آکر سر پہ پڑا ہے سایہ　　پھر تا ہے مرد کیا کیا، دردر خراب و رسوا
بنتا ہے مفلسی میں مفلس کا آپ نقشا　　پورا ہنر جو سیکھا، تو بھیک مانگنے کا

یہ بدنصیبی دیکھو، جوہر ملا تو ایسا

مفلس نے گرچہ مرکز کی نوکری کسی کی　　کیسی ہی محنتیں کیں، لیکن طلب نہ پائی
جیدھر کو ہاتھ ڈالا، پائی نہ پھوٹی کوڑی　　کی عاشقی تو سر پر، ہے اک نری سی ٹوپی

سو وہ بھی اُس سے لے لی دل بر ملا تو ایسا

آخر کو تنگ ہوکر، جب مفلسی کے مارے　　چیلا ہوا کسی کا، اور پہنے سیلی تاگے
واں سے سو النگوٹی ہرگز نہ پائی اُس نے　　دن کو دلائی جھاڑو، شب کو منگائے ٹکڑے

مفلس کو پیر و مرشد، رہبر ملا تو ایسا

آٹا ملا تو ایندھن، چولھا، توا ندارد　　روٹی پکاوے کس پر، گھر میں توا ندارد
گر ٹھیکرے پہ تھوپے، تو پھر مزا ندارد　　نو چھید، ہینڈی غائب، جس پر گلا ندارد

پانی کا گرمیوں میں جھجھر ملا تو ایسا

قلیے، پلاؤ، زردے، دودھ اور ملائی کھوئے　　پوری، کچوری، لڈو، سب مفلسی نے کھوئے
جب کچھ ہوا میسر، دن رات روئے دھوئے　　یا خشک ٹکڑے چابے، یا[۱] پانی کے بھگوئے

سوکھا ملا تو ایسا، اور تر ملا تو ایسا

کمخواب تاش، مشروع، تن زیب خاصہ، مل مل　　سب مفلسی کے ہاتھوں گئے اپنے ہاتھ مل مل
پگڑی رہی نہ جامہ، پٹکا رہا نہ آنچل　　لے ٹاٹ کی قبا پر، جوڑا پرانا کمل

ابرا ملا تو ایسا، استر ملا تو ایسا

نے[۲] جھاڑ دجھاڑنے کی، پیوند کی نہ سوئی　　۲　　دالان، نہ صحنچی، نہ طاق، نہ بخاری
اُپلا، نہ آگ پانی، چولھا، توا، نہ چکی　　ٹوٹا سا اک اسارا، دیوار جھانکڑوں کی

عہ جس بند کے سامنے یہ نشان (۲) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کیا گیا ہے

نا۔ پڑے۔ نا۲۔ پانی کے یا بھگوئے۔

قسمت کی بات دیکھو، جو گھر ملا تو ایسا

چرپائی بیچ کھائی اور بان کو جلا کر ۔۔۔ روٹی پکائی رو رو، اور کھائی آہ بھر بھر
سونے کے وقت جھنگا[1] گدڑا رہا نہ چادر ۔۔۔ کہنی پہ سر کو رکھ کر سوئے فقط زمیں پر
تکیہ ملا تو ایسا، بستر ملا تو ایسا

جو صبح[2] اور سورج، جب آ کے منھ دکھاوے ۔۔۔ لے شام تک اسی کے گھر بیچ دھوپ جاوے
آندھی چلے تو گھر میں، سب خاک دھول جاوے ۔۔۔ برسے جو مینہ تو باہر، اک بوند بھر نہ جاوے
پھوٹے نصیب دیکھو، چھپر ملا تو ایسا

جس دل جلے کے اوپر، دن مفلسی کے آئے ۔۔۔ پھر دور بھاگے اُس سے سب اپنے اور پرائے
آخر کو مفلسی نے، یہ دُکھ اُسے دکھائے ۔۔۔ کھانا جہاں بٹا تھا، واں جا کے دھکّے کھائے
کم بخت کو جو کھانا، اکثر ملا تو ایسا

تعظیم تھی ہر اک جا تھا پاس جب تلک زر ۔۔۔ مفلس ہوا تو کوئی دیکھے نہ پھر نظر بھر
کپڑے پھٹوں سے میٹھا جس بزم میں وہ جا کر ۔۔۔ سب فرش سے اٹھا کر، بٹھلایا جوتیوں پر
مفلس کو ہر مکاں میں، آدر ملا تو ایسا

گر مفلسی میں اس نے دو تین لڑکے پائے ۔۔۔ اور رکینے والے لڑکے، واں کھیلنے کو آئے
دیکھ ان کے گہنے پاتے آنکھوں میں آنسو لائے ۔۔۔ مرکی کو چھیل سیجے نتھ اور کڑے بنائے
بدبخت کے بچوں کو زیور ملا تو ایسا

اسباب تھا تو کیا کیا، رکھتے تھے لوگ رشتا ۔۔۔ مفلس ہوا تو ہرگز، رشتہ رہا نہ ناتا
نے بھائی بھائی کہتا، نے بیٹا کہتا "بابا" ۔۔۔ اِس پر نظیرؔ مجھ کو رونا بہت ہے آتا
اِس مفلسی زدے کو ٹبّر ملا تو ایسا

آٹے دال کا بھاو (۱)

کیا کہوں، یارو[3] میں نقشا خلق کے احوال کا ۔۔۔ اہل دولت کا چلن، یا مفلس و کنگال کا

---

[1] جھلنگا جھلنگا۔ [2] ہو۔ [3] نقشہ میں یارو۔

یہ بیاں تو واقعی ہے، ہر کسی کے حال کا — کیا تونگر، کیا غنی، کیا پیر اور کیا بالکا
سب کے دل کو فکر ہے دن رات آٹے دال کا

گر نہ آٹے دال کا اندیشہ ہوتا سد راہ — تو نہ پھرتے ملک گیری کو وزیر و بادشاہ
ساتھ آٹے دال کے ہے حشمت و فوج و سپاہ — جا بجا گڑھ، کوٹ سے لڑتے ہوئے پھرتے ہیں آہ
سب کے دل کو فکر ہے دن رات آٹے دال کا

گر نہ آٹے دال کا ہوتا قدم یاں درمیاں — منشی و میر و وزیر و بخشی و نواب و خاں
جاگتے دربار میں کیوں آدھی آدھی رات ہاں — کیا عجب نقشہ پڑا ہے آہ، کیا کہیے، میاں
سب کے دل کو فکر ہے دن رات آٹے دال کا

گر نہ آٹے دال کا یاں کھٹکا ہوتا بار بار ؏ — دوڑتے کاہے کو پھرتے دھوپ میں پیادے سوار
اور جتنے ہیں جہاں میں پیشہ ور اور پیشہ دار — ایک بھی جی پر نہیں ہے، اس سوا صبر و قرار
سب کے دل کو فکر ہے، دن رات آٹے دال کا

اپنے عالم میں یہ آٹا دال بھی کیا فرد ہے — حسن کی آن و ادا سب اس کے آگے گرد ہے
عاشقوں کا بھی اسی کے عشق سے منہ زرد ہے — تا کجا کہیے کہ کیا، وہ مرد کیا نامرد ہے
سب کے دل کو فکر ہے دن رات آٹے دال کا

دلبروں کی چشم، ابرو زلف کیا، خط خال ہے — ناز کی شوخی ادائیں حسن لاکھوں لال ہے
کیا کمر پتلی ہے کافر، کیا ٹھمکتی چال ہے — غور کر دیکھا ہے جو کچھ ہے سو آٹا دال ہے
سب کے دل کو فکر ہے دن رات آٹے دال کا

اب جنھیں اللہ نے یاں کر دیا کامل فقیر — وہ تو بے پروا انھی داتا ہیں آپ ہی دل پذیر
اور جتنے ہیں وہ سب ہیں دال آٹے کے اسیر — اُن غریبوں کی بھی اب یہ شکل ہے گی اے نظیر
سب کے دل کو فکر ہے دن رات آٹے دال کا

؏ جس بند کے سامنے یہ نشان (؏) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کیا گیا ہے۔

(۱) پھر ز (۲) دال۔

آٹے دال کا بھاو (۲)

آٹے٭ کے واسطے ہے ہوس ملک و مال کی ٭ آٹا جو پالکی ہے، تو ہے دال نالکی
آٹے ہی دال سے ہے درستی یہ حال کی اس سے ہی سب کی خوبی جو ہے حال قال کی
سب چھوڑو بات، طوطی و بیدڑی ولال کی
یارو کچھ اپنی فکر کرو، آٹے دال کی

اس آٹے دال ہی کا جو عالم میں ہے ظہور اس سے ہی منہ پہ نور ہے اور پیٹ میں سرور
اس سے ہی آکے چڑھتا ہے چہرے پہ سب کے نور شاہ و گدا، امیر اسی کے ہیں سب مزور
سب چھوڑو بات، طوطی و بیدڑی ولال کی
یارو کچھ اپنی فکر کرو، آٹے دال کی

قمری نے کیا ہوا جو کہا "حق سرہٗ" اور فاختہ بھی بیٹھ کے کہتی ہے "قہقہو"
وہ کھیل کھیلو جس سے ہو تم جگ میں سرخ رو سنتے ہو اے عزیز! اسی سے ہے آبرو
سب چھوڑو بات، طوطی و بیدڑی ولال کی
یارو کچھ اپنی فکر کرو آٹے دال کی

مینا[۵۵] کے پالنے کی اگر دل میں میل ہے (ص) سچ پوچھیے، تو یہ بھی خرابی کی ذیل ہے
سب عشق بازی، روزی کے ہوتی طفیل ہے روزی نہ ہو تو مینا بھی پھر کیا، چڑیل ہے
سب چھوڑو بات، طوطی و بیدڑی ولال کی
یارو کچھ اپنی فکر کرو آٹے دال کی

آٹا ہو جس کا نام، وہی خاص نور ہے اور دال بھی پری ہے، کوئی یا کہ حور ہے
اس کا بھی کھیل کھیلنا سب کو ضرور ہے سمجھے جو اس سخن کو، وہ صاحب شعور ہے

٭ یہ بند کلیات شہباز میں نہیں ہے۔

۵۵۔ جن بندوں کے سامنے یہ نشان (ص) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید عبدالغفور شہباز سے نقل کئے گئے ہیں۔

سب چھوڑو بات، طوطی و پدڑی و لال کی
یارو، کچھ اپنی فکر کرو، آٹے دال کی

بلبل کے پالنے میں، کہو کیا ہے فائدا ؟ اور جو بیا بھی پالا، تو پھر ہاتھ کیا لگا؟
کوئی دم میں پیٹ مانگے گا، کچھ مجھ کو لا، کھلا پھر دال اور آٹا ہی، کام آتا ہے، دلا

سب چھوڑو بات، طوطی و پدڑی و لال کی
یارو، کچھ اپنی فکر کرو، آٹے دال کی

چھے پیسوں کے جو عشق میں دل کو لگاؤ گے تو پیٹ بھر کے کھاؤ گے، کپڑے بناؤ گے
طوطی کو پال کر کے، حق اللہ پڑھاؤ گے ناحق کو سر کھپاؤ گے، کوڑی نہ پاؤ گے

سب چھوڑو بات، طوطی و پدڑی و لال کی
یارو، کچھ اپنی فکر کرو، آٹے دال کی

جن پاس چار پیسے، وہی ہیں یہاں امیر اور جن کے پاس کچھ نہیں، وہ ہیں بڑے فقیر
اور جتنے پیشہ ور ہیں یہاں خرد اور کبیر روٹی کا سلسلہ ہے برا کیا کہوں، نظیر

سب چھوڑو بات، طوطی و پدڑی و لالی کی
یارو، کچھ اپنی فکر کرو، آٹے دال کی

روٹیاں

جب آدمی کے پیٹ میں آتی ہیں روٹیاں پھولی نہیں بدن میں سماتی ہیں روٹیاں
آنکھیں پری رخوں سے لڑاتی ہیں روٹیاں سینے اُپر بھی ہاتھ چلاتی ہیں روٹیاں
جتنے مزے ہیں سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں

روٹی سے جس کا ناک تلک پیٹ ہے بھرا کرتا پھرے ہے کیا وہ اُچھل کود جا بہ جا
دیوار پھاند کر کوئی کوٹھا اُچھل گیا ٹھٹھا، ہنسی، شراب، صنم، ساقی اس سوا
سو سو طرح کی دھوم مچاتی ہیں روٹیاں

جس جا پہ ہانڈی، چولھا، توا اور تنور ہے خالق کی قدرتوں کا اسی جا ظہور ہے

پکّی پکائی اب جنھیں آتی ہیں روٹیاں

گر ہے کسی کے لال ہیں روٹی کے واسطے	لمبے کسی کے بال ہیں روٹی کے واسطے
باندھے کوئی رومال ہیں روٹی کے واسطے	سب کشف اور کمال ہیں روٹی کے واسطے

جتنے ہیں روپ سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں

روٹی سے ناچے پیادہ قواعد دکھا دکھا	اسوار ناچے گھوڑے کو کاوہ لگا لگا
گھنگرو کو باندھے پیک بھی پھرتا ہے ناچتا	اور اس سوا جو غور سے دیکھا تو جا بہ جا

سو سو طرح کے ناچ دکھاتی ہیں روٹیاں

روٹی کے ناچ تو ہیں سبھی خلق میں پڑے	کچھ بھانڈ بھگتیے یہ نہیں پھرتے ناچتے
یہ رنڈیاں جو ناچے ہیں گھونگھٹ کو منہ پہ لے	گھونگھٹ نہ جانو دوستو، تم زینہار اُسے

اس پردے میں یہ اپنے کماتی ہیں روٹیاں

اشرافوں نے جو اپنی یہ ذاتیں چھپائی ہیں	سچ پوچھیے، تو اپنی یہ شانیں بڑھائی ہیں ؎
کہیے انھوں کی روٹیاں کس کس نے کھائی ہیں	اشراف سب میں کہیے، تو اب نان بائی ہیں

جن کی دکاں سے ہر کہیں جاتی ہیں روٹیاں

دنیا میں اب بدی نہ کہیں اور نکوئی ہے	یا دشمنی و دوستی یا تند خوئی ہے
کوئی کسی کا اور کسی کا نہ کوئی ہے	سب کوئی ہے اسی کا کہ جس ہاتھ ڈوئی ہے

نوکر، نفر، غلام بناتی ہیں روٹیاں

روٹی کا اب ازل سے ہمارا تو ہے خمیر	روکھی ہی روٹی حق میں ہمارے ہے شہد و شیر
یا پتلی ہووے موٹی خمیری ہو یا فطیر	گیہوں، جوار، باجرے کی جیسی ہو نظیرؔ

ہم کو تو سب طرح کی خوش آتی ہیں روٹیاں

چپاتی

جب طلی روٹی ہیں سب نور حق روشن ہوئے	رات دن شمس و قمر شام و شفق روشن ہوئے

؎ جس بند کے سامنے یہ نشان (؎) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کیا گیا ہے۔
نسخہ بڑے ۔ نذ ۔ اصل ۔ ص ۳۰ ۔ بھی ۔

چولھے کے آگے آنچ جو جلتی حضور ہے — جتنے ہیں نور سب میں یہی خاص نور ہے
اس نور کے سبب نظر آتی ہیں روٹیاں

آوے توے تنور کا جس جا زباں پہ نام — یا چکی چولھے کے جہاں گل زار ہوں تمام
واں سر جھکا کے کیجیے ڈنڈوت اور سلام — اس واسطے کہ خاص یہ روٹی کے ہیں مقام
پہلے انھیں مکانوں میں آتی ہیں روٹیاں

ان روٹیوں کے نور سے سب دل ہیں پور پور[نز۱] — آٹا نہیں ہے چھلنی سے چھن چھن گرے ہے نور
پیڑا ہر ایک اس کا ہے برفی و موتی چور — ہرگز کسی طرح نہ بجھے پیٹ کا تنور
اس آگ کو مگر یہ بجھاتی ہیں روٹیاں

پوچھا کسی نے یہ کسی کامل فقیر سے — یہ مہر و ماہ حق نے بنائے ہیں کاہے کے
وہ سن کے بولا، بابا، خدا تجھ کو خیر دے — ہم تو نہ چاند سمجھیں، نہ سورج ہیں جانتے
"بابا ہمیں تو یہ نظر آتی ہیں روٹیاں"

پھر پوچھا اس نے کہیے یہ ہے دل کا نور کیا؟ — اس کے مشاہدے میں ہے کھلتا ظہور کیا؟
وہ بولا سن کے تیرا گیا ہے شعور کیا؟ — کشف القلوب اور یہ کشف القبور کیا؟
"جتنے ہیں کشف سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں"

روٹی جب آئی پیٹ میں سو قند گھل گئے — گل زار پھولے آنکھوں میں اور عیش تل گئے
دو تر نوالے پیٹ میں جب آ کے ڈھل گئے — چودہ طبق کے جتنے تھے سب بھید کھل گئے
یہ کشف، یہ کمال دکھاتی ہیں روٹیاں

روٹی نہ پیٹ میں ہو تو پھر کچھ جتن نہ ہو — میلے کی سیر خواہش باغ و چمن نہ ہو
بھوکے غریب دل کی خدا سے لگن نہ ہو — سچ ہے کہا کسی نے کہ "بھوکے بھجن نہ ہو"
اللہ کی بھی یاد دلاتی ہیں روٹیاں

اب آگے جس کے مال پوے بھر کے تھال ہیں — پورے[نز۲] بھگت انھیں کہو صاحب کے لال ہیں
اور جن کے آگے روغنی اور شیر مال ہیں — عارف وہی ہیں اور وہی صاحب کمال ہیں

نز۱۔ پور پور یا۔ نور پور۔ نز۲۔ پوری بھگت انھیں کی وہ۔

زندگی کے بھتے جو کچھ، نظم و نسق روشن ہوئے — اپنے بیگانوں کے لازم، بھتے جو حق روشن ہوئے

دو چپاتی کے ورق میں، سب ورق روشن ہوئے

اِک رکابی میں ہمیں، چودہ طبق روشن ہوئے

وہ جواب کھاتے ہیں، باقر خانی، کلچہ، شیرمال — ہیں وہ خاص الخاص، درگاہِ کریم ذوالجلال

یہ جو روٹی دال کا، کھتے ہیں گردن میں جال — جب ملی روٹی، ہمیں ہم ہو گئے صاحب کمال

دو چپاتی کے ورق میں، سب ورق روشن ہوئے

اِک رکابی میں ہمیں، چودہ طبق روشن ہوئے

وہ تو اب مردِ خدا ہیں، قوت جن کا نور ہے — وہ ملائک ہیں، وہاں روٹی کا کیا مذکور ہے

دل ہمارا تو فقط، روٹی کا اب رنجور ہے — ہم شکم بندوں کا یارو، بس یہی دستور ہے

دو چپاتی کے ورق میں، سب ورق روشن ہوئے

اِک رکابی میں ہمیں، چودہ طبق روشن ہوئے

پیٹ میں روٹی پڑی، جب تک تو یارو خیر ہے — گر نہ ہو، پھر غیر کا[ت۱] اپنے ہی جی سے بیر ہے

کھاتے ہی دو تر نوالے آسماں پر سیر ہے — آسماں کیا، پھر تو خاصے لامکاں کی سیر ہے

دو چپاتی کے ورق میں، سب ورق روشن ہوئے

اِک رکابی میں ہمیں، چودہ طبق روشن ہوئے

جب تلک روٹی کا ٹکڑا ہو نہ دسترخواں پر — نے نمازوں میں لگے دل، اور نہ کچھ قرآن پر

رات دن روٹی چڑھی رہتی ہے سب کے دھیان پر — کیا خدا کا نور برسے ہے، پڑا ہر نان پر

دو چپاتی کے ورق میں، سب ورق روشن ہوئے

اِک رکابی میں ہمیں، چودہ طبق روشن ہوئے

گر نہ ہوں دو روٹیاں اور اک پیالہ دال کا — کھبل پھر بگڑ[ت۲] ابھرے، یاں حال کا اور قال کا

گر نہ ہو روٹی، تو کس کا پیر، کس کا بالکا — وصف کس منہ سے کروں میں نان کے احوال کا

دو چپاتی کے ورق میں، سب ورق روشن ہوئے — اک رکابی میں ہمیں، چودہ طبق روشن ہوئے

ت۱۔ کیا ت۲۔ بکھرا۔

پیٹ میں روٹی نہ تھی، جب تک دو عالم تھا سیاہ — جب پڑی روٹی تو پہونچی عرش کے اوپر نگاہ
کھل گئے پردے تھے جتنے، ماہی سے لے تا بہ ماہ — کیا کرامت ہے فقط روٹی میں یارو، واہ، واہ

دو چپاتی کے ورق میں سب ورق روشن ہوئے
اک رکابی میں ہمیں چودہ طبق روشن ہوئے

یوں چمکتا ہے پڑا ہر آن گردہ نان کا — جان آتی ہے لیے سے نام دستر خوان کا
چاند کا ٹکڑا اکھوں میں، یا کہ ٹکڑا نان[ن۱] کا — روح ناچے ہے بدن میں نام سن کر خوان کا

دو چپاتی کے ورق میں سب ورق روشن ہوئے
اک رکابی میں ہمیں چودہ طبق روشن ہوئے

حسن جتنے ہیں جہاں میں سب بھرے ہیں خوان[ن۲] میں — خوبیاں جتنی ہیں لاکر[ن۳] سب بھری ہیں نان میں[ن۴]
عاشق و معشوق بھی ٹلمیا کے ہیں درمیان میں — پھنس رہے ہیں سب کے دل، روٹی کے دستر خوان میں

دو چپاتی کے ورق میں سب ورق روشن ہوئے
اک رکابی میں ہمیں چودہ طبق روشن ہوئے

جو مرید اپنا کسی درویش کو کرتا ہے پیر — یعنی کچھ دیکھے تجلی کی کرامت دل پزیر
کھاتے ہی دو روٹیاں، دل ہو گیا بدر منیر — کوئی روٹی سا نہیں، اب پیر و مرشد اے نظیر

دو چپاتی کے ورق میں سب ورق روشن ہوئے
اک رکابی میں ہمیں چودہ طبق روشن ہوئے

دعائے تندرستی

ہیں مرد اب وہی، کہ جنھوں کا ہے فن درست — حرمت انھیں کے واسطے، جن کا چلن درست
رہتا نہیں کسی کا سدا مال دھن درست — دولت رہی کسی کی نہ باغ و چمن درست

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

ن۱۔ جان۔ ن۲۔ نان میں۔ ن۳۔ آکر۔ ن۴۔ خوان میں۔ ن۵۔ اکھوں۔

دنیا میں اب انھوں کے نہیں کچھ، بادشاہ
جن کے بدن درست ہیں، دن رات سال ماہ
جس پاس تندرستی و حرمت کی ہو سپاہ
ایسی پھر اور کون سی دولت ہے، واہ واہ
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

جو گھر میں اپنے، میری حشمت پناہی ہے
بن تندرستی سب، وہ خرابی تباہی ہے
یہ تندرستی، یارو، بڑی بادشاہی ہے
سچ پوچھیے تو عین، یہ فضل الٰہی ہے
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

گر دولتوں سے اُس کا بھرا ہے تمام گھر
بیمار ہے تو خاک سے بدتر ہے سب وہ زر
ہو تندرست اگرچہ یہ مفلس ہے سر بسر
پھر نہ کسی کا خوف، نہ ہرگز کسی کا ڈر
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

عاجز ہو یا فقیر ہو، پر تندرست ہو
بے زر ہو یا امیر ہو، پر تندرست ہو
قیدی ہو یا اسیر ہو، پر تندرست ہو
مفلس ہو یا فقیر ہو، پر تندرست ہو
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

س میں تمام ختم ہیں، عالم کی خوبیاں
ہو تندرستی اور ملے حُرمت سے آب و ناں
ت سے جب یہ دونوں میسر ہوں پھر تو واں
پھر ایسی اور کونسی دولت ہے، میری جاں
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

و نہیں، اگرچہ لکھا یا پڑھا نہ ہو
محتاج حق سوا، یہ کسی اور کا نہ ہو
ن و جمال و علم و ہنر گو ملا نہ ہو
اک تندرستی چاہیے کچھ ہووے یا نہ ہو

۔ حقیر

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

بیمار گرچہ لاکھ طرح سے ہو، بادشاہ ۔۔۔ تو اُس کو جانیے یہ گدا سے بھی ہے تباہ
ہم تو اسی کو شاہ کہیں اور جہاں پناہ ۔۔۔ اب جس کا تن درست ہو، حرمت سے ہو نباہ

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

ہوں گرچہ لاکھ دولتیں، بیمار کے کنے ۔۔۔ اور نعمتوں کے ڈھیر لگے ہوں بنے ٹھنے
بہتر ہیں مفلسی کے میاں، چابنے چنے ۔۔۔ جو تندرست ہیں، وہی دولہا ہیں اور بنے

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

جب تندرستیوں کی رہیں دل میں بستیاں ۔۔۔ پھر سو طرح کے عیش ہیں، اور مے پرستیاں
کھانے کو نعمتیں ہوں، دیا فاقہ مستیاں ۔۔۔ سب عیش اور مزے ہیں، جو ہوں تندرستیاں

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

چاہا جو دل نشے کو، تو وہیں منگا لیا ۔۔۔ محبوب دل بروں کو گلے سے لگا لیا
آیا جو عیش دل میں، خوشی سے اُڑا لیا ۔۔۔ جو مل گیا سو پی لیا، چاہا سو کھا لیا

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

آیا جو دل میں سیرِ چمن کو چلے گئے ۔۔۔ بازار، چوک، سیر تماشے میں خوش ہوئے
بیٹھے، اُٹھے خوشی میں، ہر اک جا چلے پھرے ۔۔۔ جاگے مزے میں رات کو، یا خوش ہو سو رہے

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

قدرت سے یہ جو تن کی بنی ہے ہر ایک کل ۔۔۔ جب تک یہ کل بنی ہے جبھی تک پڑے ہے کل

گر ہو خدانخواستہ اک کل بھی چل بچل — پھر نہ خوشی، نہ عیش، نہ کچھ زندگی کا پھل

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

ادنیٰ ہو یا غریب، تونگر ہو یا فقیر — یا بادشاہ شہر کا، یا ملک کا وزیر
ہے سب کو تندرستی و حرمت ہی دل پذیر — جو تونے اب کہا، سو یہی سچ ہے اے نظیر

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے، اور تندرست

شکر تندرستی

دکھ کی دولت ہو تو اس کو بھی تباہی بوجھیے — سکھ سے رہنا خلق میں خوش دستگاہی بوجھیے
روشنی کو غم کی ہر جاگہ سیاہی بوجھیے — صحت و حرمت کو نت حشمت پناہی بوجھیے

تندرستی کو نپٹ، فضل الٰہی بوجھیے
آبرو سے جگ میں رہنا، بادشاہی بوجھیے

صحت و حرمت سے گر اللہ یاں کر دے نباہ — اس برابر کونسا ہے پھر جہاں میں عز و جاہ
اب جو ہم اس بات کے رتبے کو کرتے ہیں نگاہ — کیا کسی عاقل نے یہ نکتہ کہا ہے، واہ واہ

تندرستی کو نپٹ، فضل الٰہی بوجھیے
آبرو سے جگ میں رہنا، بادشاہی بوجھیے

اس کے سب محتاج ہیں، اب شاہ سے تا گدا — جس سے تن سالم رہے، اور پیٹ حرمت سے بھرا
برو اور تندرستی جس کو حق نے کی عطا — پھر جہاں میں اس سا یارو کونسا ہے بادشا

تندرستی کو نپٹ، فضل الٰہی بوجھیے
آبرو سے جگ میں رہنا، بادشاہی بوجھیے

دتیں جتنی ہیں سب، ان دولتوں سے ہیں تلے — آبرو اللہ رکھے، اور عمر حرمت سے کٹے
ت و حرمت بڑی دولت ہے، اللہ سب کو دے — ہر گھڑی، ہر آن، ہر دم خلق میں [illegible]

تندرستی کو نپٹ، فضلِ الٰہی بوجھیے

آبرو سے جگ میں رہنا بادشاہی بوجھیے

آبرو دنیا میں یارو موتی کی سی آب ہے
تندرستی اور بھی پھر عیش کا اسباب ہے

جس کنے ہے یہ، اسی کا سب ادب آداب ہے
نہ رہیں یہ، زندگی تو پھر خیال و خواب ہے

تندرستی کو نپٹ، فضلِ الٰہی بوجھیے

آبرو سے جگ میں رہنا، بادشاہی بوجھیے

ہیں جہاں تک خلق میں، پیر و جوان خرد و کبیر
عالم و فاضل، گدا و بادشہ، میر و وزیر

کیا تونگر، کیا غنی، کیا بے نوا اور کیا فقیر
سب جہاں میں ہیں اسی نکتے کے قائل اے نظیرؔ

تندرستی کو نپٹ، فضلِ الٰہی بوجھیے

آبرو سے جگ میں رہنا، بادشاہی بوجھیے

خوشامد

دل خوشامد سے، ہر اک شخص کا کیا راضی ہے
آدمی، جن و پری، بھوت، بلا راضی ہے

بھائی فرزند بھی خوش، باپ، چچا راضی ہے
شاہ مسرور، غنی شاد، گدا راضی ہے

جو خوشامد کرے خلق اس سے سدا راضی ہے

حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

اپنا مطلب ہو تو مطلب کی خوشامد کیجے
اور نہ ہو کام، تو اس ڈھب کی خوشامد کیجے

اولیا انبیا اور رب کی خوشامد کیجے
اپنے مقدور غرض سب کی خوشامد کیجے

جو خوشامد کرے خلق اس سے سدا راضی ہے

حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

یار دل جس کو خوشامد سے کیا جھک کے سلام
وہ بھی خوش ہو گیا اپنا بھی ہوا کام میں کام

بڑے عاقل بڑے دانا نے نکالا ہے یہ دام
خوب دیکھا تو خوشامد ہی کی آمد ہے تمام

---

۱ ۔ یہ نہیں اور ۔ ۲ ۔ حق ۔ ہیچ ۔ (۳) ۔ انبیا اولیا ۔

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

مفلس[ع] ادنیٰ و غنی کی بھی خوشامد کیجے ۴ بد بخیل اور سخی کی بھی خوشامد کیجے
اور جو شیطان[۱] ہو تو اُس کی بھی خوشامد کیجے گر ولی ہو تو ولی کی بھی خوشامد کیجے
جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

پیار سے جوڑ دیے جس کی طرف[۲] ہاتھ جو آہ نہیں خوش ہو گیا کرتے ہی وہ ہاتھوں پہ نگاہ
غور سے ہم نے جو اس بات کو دیکھا واللہ کچھ خوشامد ہی بڑی چیز ہے، اللہ، اللہ
جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

ہیچڑے، بھانڈ، زنانے کی خوشامد کیجے چیتے اور پہنے، کھانے کی خوشامد کیجے
مست و ہشیار، دوانے کی خوشامد کیجے بھولے، نادان، سیانے کی خوشامد کیجے
جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

عیش کرتے ہیں وہی جن کا خوشامد کا مزاج جو نہیں کرتے وہ رہتے ہیں ہمیشہ محتاج
ہاتھ آتا ہے خوشامد سے مکاں، ملک اور تاج کیا ہی تاثیر کی اس نسخے نے پائی ہے رواج
جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

[گر] بھلا ہو تو بھلے کی بھی خوشامد کیجے ۲ اور بُرا ہو تو بُرے کی بھی خوشامد کیجے
[پا]ک ناپاک سڑے کی بھی خوشامد کیجے کتے، بلّی و گدھے کی بھی خوشامد کیجے
جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

[ع] جن بندوں کے سامنے یہ نشان (ع) ہے وہ کلیاتِ نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کئے گئے ہیں۔
[۱] جو شیطان پری کی بھی۔ [۲] ہاتھ طرف جس کی آہ۔

خوب دیکھا تو خوشامد کی بڑی کھیتی ہی — غیر کیا اپنے ہی گھر بیچ یہ سکھ دیتی ہی
ماں خوشامد کے سبب چھاتی لگا لیتی ہی — نانی دادی بھی خوشامد سے دعا دیتی ہی

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہی
حق تو یہ ہی کہ خوشامد سے خدا راضی ہی

بی بی کہتی ہی "میاں تیرے میں صدقے جاؤں" — ساس بولے "کہیں مت جا ترے صدقے جاؤں"
خالہ کہتی ہی کہ "کچھ کھا ترے صدقے جاؤں" — سالی کہتی ہے کہ "بھیّا ترے صدقے جاؤں"

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہی
حق تو یہ ہی کہ خوشامد سے خدا راضی ہی

آپڑا ہی جو خوشامد سے سروکار اُسے — ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اُلفت کے خریدار اُسے
آشنا ملتے ہیں اور چاہتے ہیں سب یار اُسے — اپنے بیگانے غرض کرتے ہیں سب پیار اُسے

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہی
حق تو یہ ہی کہ خوشامد سے خدا راضی ہی

روکھی اور روغنی آبی کی خوشامد کیجے — نان بائی و کبابی کی خوشامد کیجے
ساقی و جام شرابی کی خوشامد کیجے — پارسا رند خرابی کی خوشامد کیجے

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہی
حق تو یہ ہی کہ خوشامد سے خدا راضی ہی

جو کہ کرتے ہیں خوشامد وہ بڑے ہیں انساں ۲ — جو نہیں کرتے وہ رہتے ہیں ہمیشہ حیراں
ہاتھ آتے ہیں خوشامد سے ہزاروں ساماں — جس نے یہ بات نکالی ہی میں اُس کے قرباں

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہی
حق تو یہ ہی کہ خوشامد سے خدا راضی ہی

کوڑی پیسے و ٹکے زر کی خوشامد کیجے ۳ — لعل و نیلم، دُرّ و گوہر کی خوشامد کیجے
اور جو پتھر ہو تو پتھر کی خوشامد کیجے — نیک و بد جتنے ہیں یک سر کی خوشامد کیجے

۱۔ لیتی ہی۔ ۲۔ آ رہے۔ ۳۔ چاہیں۔

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

ہم نے ہر دل میں خوشامد کی محبت دیکھی ۲ پیار، اخلاص و کرم، مہر و مروت دیکھی
دلبروں میں بھی خوشامد ہی کی اُلفت دیکھی عاشقوں میں بھی خوشامد ہی کی چاہت دیکھی

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

پارسا، پیر، زاہد ہے، سنا جاتی ہے جوار یا چور، دغاباز، خراباتی ہے
ماہ سے ماہی تلک چیونٹی یا ہاتی ہے یہ خوشامد تو میاں سب کے تئیں بھاتی ہے

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

گر نہ میٹھی ہو تو کڑوی بھی خوشامد کیجے ۲ کچھ نہ ہو پاس تو خالی بھی خوشامد کیجے
بانی دشمن ہو تو اُس کی بھی خوشامد کیجے سچ اگر پوچھو تو جھوٹی بھی خوشامد کیجے

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

مرد و زن، طفل و جواں، خرد و کلاں، پیر و فقیر جتنے عالم میں ہیں محتاج و گدا، شاہ و وزیر
سب کے دل ہوتے ہیں پھندے میں خوشامد کے اسیر تو بھی واللہ بڑی بات یہ کہتا ہے **نظیرؔ**

جو خوشامد کرے خلق اُس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

مکائدِ اہلِ دنیا

کیا کیا فریب کہیے دنیا کی فطرتوں کا مکر و دغا و دزدی ہے کام اکثروں کا
جب دوست مل کے لوٹیں اسباب مشفقوں کا پھر کس زباں سے شکوہ اب کیجے دشمنوں کا
ہشیار یار جانی یہ دشت ہے ٹھگوں کا یاں ٹک نگاہ چوکی اور مال دوستوں کا

گردن کو ہی اچکا تو چور رات میں ہی
نٹ کھٹ کی کچھ نہ پوچھو ہر بات بات میں ہی

اِس کی بغل میں گُپتی[1] تیغ اُس کے ہات میں ہی
وہ اِس کی فکر میں ہی یہ اُس کی گھات میں ہی

ہشیار، یار جانی یہ دشت ہی ٹھگوں کا
یاں ٹک نگاہ چوکی، اور مال دوستوں کا

دیکھے کوئی ہی جن کا، ہی گٹھ کٹی وتیرا ؎
جا ہے پہ کھا رہا ہی، لُچّے کا دل حریرا

لٹھ مار ناکتا ہی، ہر آن سر کا پھیرا
جوتی کو تک رہا ہی، ہر دم اُٹھائی گیرا

ہشیار، یار جانی، یہ دشت ہی ٹھگوں کا
یاں ٹک نگاہ چوکی، اور مال دوستوں کا

عیّار اور چھچھورا نت اپنے کار میں ہی
اور صبح خیز یا بھی، اپنی بہار میں ہی

قزاق جس مکاں پر، فکرِ سوار میں ہی
پیادہ غریب اُس جا پھر کس شمار میں ہی

ہشیار، یار جانی، یہ دشت ہی ٹھگوں کا
یاں ٹک نگاہ چوکی، اور مال دوستوں کا

اس راہ میں جو آیا، اسوار لیکے گھوڑا
ٹھگ سے بچا تو آگے، قزاق نے نہ چھوڑا

سویا سرا میں جاکے تو چور نے جھنجھوڑا
نیفا رہا نہ بھالا، گھوڑا رہا نہ کوڑا

ہشیار، یار جانی، یہ دشت ہی ٹھگوں کا
یاں ٹک نگاہ چوکی، اور مال دوستوں کا

نادان کو پلا کر، اک بھنگ کا پیالا
کپڑے بغل میں مارے اور لے لیا دوشالا

دانا ملا تو اُس میں گھولا دھتورا کالا
ہوتے ہی غافل اُس کو پھانسی میں کھینچ ڈالا

ہشیار، یار جانی، یہ دشت ہی ٹھگوں کا
یاں ٹک نگاہ چوکی، اور مال دوستوں کا

پیسے، روپے، اشرفی، یا سیم و زر کا پترا
بھر جیب گھر میں لادے، ہی کون ایسا چترا

؎ جس بند کے سامنے یہ نشان (؎) ہی وہ کلیاتِ نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبد الغفور شہباز سے نقل کیا گیا ہی۔

[1] ننھا گپتی۔

سیانا بھی چوک کھائے یہ فن ہے وہ دھترا — کترے ہے جیب چڑھ کر ہاتھی پہ جیب کترا

ہشیار، یار جانی یہ دشت ہے ٹھگوں کا

یاں ٹک نگاہ چوکی، اور مال دوستوں کا

چڑیا نے دیکھ غافل، کیڑا اُدھر گھسیٹا — کوّے نے وقت پاکر، چڑیا کا پر گھسیٹا

چیلوں نے مار پنجے، کوّے کا سر گھسیٹا — جو جس کے ہاتھ آیا، اُس نے ہی دھر گھسیٹا

ہشیار، یار جانی، یہ دشت ہے ٹھگوں کا

یاں ٹک نگاہ چوکی، اور مال دوستوں کا

صیاد چاہتا ہے ہو صید کا گزارا — اور صید چاہے دانہ کھا کر کرے کنارا

قابو چڑھا تو اُس کا، دانہ وہ کھا سدھارا — اور کچھ بھی چال چوکا، تو وہیں جال مارا

ہشیار، یار جانی، یہ دشت ہے ٹھگوں کا

یاں ٹک نگاہ چوکی، اور مال دوستوں کا

نکلا ہے شیر گھر سے گیدڑ کا گوشت کھانے — گیدڑ کی دھن لگا دے، خود شیر کو ٹھکانے

کیا کیا کرے ہیں باہم، مکر و دغا بہانے — یاں وہ بچا، **نظیر** اک جس کو بچا خدا نے

ہشیار، یار جانی، یہ دشت ہے ٹھگوں کا

یاں ٹک نگاہ چوکی، اور مال دوستوں کا

آدمی

دنیا میں پادشہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی — اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

زردار بے نوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی — نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ٹکڑے چبا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ابدال، قطب، غوث، ولی آدمی ہوئے — منکر بھی آدمی ہوئے اور کفر کے بھرے

کیا کیا کرشمے، کشف و کرامات کے لیے — حتیٰ کہ اپنے زہد و ریاضت کے زور سے

ن۱۔ میدان، چوک کھائی۔ ن۲۔ گھر۔ ن۳۔ بادشاہ۔ ن۴۔ مانگتا ہے۔ یا۔ چبا چکا ہے۔

خالق سے جا ملا ہو سو ہو وہ بھی آدمی

فرعون نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا ۔۔۔ شداد بھی بہشت بنا کر ہوا خدا
نمرود بھی خدا ہی کہاتا تھا برملا ۔۔۔ یہ بات ہو سمجھنے کی آگے کہوں میں کیا
یاں تک جو ہو چکا ہو سو ہو وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی نار ہو اور آدمی ہی نور ۔۔۔ یاں آدمی ہی پاس ہو اور آدمی ہی دور
کُل آدمی کا حُسن و قبح میں ہو یاں ظہور ۔۔۔ شیطاں بھی آدمی ہو جو کرتا ہو مکر و زور
اور ہادی رہنما ہو سو ہو وہ بھی آدمی

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہو یاں، میاں ۔۔۔ بنتے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآن[1] اور نمازیاں ۔۔۔ اور آدمی ہی اُن کی چراتے ہیں جوتیاں
جو اُن کو تاڑتا ہو سو ہو وہ بھی آدمی

یاں آدمی پہ جان کو وارے ہو آدمی ۔۔۔ اور آدمی پہ تیغ کو مارے ہو آدمی
پگڑی بھی آدمی کی اُتارے ہو آدمی ۔۔۔ چلّا کے آدمی کو پکارے ہو آدمی
اور سُن کے دوڑتا ہو سو ہو وہ بھی آدمی

چلتا ہو آدمی ہی مسافر ہوئے کے مال ۔۔۔ اور آدمی ہی مارے ہو پھانسی گلے میں ڈال
یاں آدمی ہی صید ہو اور آدمی ہی جال ۔۔۔ سچّا بھی آدمی ہی نکلتا ہو، میرے لال
اور جھوٹ کا بھرا ہو سو ہو وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی شادی ہو اور آدمی[2] بیاہ ۔۔۔ قاضی وکیل آدمی، اور آدمی گواہ
تاشے بجاتے آدمی چلتے ہیں، خواہ مخواہ ۔۔۔ دوڑے ہیں آدمی ہی تو مشعل[3] جلا کے راہ
اور بیاہنے چڑھا ہو سو ہو وہ بھی آدمی

یاں آدمی نقیب ہو بولے ہو بار بار ۔۔۔ اور آدمی ہی پیادے ہیں اور آدمی سوار
حقہ صراحی جوتیاں دوڑیں بغل میں مار ۔۔۔ کاندھے پہ رکھ[4] کے پالکی ہیں دوڑتے کہار
اور اُس میں جو پڑا ہو سو ہو وہ بھی آدمی

ن۱ - قرآن و نماز - ن۲ - آدمی - ن۳ - مشعلیں جلا کے واہ - ن۴ - رکھتے ۔

بیٹھے ہیں آدمی ہی دکانیں لگا لگا — اور آدمی ہی پھرتے ہیں رکھ سر پہ خوانچا
کہتا ہے کوئی "لو" کوئی کہتا ہے "لا رے لا" — کس کس طرح کی بیچیں ہیں چیزیں بنا بنا
اور مول لے رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

طبلے، مجیرے، دائرے، سارنگیاں بجا — گاتے ہیں آدمی ہی ہر اک طرح جا بہ جا
رنڈی بھی آدمی ہی نچاتے ہیں گت لگا — اور آدمی ہی ناچے[1] ہیں اور دیکھ پھر مزا[2]
جو ناچ دیکھتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی لعل و جواہر ہیں بے بہا — اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہے ہو گیا
کالا بھی آدمی ہے کہ الٹا ہے[3] جوں توا — گورا بھی آدمی ہے کہ ٹکڑا ہے چاند کا
بدشکل، بدنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اک آدمی ہیں جن کے یہ کچھ زرق برق ہیں — روپے کے جن کے پاؤں ہیں سونے کے فرق ہیں
جھمکے تمام غرب سے لے تا بہ شرق ہیں — کمخواب، تاش، شال دوشالوں میں غرق ہیں
اور چیتھڑوں لگا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

حیراں ہوں، یارو، دیکھو تو کیا یہ سوانگ ہے عہ — اور آدمی ہی چور ہے اور آپ[4] ہی تھانگ ہے
ہے چھینا جھپٹی اور کہیں بانگ تانگ ہے — دیکھا تو آدمی ہی یہاں مثل رانگ ہے
فولاد سے گڑھا[5] ہے سو ہے وہ بھی آدمی

مرنے میں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار — نہلا دھلا اٹھاتے ہیں کاندھے پہ کر سوار
کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں روتے ہیں زار زار — سب آدمی ہی کرتے ہیں مردے[6] کے کاروبار
اور وہ جو مر گیا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اشراف اور کمینے سے لے شاہ تا وزیر — یہ آدمی ہی کرتے ہیں سب کار دل پذیر
یاں آدمی مرید ہے اور آدمی ہی پیر — اچھا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظیر
اور سب میں جو برا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

عہ جس بند کے سامنے یہ نشان (عہ) ہو وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کیا گیا ہے۔

نسخہ ۱۔ ناچیں۔ نسخہ ۲۔ دیکھو یہ مزا۔ دیکھا یہ مزا۔ نسخہ ۳۔ ہو۔ نسخہ ۴۔ آپ۔ نسخہ ۵۔ گڑا۔ نسخہ ۶۔ مردے کا۔

سوزِ فراق

مجھے اے دوست تیرا ہجر اب ایسا ستاتا ہی — کہ دشمن بھی مرے احوال پر آنسو بہاتا ہی
یہ بےتابی یہ بے خوابی یہ بے چینی دکھاتا ہی — نہ دل لگتا ہی گھر میں اور نہ صحرا مجھ کو بھاتا ہی
اگر کچھ مُنہ سے بولوں تو مزا الفت کا جاتا ہی — وگر چپکا ہی[1] رہتا ہوں کلیجا مُنہ کو آتا ہی
مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد — وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

کوک کروں تو جگ ہنسے اور چپکے لاگے گھاؤ
ایسے کٹھن سنیہ کا کہہ بدھ کروں اُپاؤ

نہ تھا معلوم الفت میں[2] کہ غم کھانا بھی ہوتا ہی — جگر کی بیکلی اور دل کا گھبرانا بھی ہوتا ہی
سسکنا آہ کرنا اشک بھر لانا بھی ہوتا ہی — تڑپنا لوٹنا بے تاب ہو جانا بھی ہوتا ہی
کیے پر اپنے پھر آپ کو دکھ پانا بھی ہوتا ہی — کف افسوس کو مل مل کے پچھتانا بھی ہوتا ہی
اگر دانستم از روزِ ازل داغِ جدائی را — نمی کردم بدل روشن چراغِ آشنائی را

جو میں ایسا جانتی پریت کیے دکھ ہوے
نگر ڈھنڈورا پھیرتی پریت نہ کیجو کوے

ہجر سے شام تک صحرا میں پھرنا دن کو من مارے — لگا کر شام سے تا صبح گنتا رات کے تارے
لبوں پر آہ دل میں داغ جوں آتش کے انگارے — جسے دل چاہتا ہی اُس کو کچھ پروا نہیں بارے
جب اُس کی ہی یہ مرضی ہم تو چپ بیٹھے ہیں بچارے — مگر اُس کے تصور میں یہی کہتے ہیں اے پیارے
زحالِ من کہ چو نم بے رخت داری خبر یا نہ — دلِ من سوخت آیا در دلت باشد اثر یا نہ

آہ دئی کیسی بنی ان چاہت کے سنگ
دیپک کے بھاویں نہیں جل جل مریں پتنگ

نوٹ۔ ہندی کے دوہوں کے ترجمے کے لیے فرہنگ دیکھو۔

نسخہ ۱۔ چوں رہتا تو۔ نسخہ ۲۔ جو الفت میں۔ نسخہ ۳۔ آخر کو غم کھانا۔

کبھی ہو کر گریباں چاک صحرا کو نکلتا ہوں
کبھی گھبرا کے پھر گھر کی طرف ناچار چلتا ہوں

لگی ہے آگ دل میں شمع ساں جل کر پگھلتا ہوں
دھواں اُٹھتا ہے آہوں کا بہ رنگِ موم گلتا ہوں

بدن میں دیکھ کر شعلہ بھڑکتے ہاتھ ملتا ہوں
بھبھوکے تن سے اُٹھتے ہیں ستی کی طرح جلتا ہوں

ز تابِ آتشِ دوری کہ میسوزد دل و جاں را
نمودہ نبض من بر آبلہ دست طبیباں را

برہ آگ تن میں لگی، جرن لگے سب گات
ناری چھووت بید کے، پڑے پھپھولا ہات

غضب ہے ایک تو سمجھے نہ دل اور جی بھی گھبراوے
تس اوپر ہر گھڑی اُس دل ربا کی شکل یاد آوے

نہ ہو دل کیوں کے ٹکڑے اور نہ جاں کس طور گھبراوے
در و دیوار سے کیوں کر نہ کوئی سر کو ٹکراوے

لگی جو آگ دل میں پھر وہ بجھنے کس طرح پاوے
مگر جس نے لگائی ہو وہی آکر بجھا جاوے

چو در دل آتشِ دوری فتد او را کہ بنشاند
مگر آں کس کہ آتش زد ہماں آبے برافشاند

ہردے اندر دوں لگی دھواں [illegible] پرگھٹ ہوے
جا تن لاگے سو لکھے یا جن لائی ہوئے

کہاں تک کھائیے غم اب تو غم کھایا نہیں جاتا
دل بے تاب کو باتوں سے بہلایا نہیں جاتا

قدم رکھتا ہوں جس جا واں سے سرکایا نہیں جاتا
یہ پتھر ہاتھ سے تِل بھر بھی اُکسایا نہیں جاتا

پڑا ہوں دشت میں رستا کہیں پایا نہیں جاتا
جو چاہوں بھاگ جاؤں بھاگ بھی جایا نہیں جاتا

مکانِ یار دور از من نہ پر دارم نہ پائے دل
عجب در مشکل افتادم چہ ساں طے سازم ایں منزل

نا میرے پنکھ نہ پاؤں بل میں آ پنکھ پیا دور
اُڑ نہ سکوں گر گر پڑوں، رہوں بسور بسور

اِدھر دل مجھ سے کہتا ہے کہ "تو چل یار کے ڈیرے"
اِدھر تن مجھ کو کہتا ہے کہ "تو مت مجھ کو دُکھ دے رے"

جو کہنا دل کا کرتا ہوں تو رہتا ہے وہ گھر میرے
وگر تن کی سنوں تو اور دکھ پڑتے ہیں بہتیرے

نہ دل مانے نہ تن مانے ہر اک اپنی طرف پھیرے
کروں کیا میں نظیرؔ ایسی جو مشکل آن کر گھیرے

دلم دل دار می جوید تنم آرام می خواہد
عجائب کشمکش دارم کہ جانم مفت می کاہد

ن۱ - دوہا لکھے نہ کوئے ۔ ن۲ - ہوئے ۔ ن۳ - نودہ [illegible] رہتا ہے۔

دل چاہے دل دار کو، تن چاہے آرام
دُبدا میں دونوں گئے، مایا ملی نہ رام

طلسم وصال

نظر آیا مجھے اک شوخ ایسا نازنیں چنچل — کہ جس کی دیکھ کر سج دھج مرا دل ہو گیا بے کل
ادا بھی چلبلی اور آن میں بھی کچھ عجب چھلبل — فسوں گر انکھڑیاں ظالم کی اور جس پہ لگا کاجل
کبھی نظریں لڑا وے اور کبھی مکھڑے پہ لے آنچل — پڑا دُر کان میں جھلکے گلے میں سج رہی ہیکل
نگارے گل عذارے نو بہارے ناز پیرائے — دل آرامے پری شکلے بُتے شوخے دل آرائے

دیہہ سمن تیں اوجری مکھ تیں چند لجائے
بھوئیں دھنکیں نان کیں کملن نان چلائے

مجھے اُس شوخ چنچل نے جب اپنا حُسن دکھلایا — دکھا کر اک نظر چلتا ہوا اور مجھ کو تڑپایا
گرا میں ہو کے بے خود یوں پری کا جیسے ہو سایا — پھر اس میں کیا ہوش جب آیا تو دل سینے میں گھبرایا
بہت سا اُس گھڑی میں نے تو اپنے دل کو سمجھایا — نہ مانا دل نے ہر گز ڈھونڈھنا ہی اُس کا ٹھہرایا
کشیدم نالہ واز شوق پیراہن قبا کردم — برائے جُستنِ او صبر و تسکیں را رہا کردم

بھینٹ بھئی جا تیں کہی نینن آنسوا لائے
ہر کوئی ایسا پیت، جو ہیتم مندر بتائے

کہوں کیا اُس گھڑی، یارو عجب احوال تھا میرا — ہر اک سے پوچھتا تھا ہر گھڑی اُس شوخ کا ڈیرا
طلب کی کثرتیں اور جُستجو کا شوق بہتیرا — اِدھر آہوں کی شورش اور اُدھر اشکوں نے آگھیرا
کبھی تھی اِس طرف جھانکی کبھی تھا اُس طرف پھیرا — جو کوئی پوچھتا تھا کیوں میاں کیا حال ہے تیرا
اُزو می گفتم احوالم مپرس اے یار غم خوارم — خرابم دل فگارم بے قرارم نو گرفتارم

"الگن پھندے اُڑ پڑے مُن بھئیں دینو رو دے
دیرگن جا دو ڈار کے سُدھ بُدھ دینی کھوئے

اُبھی یاں اک پری رو کر گیا ہے مجھ کو دیوانہ — مرا دل ہو گیا اس شمع رو کو دیکھ پروانہ

بنایا اس کی آنکھوں نے مجھے اِس مے کا پیمانہ
نگہ نے کر دیا اُس کی مجھے اِک پل میں مستانہ

میاں اک دم تو میں اپنا سُناؤں اُس کو افسانہ
مکاں اُس کا تجھے اے یار کچھ معلوم ہو یا نہ[1]

اگر دانی چناں کن لطف تا بینم مکانش را
نہم سر بر درش در شوق بوسم آستانش را

"نیہہ نگر کے کا ہار ہو ہوں تو رے بلہار
مارت ہو بوبرہ دکھ لے چل وا کے دوار"

یہ سُن کر تھا وہ کہتا میں تجھے اُس کا پتا دیتا
نہیں میں ساتھ جا کر تجھ کو اس کا گھر بتا دیتا

ابھی لے جا کے تجھ کو اس کی ڈیوڑھی پر بٹھا دیتا
جو واں کے بیٹھنے کے طور میں وہ سب جتا دیتا

ادب سے جا کے اُس کے حلقۂ در کو ہلا دیتا
نکلتا جب تو خوبی سے تجھے اُس سے ملا دیتا

ولیکن آن بتِ سرکش ز عاشق عار می دارد
رسیدن تا درش آساں نہ باشد کار می دارد

"پلک کٹاری مار کے ہردے رکت بہائے
کہہ آسا مرت ہو وا کے دوارے جائے"

یہ باتیں کہہ کے تھا میرے بہت وہ دل کو بہلاتا
جو الفت میں جتاتے ہیں وہی تھا مجھ کو بتلاتا

مگر مجھ کو بغیر از دیکھنے کے کچھ نہ تھا بھاتا
کبھی تھا آہ کرتا اور کبھی تھا اشک بھر لاتا[2]

جو روتا میں تو مجھ کو اس طرح آ کر وہ سمجھاتا
ترا دلبر ہو وہ تو دیکھنے کو کیوں نہیں جاتا

ببینم آخرش او را ز من تا کے نہاں باشد
اسیرانِ محبت را کجا پروائے جاں باشد

"نیہہ نگر کی ریت ہو تن من دینوں کھوے
بیت ڈگر جب پگ رکھا ہونی ہوے سو ہوے"

وہ تھا یہ بات سنتا جب مرا منہ دیکھ رہتا تھا
جو چلتا تھا تو وہ اپنی طرف کو بات گہتا تھا

مرا دل آتشِ فرقت میں اُس دل بر کی دہتا تھا
نہ تھا کچھ بن جو آتا اس سے درد و رنج سہتا تھا

گریباں تک پڑا اشک اس گھڑی آنکھوں سے بہتا تھا
وہ کہتا تھا ارے پھر جا تو میں یہ اس سے کہتا تھا

کنم آہ و نمایم گریہ و شام و سحر گردم
نہ بینم تا رخش از جستجو ہرگز نہ بر گردم

نسخہ۱ - معلوم ہو اسے یار، کچھ پا نہ

نسخہ۲ - کبھی دیوانہ بن کر سوئے صحرا اٹھ چل جاتا
دل شیدا کو اپنے تھا کبھی اس طرح سمجھاتا

پیتم یا من موہ کے کینھو مان گمان
بن دیکھے واروپ کے میرے کلبت پران

چلا واں سے میں اُس غم خوار کی باتوں سے گھبرا کر
یہی تھی آرزو دل میں کوئی تبلائے اُس کا گھر

پریشاں حال پھرتا تھا کبھی یدھر کبھی ادھر
نہ پایا جب مکاں اُس کا تو بیٹھا ایک رستے پر

یکایک دیکھتا کیا ہوں کہ آپہونچا وہی دل بر
اُٹھا میں اور کہا یوں رکھ کے سر کو اُس کے قدموں پر

مرا مجروح کردی وز نگاہم رُخ بہ پوشیدی
چہ تقصیرم کہ دل بُردی و حال من نہ پرسیدی

من مورا بس کر لیو کاہے کینی اوٹ
ایسی مو تیں من ہرن کیا بن آئی کھوٹ

کہی یہ بات جب اُس شوخ سے میں نے بہ چشم نم
تو پہلے ناز میں وہ نازنیں مجھ سے ہوا برہم

لگا مجھ کو جھڑکنے اُس گھڑی تیوری چڑھا باہم
پھر اس میں رحم جو آیا تو ہنس کر یوں کہا اُس دم

"تجھے زخمی جو کر آئے تھے اب تیغ نگہ سے ہم
لگا دیں گے ترے ہم زخم پر اب لطف کا مرہم

نظیرؔ ایں حرف چوں گفت آں نگارِ دل ستانِ من
غم از دل رفت و آمد شادمانی ا بہ جانِ من

من میرو یا بات تیں نپٹ بھیو پرسند
نکسو دکھ من بیچ تیں آن بھری آنند

ملاقات یار

ادھر کو جس گھڑی اے ہم نشیں، وہ یار آیا
ہمارے دل سے گئی بے کلی قرار آیا

اُسے جو مہر سے ہر ذرہ پر وری منظور
تو پھر ادھر کو جھکتا وہ مہروار آیا

مزاج اُس کا جو عاشق نواز ہے ہر دم
تو راہِ لطف پہ پھر وہ کرم شعار آیا

کسی نے دوڑ کے ہم سے کہا مُبارک ہو
"تمھارے پاس ہی وہ نازنین نگار آیا

کسی نے گل کی طرح ہنس کے یوں کہا آ کر
"بھلا ہوا کہ تمھارا بھی گل عذار آیا

خوشی یہ بولی "تمھاری میں گرد خاطر ہوں"
ادھر سے عیش پکارا کہ "میں بھی حاضر ہوں"

ننلہ - کرۃ ھت

گیا ملال ہوئے شاد ہم زمانے سے | ہوا ملاپ چھٹے ہجر کے ستانے سے
نشاط جی کو ہوئی ہر طرف کے ملنے سے | سرور دل کو ہوا ہنسنے اور ہنسانے سے
ہوئی نمود وہ ساعت بھی انبساط بھری | کہ جس میں شاد ہوئے ہم بھی دل لگانے سے
ہر اک طرف سے ہوئی سو طرح کی خوش وقتی | نویدیں آئیاں عشرت کے کارخانے سے
سماتے پھولے نہیں پیرہن میں اب ہرگز | ہم ایسے شاد ہیں اُس گل بدن کے آنے سے

جہاں میں جس کو ملاقات یار کہتے ہیں
عجب بہار ہے، اس کو بہار کہتے ہیں

ہمارے دل میں جو فرقت کی بے قراری تھی | تو اُس کے ہاتھ سے صورت عجب ہماری تھی
کبھی خیال رُخ و زلف کا سحر تا شام | کبھی تصورِ مژگاں سے دل فگاری تھی
نہ دل لگے تھا کسی شغل سے کوئی ساعت | نہ جاں کو جز الم ہجر ہم کناری تھی
یہ اضطراب تھا ہر دم یہ اپنی بے تابی | ہمارے حال پہ سیماب کی بھی زاری تھی
خدا کے فضل سے پھر اس میں خیر و خوبی سے | وہ دن بھی آیا کہ جس کی امیدواری تھی

جو دیکھی بھر کے نظر گل عذار کی صورت
تو ہر طرف نظر آئی بہار کی صورت

عیاں جو سامنے آ کر وہ گل عذار ہوا | تو عالم عیش کا پھر ایک سے ہزار ہوا
نگہ کو حسن نے اُس گل کے تازگی بخشی | خوشی قریب ہوئی دور انتظار ہوا
جدا جو ہجر میں ہم سے قرار رہتا تھا | ہمارے دل سے وہ پھر آن کر دوچار ہوا
تسلی دل کو ہوئی اُس صنم کے ملنے سے | رُخ اُس کا دیکھتے ہی رفع اضطرار ہوا
طلب تھی دل کے تئیں جس کی ایک مدت سے | ہزار شکر وہی عیش آشکار ہوا

نشاط و عیش کو خاطر سے ہم قرینی ہے
نیاز و ناز ہے اور لطف ہم نشینی ہے

ہم اپنے دل کی خوشی کا بیاں کریں کیا کیا | کہ ایک لحظہ یہ ٹھہرا ہے عیش کا نقشا
کبھی ہیں دیکھتے رخسارِ یار کو ہنس ہنس | کبھی خوشی سے ہیں چھو لیتے اُس کی زلف دوتا

کبھی ہیں یار کے چشم و نگاہ سے پیتے
خوشی سے عیش کے بھر بھر کے ساغرِ صہبا
کبھی ہیں اُس کے تکلّم سے دل کو خوش کرتے
کبھی ہیں اُس کے تبسّم پہ جی سے ہوتے فدا
جو دیکھتا ہے ہمیں اس طرح کی عشرت میں
تو یہ سخن وہ رہِ منصفی سے ہے کہتا

نظیر تم نے جو حاصل یہ شادمانی کی
یہی بہار ہے بُستانِ زندگانی کی

جُدائی

جہاں میں نام تو سنتے تھے ہم جدائی کا
دے نہ دیکھا تھا درد و الم جدائی کا
دیا فلک نے ہمیں بھی یہ سم جدائی کا
بُرا ہے مرگ سے ایک ایک دم جدائی کا

غضب ہے قہر ہے، یارو ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

گھڑی گھڑی میں اُٹھے ہے تڑپ کے دل سے آہ
جگر کے ٹکڑے نکلتے ہیں اشک کے ہمراہ
جو کوئی شکل مری دیکھتا ہے اب واللہ
یہی کہے ہے وہ سینے سے سرد بھر کر آہ

"غضب ہے قہر ہے، یارو، ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا"

مجھے نہ کیوں کہ مرے دل میں داد اور بیداد
کہ تھے جو عیش و طرب سب وہ ہو گئے برباد
نہ جی کو چین، نہ آنکھوں کو سکھ، نہ دل ہے شاد
بھلا میں کس سے اب اِس ظلم کی کروں فریاد

غضب ہے قہر ہے، یارو ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

کبھی تو یار کے آنے کی راہ تکتا ہوں
گلی میں اس کی کبھی جا کے سر پٹکتا ہوں
کبھی تو آہوئے[1] جنگل میں جا بھٹکتا ہوں
نکلتی جان نہیں اور پڑا سسکتا ہوں
غضب ہے قہر ہے، یارو ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

---

[1] دوانہ ہو۔

پھروں ہوں دشت و بیاباں میں رات دن غمناک ‏ جلاتا آہ کے شعلے سے سب خس و خاشاک
خراب حال جگر خستہ اور گریباں چاک ‏ یہ جس پر آن پڑے غم، وہ کیا جیے پھر خاک
غضب ہے قہر ہے، یارو، ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے ستم جدائی کا

مری جو چشم سے دن رات آنسو بہتے ہیں ‏ تو جان و دل مرے کیا کیا عذاب سہتے ہیں
جو آشنا ہیں مرے مجھ کو دیکھ رہتے ہیں ‏ سب اپنے حیف سے مل مل کے ہاتھ کہتے ہیں
غضب ہے قہر ہے یارو، ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

جو میکدے کی طرف کو کبھی کروں ہوں گزر ‏ تو دیکھ مجھ کو پریشان، خراب، خستہ و خوار
پیالہ چشم کا آنسو سے بھر ہر اک مے خوار ‏ جگر سے کھینچ کے آہ اور یہی کہے ہے پکار
”غضب ہے، قہر ہے، یارو، ستم جدائی کا
”خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا“

کبھی چمن کو جو گھبرا کے ہوں نکل جاتا ‏ تو واں بھی ہائے ذرا دل نہیں ہے ٹھہراتا
جدھر کو جاؤں اُدھر غم جگر کو ہے کھاتا ‏ عجب خرابی ہے کچھ، ہائے بن نہیں آتا
غضب ہے، قہر ہے، یارو، ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

جو کوئی ہجر میں روتا تھا عاشق محروم ‏ میں ہنس کے کہتا تھا دل میں عبث یہ ہے مغموم
پڑی جو مجھ پہ بھی آکر فراق کی یہ دھوم ‏ وہ اُس کا درد مجھے، ہائے اب ہوا معلوم
غضب ہے قہر ہے، یارو، ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

جو کوئی پوچھے ہے کیا تجھ پہ دکھ پڑا ایسا ‏ کہ جس سبب سے تو پھرتا ہے اس قدر شیدا؟
میں اُس کو جس گھڑی دیتا ہوں اپنا حال سُنا ‏ تو بھر کے آنکھوں میں آنسو یہی وہ ہے کہتا
”غضب ہے قہر ہے، یارو، ستم جدائی کا ‏ خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

نہ بھوک لگتی ہے نے نیند منہ دکھاتی ہے — جو دن ہے تو گھڑی رات مجھ کو کھاتی ہے
نہ دل لگی نہ کوئی چیز مجھ کو بھاتی ہے — کلیجہ ٹوٹے ہے اور چھاتی اُمڈی آتی ہے

غضب ہے، قہر ہے، یارو ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

نہ سُدھ ہے سیر کی مجھ کو نہ انجمن کی خبر — نہ یاد باغ کی ہے اور نہ شہر بن کی خبر
نہ دھیان جسم کا ادھر کچھ نہ پیرہن کی خبر — نہ ہوش دل کا رہے نے مجھ کو تن بدن کی خبر

غضب ہے قہر ہے یارو ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

جو مجھ پہ آن پڑا دن سیاہ مت پوچھو — ہوا ہوں ہجر میں ایسا تباہ مت پوچھو
سوائے مرگ نہیں اب پناہ مت پوچھو — جو ظلم مجھ پہ گزرتا ہے، آہ مت پوچھو

غضب ہے قہر ہے یارو ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

جدائی، ہائے محبت کی کیا بُری ہے تنہا — کہ دل نہ بزم میں بہلے نہ خوش لگے ہے نہ
نظیرؔ ہجر کے اب غم میں رو دیئے تا مگے — بہت بُرا ہے یہ عاشق کے حق میں دکھ ہے یہ

غضب ہے قہر ہے یارو ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

جوشِ جنوں

کروں احوال کا اپنے بیاں کیا تجھ سے میں یارا — مرا جی نقدِ دل جس دن بساطِ عشق میں ہارا
پھرا از بس جو کوہ و دشت میں راتوں کو آوارا — سحر آیا جو میں میا کلبۂ احزاں میں بیچارا

وہیں اک بارگی جوشِ جنوں نے دل کو للکارا

کہ بس کیا کر چکا عمر اپنی صرف اے شعلۂ آتش — دیا آیا تری گرمی میں حرف اے شعلۂ آتش
نہیں نالا تو ہے دریا سے ژرف اے شعلۂ آتش — بڑا ہے کیا فسردہ مثل برف اے شعلۂ آتش

بہار آنی دکھا گر تجھ میں ہے کچھ قوت و یارا

یہ سنتے ہی بھبوکا ہوگیا دل طیش میں آکر — لیا اک ایسا چکر جس طرح پھرتا ہے گھن چکر
کنار و جیب کی سب دھجیاں کر ڈالیں سر تا سر — اُڑا کر گرد مل کر خاک نکلا گھر سے پھر باہر
پڑھا یہ بند اور ہو کر کے نالہ[1] آہ کا مارا

چناں اکنوں ز خود رفتم نہ می دانم کجا ہستم — بہ رنگ جان گزشتم از سر راہ از کہ پیوستم
زرہ بگرفت اکنوں ایں زماں شور جنون دستم — ہجوم محشرم ہنگامہ ام دیوانہ ام مستم
نہ از پا می شناسم سر نہ می دانم ز سر پارا

یہ پڑھتے ہی ہوئی تحرّک جنوں کی اور سر سائی — عجب دیوانہ پن کی آ کے موج آنکھوں میں لہرائی
جو ہیں دریائے دل نے آ کے پھر چلنے کی ٹھہرائی — قضا نے لا وہیں اک اس قدر زنجیر پہنائی
کہ جس کے غل کا پہونچا عرش کے کانوں میں جھنکارا

خدا جانے اُڑا لائی قضا جا کر کہاں سے وہ — زمیں سے نکلی کافر یا کہ اُتری آسماں سے وہ
نرالی تھی غرض اے یارو زندانِ جہاں سے وہ — کھٹکتی[3] دو تنک جاتی تھی اِس شور و فغاں[4] سے وہ
مگر گرجا زمیں کے رعد کی نوبت کا نقارا

۵
گریباں چاک سر عریاں پریشاں مو برہنہ پا — جگر میں شورِ محشر اور زباں اوپر اہا ہاہا
لگا پھرنے جو ہیں شعلہ ہر اک کے گھر میں ہر اک جا — محلے میں پڑا غل، دوڑیو، چلیو، غضب آیا
دوانا ہوگیا ہے پہلواں، یارو، جنوں مارا

۵
مچا یے داد و فریاد اس قدر اور الاماں جب ان — کوئی بھاگا کہیں جا کر، ہوا کوئی کہیں پنہاں
تو پھر اس حال سے آخر نکل کر واں سے سرگرداں — گیا اک دیر میں اور واں جو لعبت کر اُٹھے ہاں ہاں
تو نکلا واں سے گھبرا کر بتوں کا باندھ پشتارا

۵
عجب عالم ہوا اُس دم کہیں ہو، حق، کہیں ہو، ہا — اسی انبوہ سے جا کر پھر اک مسجد کو جا گھیرا
موذن بھاگ گئے اور عابد چھپے حجروں میں اپنے جا — مصلّا پھاڑ، شجرے توڑ، لوٹے پھوڑ کر اُس جا

۵۔ جن بندوں کے سامنے یہ نشان (۵) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبد الغفور شہباز سے نقل کیے گئے ہیں۔
ن۱۔ نعرہ۔ د۲۔ پھر تو۔ ن۳۔ کھٹکی گھستی۔ ن۴۔ سوز۔

گئی زاہد کچل ڈالے گیا واعظ کا سر پارا

جنوں نے پھر کڑک اور کھڑکھڑا کر واں سے مارے پر ۲ تو آپہنچا اُسی عالم میں اک میخانے کے اوپر
مغان و مغ بچے بھاگے شرابی کانپ اُٹھے تھرتھر خم و قرابہ مینا و ساغر توڑ کر یکسر

زمین میکدہ سب مے سے کر دی خون کا گارا

چمن کے دیکھنے کی پھر ہوئی اس جا سے تیاری ۲ کچل مارے تمامی پھول پھل اور تختہ و کیاری
ستم یہ دیکھ اک آتش زدی بلبل جو چہکاری تو لی پھر راہ جنگل کی نکل اس طور یکباری

بگولا باد کا، یا برق، یا آتش کا انگارا

فضا دیکھی جو صحرا کی تو زنجیریں تڑا ڈالیں ۲ بلند و پست میدانوں کی سب گردیں اڑا ڈالیں
ہجوم جوش سے ہر کوہ کی کمریں ہلا ڈالیں تو پھر اس کوہ و صحرا میں عجب دھومیں مچا ڈالیں

کبھی فرہاد کو گھیرا کبھی مجنوں کو جا مارا

چلا ایسا ہوا کا آسمان سے آگے اک جھوکا ۲ کہ اس شور جنوں کا، آہ، سب عالم گیا گزرا
چڑھا اس جوش سے آنکھوں میں آکر اشک کا دریا کہ لڑیاں بن کے کافر ہر سر مژگاں سے یوں اچھلا

گویا چھوٹا ہزارا ساون اور بھادوں کا فوارا

گھٹا اُمڈی جنوں کی اور دھواں آہوں کا آ گمڑا ۲ کڑک نالے کی بجلی نے پھر اس عالم کو چمکایا
تماشا دیکھنے کو اُس گھڑی اک عالم آ اُمڈا لگا یوں مینہ برسنے ہر طرف لڑکوں کے پتھروں کا

پڑے ہر جیسے جھڑیاں باندھ کر اولوں کا بوچھارا

بڑھا پھر تو جنوں کے جوش کا اس جوش پر ساماں ۲ جبھی سے کھل گئی شور قیامت کی بھی آکر واں
پڑے تھے اشک کی فوجوں سے نالوں کے نشاں دریاں نقیب آہ کہتا تھا بڑھے جانا اٹک، اے یاراں

کوئی پامال ہو جاوے تو پھر اپنا نہیں چارا

زمیں سے آسماں تک بندھ گیا ایسا سماں آکر ۲ ہجوم خلق سے جیں تھیں مچی ہر کو ٹھے کوٹھے پر
وحوش و طیر نکلے کانپ اُٹھے دیوار و در تھر تھر ہوا سناٹے لیتی تھی فلک کو آ گیا چکر

تماشا دیکھتیں تھیں حوریں ملک کرتے تھے نظارا

عجب دیوانگی نے پھر تو کیں گہری ملاقاتیں ۲ کبھی دائیں کبھی بائیں دکھائیں زور کی گھاتیں

اُدھر پر نور آیا فلک کے کان میں باتیں   کھڑا رہتا تو پڑتی تھیں زمیں کے فرق پر لاتیں
جو چلتا تھا تو پھر پامال تھا کیا سنگ کیا خارا

میاں پھر تو جنوں کے بندھ گئیں واں اس قدر چھا ہیں   کہ ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہوئے خلقت کے اور بند ہو گئیں راہیں
جو اس میں کوچۂ دل دار کی دل کو ہوئیں چاہیں   تو لے بھاگا جنوں واں سے گلے میں ڈال کر باہیں
لے آیا واں کہ تھا جس جا وہ برج حسن کا تارا

کیا آکر جنوں نے دل کا واں یہ غلغلہ برپا   کہ بن کر آگ اور خس لس جلایا گھر رقیبوں کا
نہ وہ انبوہ رہا نے وہ مزا نے دھوم نے چرچا   نظیرؔ آیا جو ہیں پھر ہوش میں تو کہہ کے یہ بولا
کہ آخر ہر کمالے را زوالے می شود، یارا،

دید بازی

پھبتا ہے اُس کو یار و دم عاشقی کا بھرنا   ہو یاد جس کو سو سو گل پھول کا کترنا
جس گھاٹ حسن اترے اُس گھاٹ ہی اترنا   جس ڈھب کا حسن دیکھا اس ڈھب ہی کر گزرنا
سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

دیکھا جو حسن بھاری نشہ زور یا جب باڑا   تو پہلوان بن کر کھودا وہیں اکھاڑا
ڈنڈ بیل بھان مگدر لیزم سے خم کو جھاڑا   اس پیچ سے ہی گُل رو بیٹھے کو دھر پچھاڑا
سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

جو حسن تھا حمکنا قاتل کا مثل گتا   تو کرٹی باز بن کر پھینکا پھری بھی گدکا
بانک اور پٹا ہلایا محنت سے ہو کے لتا   راوت ہی بن کے مارا اُس پر بھی اپنا ہتا
سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

۱۔ دادو رنگ و روپ اُڑا۔ ۲۔ بیٹھے۔ ۳۔ پھبتا۔ ۵۔ "گرٹی" (؟)

دیکھا جو حسن بانکا تو بن کے ٹیڑھے بانکے تیغ و سپر تپنچے باندھے ہیں سب جہاں کے
کرخانہ جنگی اُس سے کھائے بدن پہ ٹانکے ٹانکے تو کھائے لیکن پھنکلے بھی خوب بھانکے

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

تصویر سی کسی کی صورت جو دی دکھائی تو بن کے پھر مصوّر تصویر ہی بنائی
گلیوں میں سیر دیکھی میلوں میں جا لگائی اس شکل سے ہی اکثر کی حسن کی کمائی

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

تقے کی طرح دل کو جس حسن نے مروڑا تو پال کر کبوتر اُس سے ہی دل کو جوڑا
دکھلا مکھی کا بیٹھا یا شست رو کا جوڑا کیسا ہی پر کھڑا تھا پر موکھ سے نہ چھوڑا

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

دیکھا جو حسن یار دجوں لعل یا انگارا تو لعل چینی کا ہی پھر پالنا بچارا
کل پاکہ جال روکا اور لعل کو اُتارا اُس لعل کے ہی ڈھب میں اُس پر بھی جال مارا

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

بازاری حسن دیکھا تو کرکے دل فگاری پنجرے بنائے خاصے رنگین ہلکے بھاری
ڈالے ہنڈولے اُس میں رنگین زرنگاری اُن پنجروں ہی میں کرنی اپنی دکان داری

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

اچھا لگا جو دل کو سیمیں بدن پیارا تو کیمیا گری کا پھر ٹھکٹھکا سنوارا
دکھلا کے چاندی سونا جیسے چمکتے تارا پارا ہی تھا تو اُس کو اُس ڈھب میں مار اتارا

نمبر ۱ - سے ۔ نمبر ۲ - چینی ۔ نمبر ۳ - ہلکے بھاری ۔ نمبر ۴ - چمکتا ۔ نمبر ۵ - بھی ۔

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

جمنا پہ جب کہ دیکھے اس حسن کے سناپے — تو بن کے باہمن اس جا چھاپے تلک ہی چھاپے
چندن دکھا کے ہر دم درپن دکھا کے بھاپے — اس گھاٹ پر بھی آخر اپنے ہی چھاپے چھاپے

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

جادو جو حسن دیکھا تو سیکھے جادو ٹونے — بیروں کے تئیں جگا کے بیٹھا یا کونے کونے
پاڑ کھوپری کے کاجل چانول سندور، سونے — جادو میں دیکھ ڈالے کافر کئی سلونے

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

دیکھا جو حسن قابل تو ریختہ بنائے — کچھ کریاں بنائیں اور کچھ کبت بنائے
سکھیوں کی بحث ڈالی اور کھنڈ بھی جمائے — جب جھولنے نہ پائے پھر تو مزے اڑائے

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

جو حسن ننیر دیکھا تو ریچھ کو نکالا — اور بن کے ریچھ والے سونٹا کڑا سنبھالا
کشتی سے کھڑ کھڑایا اور آپ کو اچھالا — اس ریچھ سے بھی کتنے گل رو کو دیکھ ڈالا

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

کھڑکی کا حسن دیکھا تو پھر بچا کے بندر — بکرا بھی لا بٹھایا اس کام کا سمندر
جب ڈگڈگی بجائی کوچہ گلی کے اندر — لڑکے ہزاروں بوڑھے آ دمیاں قلندر

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

نذا ۔ بڑھ ۔

پایا جو رنگ بھولا تو بن کے رنگ بھریے — چھلے، انگوٹھی ڈھالے سانچے کی کر کے بھریے
بولا کوئی تو اس میں کچھ تو خدا سے ڈریے — تو اُس سے ہنس کے کہنا کچھ بات یاں نہ کریے

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

دیکھا جو حُسن کوئی بل دار لہر کھایا — تو بن گئے سپیرے اور سانپ کو جلایا
تو بین بجا کے ہر دم سانپوں کا پھن ہلایا — اُس سانپ کے ہی فن سے اپنا بھی مَن منایا

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

دیکھا جو حُسن سرکش سیانے ہی ہو پکارے — دھونی فلیتے لکھے اور بھوت جن اُتارے
پھونکی چڑیل خندی دیوؤں پہ ہاتھ مارے — اک چھوٹے منتر اس میں کیسے کیے نکھارے

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

جو حُسن بالا دیکھا تو مکڑیاں بنائیں — ڈبیوں میں ڈال مکھی اور مکڑیاں لڑائیں
کچھ چینیاں منگائیں کچھ پُتلیاں نچائیں — اِن پتلیوں کی خاطر کیا پُتلیاں لڑائیں

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

ہر اک پلنگ اُتارا شیشے میں جڑ کے ماشا — ککڑی کے پھول کترے اور سنگترہ تراشا
مولی کا ہنس، بگلا، گاجر کا مور باشا — دیکھا ہر اک بہانے اِس حسن کا تماشا

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

میلوں میں آم جامن سیب و انار بیچے — بہروپ میں ڈال موٹھیں یا پڑ آچار بیچے
گھاٹوں میں جا چبینے نقد و اُدھار بیچے — چکلوں میں بن کے مالی پھولوں کے ہار بیچے

ن۱ - فن بنایا - ن۲ - چینیاں -

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

گر آ پڑی کسی دن کچھ سیتلا بُرائی — تو بیچ کر بجایا کی دل کی سر برآئی
پھر بن گئے پجاری کر حسن کی اوگائی — اس سیتلا کی مت میں اپنی ہی مت گنوائی

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

ہولی کی پھر بہاریں آ پہونچی دائیں بائیں — تو بن کے جوگی چیلے باندھی عجب ہوائیں
آزاد بے نوا ہو پھر کہیں ندا صدائیں — اُس حال قال ہی سے دیں حسن کو دعائیں

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

خوبی کا لہر کھانا دیکھا جو حسن لہری — پالے بٹیر، طوطے، بگلے، بئے، گلہری
کی بات وہی جو کچھ اُس کے پسند ٹھہری — اُس لہر کی ہر دیکھی کیا کیا بہار گہری

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

دیکھا جو حُسن سیانا تو بن گئے دوانے — لاگے ہر اک کو اپنے دیوانہ پن جتانے
لڑکوں کے سنگ کھانے اور شور غل مچانے — دیکھے ہزار جھگڑے آخر اسی بہانے

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

دیکھی جو نرم و نازک اس حسن کی کلائی — منہیار بن کے چوڑی ہاتھوں میں کھن کھنائی
بیچے بہت کھلونے اور جو بن ہد آئی — آخر بھکاری بن کر کی حُسن کی گدائی

سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

---

۲۰ بنائی - نسخہ - بھی

لازم ہے اُس کو یارو، عاشق وہی کہاوے — جو اس طرح کہانی[1] کر حسن کو بڑھاوے
بہروپیا بھی اپنا بہروپ بھول جاوے — آگے نظیرؔ کیا کیا عاشق کی دُھن بتاوے
سو مکر و فن بنانا سو رنگ و روپ بھرنا
عاشق کو ہر طرح سے خوباں کی دید کرنا

مخمس بر غزل خود

کُیا تو نے حال اُس سے مرے درد کا کہا؟ — اور میرے انتظار کا کیسا ماجرا کہا؟
رنج فراق کچھ نہ کہا تو نے یا کہا؟ — قاصد صنم نے خط کو مرے دیکھ کیا کہا؟
"حرفِ عتاب یا سخن دلکشا کہا؟"

آتا ہے ہول اب تو مرے دل میں ہو بہو — صبر و قرار ہوتے ہیں خاطر سے ایک سو
جس جس طرح کی باتیں ہوئیں تیرے روبرو — تجھ کو قسم ہے کیجو نہ پوشیدہ مجھ سے تو
"کہیو وہی جو اُس نے مجھے برملا کہا"

مَیں تو کمال ہجر میں ہوں اُس کے بے قرار — دن رات اُس کے آنے کا رکھتا ہوں انتظار
جلدی سُنا مجھے جو ہوا تجھ پہ آشکار" — قاصد نے جب تو سُن کے کہا کیا کہوں میں یار
"پہلے تو مجھ کو[2] اُس نے بہت نا سزا کہا

"تھا ہوا مرا عرقِ شرم بیچ نم — سنتا رہا میں جو جو کہا اُس نے بیش و کم
"غصّے کی باتیں کہہ چکا جب مجھ سے وہ صنم — پھر تجھ کو سو عتاب سے جھنجھلا کے دم بہ دم
"کیا کیا کہوں میں تجھ سے کہ کیا کیا بُرا کہا

"پھر نامہ خط کا دیکھتے ہی کھا کے پیچ و تاب — نامے کو دور پھینک دیا ہو کے پُر عتاب
اور یوں کہا کہ جاؤ یہی خط کا ہے جواب — اس کا مزا چکھاؤں گا جا کر اُسے شتاب
"رہ رہ اسی سخن کے تئیں بارہا کہا

میرے جو ہوش سنتے ہی اس بات کے اُڑے — گھبرا کے جلدی میں نے قدم راہ میں رکھے

نا ۱- کی گھاتیں۔ نا ۲- مجھی کو۔

"آیا ہوں پرشتاب خبر کرنے کو تجھے — میری تو کچھ خطا نہیں تو ہی سمجھ اسے
"بے جا کہا یہ اس نے تجھے یا بہ جا کہا"

"تجھ پر تو اس نگاہ کی خو بو تھی سب عیاں — کیوں نامہ لکھ کے تو نے کیا درد دل بیاں
"اب آن کر کرے گا وہ کیا کیا خرابیاں — کہتا تھا میں تجھے کہ نہ بھیج اس کو خط میاں
"لیکن **نظیر** تو نے نہ مانا مرا کہا"

خمسہ بر غزل خود

قمر خجل ہوا خوبی کی تھلک نہ دیکھ سکا — سنہرے رنگ کی کندن ڈلک نہ دیکھ سکا
گہر بھی لب کے سجن کی ڈھلک نہ دیکھ سکا — ترے جمال کی سورج جھلک نہ دیکھ سکا
کھلی نقاب رہی جب تلک نہ دیکھ سکا

ترے الم میں نہ ہو دخل سو مہورت کو — نہ ہم سری ہو کبھی صاف سے کدورت کو
ملاپ تجھ سے کہاں آب و گل کی صورت کو — تو وہ ہے نور سراپا کہ تیری صورت کو
بشر تو کیا ہے مری جاں ملک نہ دیکھ سکا

غم فراق میں جینے سے ہم جو اکتائے — ندان یار کے کوچے میں جا کے کام آئے
تو واں بھی ذرے ہمارے ہوا نے اڑوائے — گلی کی خاک بھی ہو کر نہ ٹھہرنے پائے
ہمیں تو آہ، فلک یاں تلک نہ دیکھ سکا

ہوا ہوں سوکھ کے کانٹا میں ہجر میں رو رو — نہ بال اور نہ کمر اب مرے مقابل ہو
کمال ضعف کا اپنے کہوں میں کیا یارو — یہ ناتواں ہوں کہ آیا جو یار ملنے کو
تو صورت اس کی اٹھا کر پلک نہ دیکھ سکا

پڑا ہے آہ مجھے جب سے شوخ سے پالا — نہ جی کو چین ہوا اور نہ دل نے سکھ پایا
لگا لگا کے نگاہوں کا تیر اور بھالا — گھڑی تو دل کو پرو دیا گھڑی جگر چھیدا
کبھی خوشی مجھے وہ اک پلک نہ دیکھ سکا

نسخہ - سخن -

ابھی تو آہ خموں میں شراب ہے باقی — سبھوں کی عیش کی یاں ہو ہی بیباقی
ہمارے یار کو ظالم یہ عین مشتاقی — لگا گھٹا نے جواب می کو دم بہ دم ساقی
ہمارے جام کی شاید چھلک نہ دیکھ سکا

کبھی ادھر کو جو قاصد ترا گزر ہووے — دیا کہ راہ میں جاتے کہیں وہ تجھ سے ملے
تو آہ بھر کے یہ کہیو تو اس پری رو سے — ”نظیر“ تجھ سے نہ ہوتا کبھی جدا پیارے
مگر یہ عشق حسد سے فلک نہ دیکھ سکا“

خمسہ بر غزل خود

تھا وصل کا جس طور نشا دل میں دوبالا — ویسا ہی فلک نے یہ خلل ہجر کا ڈالا
کیوں کر نہ بہے اشک سے اب اشک کا نالا — پھر ہو کے خفا روٹھ گیا ہم سے وہ لالا
اے داغ مبارک ہو تجھے منصب والا

قصے کو مرے سامنے ہرگز نہ کبھانو — اثبات جو کرتا ہے تو اس بات کو چھانو
یہ جھوٹ نہیں تم اسے مانو کہ نہ مانو — شیریں کے در او پر یہ جو ہے شیر نہ جانو
فرہاد کے لوہو کا چھلکتا ہے پیالا[۱]

بلغم کبھی ہم سے ہوا تھا نہ جدا وہ — کل اُس کے تئیں لے گیا اک شوخ جفا جو
جیتا ہے خدا جانے ویا مر گیا رو رو — کیا جانیے[۲] کس حال میں ہووے گا عزیزو
دل آج مرا سلمہ اللہ تعالے

ہر گرچہ لڑکپن میں ابھی شوخ وہ مشہور — پر دم میں کسی کے نہیں آتا ہے بہ مقدور
کیا کیا میں کروں اس کی اب عیاری کا مذکور — بوسے کی طلب کی تو کہا ”ناز سے چل دور“
اور دل کو کہا لے تو وہیں ہنس کے کہا لا

دل سب سے اٹھا جان تجھے میں نے جو چاہا — جو ظلم و ستم تو نے کیا میں[۳] نے اٹھایا
اب نزع میں ہوں تیرے تغافل سے اہاہا — رک رک کے[۴] ترے ہجر میں اے رشک مسیحا

نسخہ۔ یہ نالا۔ نسخہ۲۔ جانے وہ۔ نسخہ۳۔ سب وہ۔ نسخہ۴۔ میں۔

"مرتا ہوں ہے اب کوئی جینے کی دوا لا"

اُس شوخ کو یارو، یہ کوئی جا کے سناؤ — یعنی مجھے اِس ہجر کے زنداں سے چھڑاؤ
کچھ باقی نہیں مجھ سے تم اب ہاتھ اُٹھاؤ — مجھ ضعف کے مارے کو نہ زنجیر پہناؤ
کافی ہے مری قید کو اک مکڑی کا جالا

کل ہو جو گیا اس صفِ مژگاں سے مقابل — بسمل سا تڑپتا تھا سرِ شام سے گھائل
جب ہونے سے اب مجھ کو یقیں ہو گیا حاصل — شاید کہ موارات کو سینے میں مرا دل
نے آہ، نہ زاری، نہ دمِ سرد، نہ نالا

نے زر ہے مرے پاس جو اُس شوخ کو دیکھوں — نے زور کہ دھمکا کے اُسے پاس بلاؤں
کچھ بن نہیں آتا ہے کسے جا کے سناؤں — گر بس ہو مرا تو میں کسی چور سے کہہ دوں
جا آج پلنگ اُس کے تو سونے کا اُٹھا لا

دنیا میں جو کرتا ہے کسی کی کوئی اب چاہ — سب ناز اُٹھاتا ہے وہ اُس شوخ کے دل خواہ
خوباں کے مزاجوں سے ابھی تو نہیں آگاہ — وہ آپ سے روٹھا نہیں منّنے کا نظیرؔ آہ
کیا دیکھے ہے چل پانوں پڑ اور اُس کو منا لا

خمسہ

تھا ہجر میں جیسا دلِ ویراں تہ و بالا — ویسا ہی بسا وصل کا ہوتے ہی اُجالا
ہو جاہ کا رتبہ نہ بھلا کیوں کے دو بالا — پھر آن کے منّت سے ملا ہم سے وہ لالا
المنّۃ للہ تقدس و تعالےٰ

کچھ غم نہیں گر تو نے لہو میرا بہایا — بسمل کی طرح خاک میں اور خوں میں نہایا
ارمان جو کچھ دل کا مرے تھا سو بر آیا — گر قتل مجھے تو نے ہمیشہ کو جِلایا
ظالم تجھے جیتا رکھے اللہ تعالےٰ

اس عالمِ لیلیٰ کی ہوئی جب سے مجھے چاہ — تن سوکھ کے کانٹا ہوا اور مثلِ پرِ کاہ

لا۔ زلف۔ منا۔ منے۔

اس حال کو پہونچا ہوں غم و درد سے، واللہ ‏ ‏ دیکھ اب تو مجھے ہر کوئی کہتا ہے یہی، "آہ"

"پھر قبر سے اللہ نے مجنوں کو نکالا"

آنکھوں میں دم آیا ہے مرا نزع ہے اب تو ‏ ‏ دنیا سے گزرتا ہوں میں حسرت زدہ رو رو

اُکھڑا ہے دم اور نکلے ہے جی اب، کوئی دم کو ‏ ‏ مر مر مجھے کہتا تھا سو مرتا ہوں میں یارو

اب لاؤ کہاں ہے؟ وہ مرا کوسنے والا

غنچوں کی طرح مل کے لہو اپنے دہن سے ‏ ‏ زخموں کے نشاں سب وہ نمایاں ہیں بدن سے

حسرت زدہ گھبرا کے ہر اک اپنے کفن سے ‏ ‏ بن تختۂ گل آخرش اس خاکِ چمن سے

نکلا مرے قاتل کے شہیدوں کا رسالا

مرتا ہوں تڑپتا ہوں پڑا ہجر میں اس بن ‏ ‏ دن عمر کے بھرتا ہوں شب و روز میں گن گن

مل جاوے کہیں تجھ سے وہ کافر جو کسی دن ‏ ‏ قاصد تو مرا نام تو لیجو نہ ولیکن

کہنا "کوئی مرتا ہے ترا چاہنے والا"

اب فصلِ بہار آئی ہے دھوموں سے زمیں میں ‏ ‏ فرقت کے غم و درد سے طاقت نہیں تن میں

اور غل میں پڑے بلبل و گل سرو و سمن میں ‏ ‏ کیا خاک اُڑانے کو چلیں، آہ، چمن میں

نہ یار، نہ ساقی، نہ صراحی، نہ پیالا

مدت میں کہیں ایک تو آنا ہوا اُس کا ‏ ‏ اور آتے ہی قسمت نے مری اُس کو رُٹھایا

رہ رہ کے مجھے اب تو یہی حیف ہے آتا ‏ ‏ جیسا کہ وہ ہو مجھ سے خفا روٹھ چلا تھا

اللہ نے کیوں جب ہی مجھے مار نہ ڈالا

یہ نور جو برسے ہے پڑا کوچہ و در سے ‏ ‏ یارو، یہ تجلّی تو نہ ہو شمس و قمر سے

دل دھڑکے ہے دیکھا نہیں جاتا ہے نظر سے ‏ ‏ شاید وہی بن ٹھن کے چلا ہے کہیں گھر سے

ہے یہ تو اُسی چاند سی صورت کا اُجالا

اُس شوخ سی صورت کو ترس رہتی ہیں آنکھیں ‏ ‏ دریا کی طرح رات اور دن بہتی ہیں آنکھیں

فرقت کا جو ازبس کہ ستم سہتی ہیں آنکھیں ‏ ‏ لے لے کے بلائیں مجھے یہ کہتی ہیں آنکھیں

لٹا - بڑے

صدقے ترے پھر ایک نظر اُس کو دکھا لا

عہ
ہر اُس کے تو چہرے پہ عجب رنگ چمکتا ۳ پر رنگ وہ ایسا ہے کہ سمجھا نہیں جاتا
نہ سبز نہ سُرخ اور نہ سفید اور نہ سنہرا دل جانے ہے اُس رنگ کو جو رنگ ہے اُس کا
یوں کچھ ہی کہو وہ تو نہ گورا ہے نہ کالا

چکر نے مرے ہوش کو افلاک نے کھویا تلووں کے تئیں خار بیاباں نے پرویا
نے ابر نہ شبنم نے ٹک آنکھوں کو بھگویا صحرا میں مرے حال پہ کوئی بھی نہ رویا
گر پھوٹ کے رویا تو مرے پانوں کا چھالا

کل ہم نے جو کی بادہ کشی صبح سے تا شام اور پی کے چلے ساتھ ستم گر کے کئی جام
اس ضد کا بھلا کیوں نہ اُسے دیجیے الزام اوروں کو جو گرتے ہوئے دیکھا تو لیا تھام
ہم گر بھی پڑے تو بھی نہ ظالم نے سنبھالا

کیا کیا نہ ستم تو نے سہے عشق میں جاں کاہ آنکھوں میں دم آیا ترا تن غم سے ہوا کاہ
اب جینے کا تیرے کوئی چارہ نہیں واللہ ہم تجھ سے اسی روز کو روتے تھے نظیرؔ آہ
کیوں تو نے پڑھا عشق و محبت کا رسالا

خمسہ ہفت زبان

ہمیشہ چاہت کی دُھن ہے جس کو وہ دل اُس کا ہے مہر خوں کا پالا[نسخہ ۲] لگائے رکھتا ہے اُس کی چیٹک جو حسن اُس نے یہ دیکھا بھالا
دیا دل اپنا اُسی کو ہنس کر جہاں پری رو نے یوں کہا لا[۱] سحر جو نکلا میں اپنے گھر سے تو دیکھا اک شوخ حسن والا
جھمک وہ مکھڑے میں اس صنم کے کہ جیسے سورج میں ہو اُجالا

ہوا نہایت میں جی میں خوش دل نظر پڑا وہ صنم جو مجھ کو صفت کی اُس کے جمال کی واں کھڑے کھڑے میں نے دل میں خوش ہو
جو دیکھی میں نے وہ اُس کی خوبی مری زباں سے ہو گیا ادا وہ وہ زلفیں اُس کی سیاہ پُرخم کہ اُن کے بل اور شکن کو یارو
نہ پہونچے سنبل نہ پہونچے ریحاں نہ پہونچے ناگن نہ پہونچے کالا

عہ جس بند کے سامنے یہ نشان (عہ) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبد الغفور شہباز سے نقل کیا گیا ہے۔

نسخہ ۱ ۔ مجھ کو ۔ نسخہ ۲ ۔ مور جوں کا پالا۔

بہار دیکھی جو اُس صنم کی تو وصف اُس کا کہوں میں کیا کیا　　پری بھی دیکھے تو شرمگیں ہو وہ حسن و خوبی بھری سراپا
وہ چال چنچل وہ نظریں جادو پیاری صورت وہ خوب نقشا　　ادا وہ بانکی عجب طرح کی وہ ترچھی چتون بھی کچھ تماشا
بھویں وہ جیسی کھنچی کمانیں پلک سناں کش نگاہ بھالا

عجب دہن کا وہ شوخ چنچل رو کہوں میں کیا کیا کچھ اُس کی خوبی　　ہوا ادا میں للہ چال سے وہ طرز اُس کی جو میں نے دیکھی
کچھ ایسا مہوش کچھ ایسا دلبر کہوں کہاں تک صفت میں اُس کی　　وہ آنکھیں مست اور گلابی اُس کی کہ اُن کو دیکھے تو دیکھتے ہی
مے محبت کا اُس کے دل کو ہو گیا ہی گہرا نشہ دو بالا

وہ شوخ چنچل کچھ ایسے ڈھب کا کہ اُس کا مکھڑا جو کوئی دیکھے　　پھرے دوانا سا ہر طرف وہ اُسی کی چاہ میں بہت ہوش کھووے
لگاوٹیں بھی کئی طرح کی فریب و فن بھی کئی نمط کے　　لبوں پہ سرخی وہ پان کی کچھ کہ لعل بھی منفعل ہو جس سے
وہ آن ہنسنے کی بھی پھر ایسی کہ جس کا عالم ہی کچھ نرالا

وہ طرفہ دلبر وہ مہر منظر وہ نسترن بر جو میں نے دیکھا　　بجز آہا ہا کچھ اور ہرگز نہ حرف میری زباں سے نکلا
ہوا میں صورت کو دیکھتے ہی غلام اُس کی ہر اک ادا کا　　وہ جامہ زیبی وہ دل فریبی وہ سج دھج اُس کی وہ قد زیبا
کہ دیکھ جس پر پسند دل سے وہ جن کو کہتے ہیں سرو بالا

خوش اپنے دل میں تو بہت ہی میں اُس پری رو کو دیکھنے سے　　نثار اُس پر ہوا میں کیا کیا جب اُس کے انداز و ناز دیکھے
جو شوخیاں میں نے اُس میں پائیں کہاں تک اُن کا بیاں ہو مجھ سے　　نگہ لڑائی جو اُس نے جس دم جھٹک لیا جھپ تو دل کو میرے
ادا و آن اُس نے ادھر دبوچا پلک پلٹ کے اُدھر اچھالا

جب اُس پری رو کے ہاتھوں آکر یہ مشکل اس سے دل کی ٹھہری　　رہا میں بے کس جہاں میں کس سے جو میرے اُس وقت جی پہ گزری
ہوئی اذیت جو مجھ پہ اُس دم وہ میں ہی جانوں کسے خبر تھی　　جو لے لیا دل کو میرے یارو تو اُس نے لی راہ اپنے گھر کی
پڑا تڑپتا میں رہ گیا واں زباں پہ آہ اور لبوں پہ نالا

جب اُس صنم کی ادا نے اُن چال دکھایا اپنا وہ مجھ کو جادو　　پھنسا میں زلفوں کے بل میں یارو رہی نہ عقل و خرد بسر مو
ہوا میں ایسا کہ رنگ بیدل جو ہوش تھا سب ہوا وہ یکسو　　بہت یہ میں نے کیا تھا پوچھوں میں نام اُس کا وہ گل رو
نہ مجھ سے بولا نہ کی اشارت نہ دی تسلی نہ کچھ سنبھالا

غرض وہ عیار میرے دل کو جو لے گیا چھل کے واں سے اُس دم　　صبا کے قاصد کو میں نے بھیجا کئی زبانیں سکھا کے پیہم

نظارا ادا

جو پہونچے واں تو یہ پہلے کہیو تو اپنی زباں سے بدیدۂ نم
پری رخِ من فشکر لب من وے تو باز آ بہ پیشِ چشم
بہ یادِ سروِ تو بے قرارم نہالِ عشقت شدہ است بالا

گیا ہو جب سے تو منہ دکھا کر نہیں پڑا چین مجھ کو اب تک
کھلی ہیں آنکھیں بہ رنگ نرگس رہا ہوں تیری ہی راہ کو تک
جھمک دکھا جا کہ ٹک اپنے رخ کی کسی طرح سے تو پھر بھلا یک
فدائے وجہک عشق شرفا وموع نہرا دمن فراقک
کثیر حزناً مع الہموم ثقیل ہجراً و کالجبالا

ہوئی وہ تقصیر مجھ سے کیا اب تو جس کے باعث ہوا جدا ہے
مرا تو جان و دل اے پری رو تجھی صنم پر فدا ہوا ہے
کسی طرح سے تو جلد آجا نکلتی منہ سے یہی صدا ہے
تساڈی ملنے نوں دل ہے بےکل ابھی وہ گلاں نت آکھدا ہے
سدا سے مینوں دی ہے اپنے گھر دج نہیں تو اٹھے تساڈی مالا

تجھی میں رہتا ہے دھیان میرا نہ سکھ ہے دل میں نہ نیند رینا
ترا ہی لیتا ہوں نام ہر دم جیسیں ہیں ہمرن میں جیسے جلیناں
کہیں سے آمل تو مجھ پیارے جو تیرے دل کو لگا ہے چیناں
تمہاری آسا لگی ہے نسدن تمہارے درشن کو ترسیں نیناں
دلاری سندر انوکھی ابرن ہٹیلے موہن انوکھے لالا

تری جدائی میں اے ستمگر یہ سختی مجھ پر ہے اب گذرتی
نہ گھر میں دل کو قرار آدے نہ میرا باہر کہیں لگے جی
نہیں جو آیا تو اس طرف کو یہ بات کیا تیرے دل میں ٹھہری
اپانے من کو جو چھینو ٹھگیں سی ابار کاین لگائی اتنی
پھر آنکھیں آکر کھٹر موہاں کی پلک کرنا جو تھاں نے گھالا

وہ تیری صورت ہے جب سے دیکھی تو ہر دم آنکھیں میں رہتی حیراں
جو کام آتی ہے یاد تیری تو دل ہے ہوتا بہت پریشاں
ارے سجیلے ارے چھبیلے ارے ڈھبیلے کبھی تو آیاں
اگن برت ہے ہیا میں مورے برہ میں تورے اے من موہنواں
تورے جو نیناں نے موہی کو نہ جیتو تنکو بھوا دکھالا

گیا ہے جب سے تو دل کو لے کر نہیں ہے مجھ کو قرار اک جا
اسی کے نیر سے رکھ کر ادھر ادھر ہوں میں آتا جاتا
ہوا ہے میرا یہ حال اب تو تری جدائی میں اے دل آرا
جگت سبھا است بر ہمکھ اٹکت کہسو اجمن کرن کہا
دوانے کیتی تمن ترجن نہ سدھ کی گر پرنہ بدھ کی چھالا

جو دل پہ گذرا ہے ہم پہ مرے تجھ بن بیاں نہیں ہے کچھ اس کا آساں
یہی تمنا ہے جی میں رہتی کہ تو پھر آوے کوئی گھڑی یاں
[illegible] تو ہو تسلی جو تجھ سے ہووے یہ دل ہو خوش ہاں
کبھی تو نفس [illegible] انتظر کی بھی طرف ٹک اے جاں
بنا کے [illegible] پھرا کے دامن [illegible] ہا گئے لالا

من اھرانک ۔ نیناں ۔ ۳ ۔ انکھیں ۔ ڈھبیلے ۔ ۵ ۔ [illegible]

خمسہ

چہرہ ہے ترا نور کی تنویر کا نقشا — اور مصرعِ قدِ حشر کی تفسیر کا نقشا
یاں تک ہے ترے حُسنِ جہاں گیر کا نقشا — مانی نے جو دیکھا تری تصویر کا نقشا
سب بھول گیا اپنی وہ تحریر کا نقشا

ترچھی ہے نظر تیرِ نگہ نوکِ سناں ہے — جس تیر کا مارا ہوا ہر پیر و جواں ہے
آفت کی ہے تلوار قیامت کی کماں ہے — اِس ابروئے خم دار کی صورت سے عیاں ہے
خنجر کی شباہت، دمِ شمشیر کا نقشا

پلکوں میں تری ہے جو درازی و سیاہی — ہر نوک پڑی دیتی ہے نشتر کی گواہی
عشاق کے لشکر میں پڑے کیوں نہ تباہی — مژگاں کو تری دیکھ یہ کہتے ہیں سپاہی
تصویر یہ بھالے کی ہے اور تیر کا نقشا

شانہ ہے جگر چاک یہ کہتا ہے "دوانو! — میں محرمِ اسرار ہوں، کہنا مرا مانو
اِس قید سے ڈرتے رہو سنتے ہو، دوانو، — یہ زلفِ سیہ عارضِ قاتل پہ نہ جانو
"تقدیر نے کھینچا ہے یہ زنجیر کا نقشا"

اُس قاتلِ بے درد کی جس دن سے ہوئی چاہ — کچھ جرم و خطا مجھ سے نہ ہرگز ہوا[1] واللہ
اس ظلم کی فریاد کروں کس سے میں، اللہ — کیا پردے ہی پردے میں مجھے قتل کیا آہ
ہرگز نہ کھلا کچھ مری تقدیر کا نقشا

آگے تو مرے پاس وہ آتا تھا دل افروز — اب دل میں لگاتا ہے مرے تیرِ جگر دوز
اس درد سے رونا مجھے آتا ہے شب و روز — کیا گردشِ ایام ہے، اے آہِ جگر سوز
اُلٹا نظر آیا تری تاثیر کا نقشا

نکلا تھا رقیبوں کو لیے ساتھ وہ گمراہ — اِتنا ہی کہا میں نے کہ "صد آفریں ہے واہ"
بس اتنی ہی تقصیر پہ کہتا ہے وہ خوں[2] خواہ — "یا گھر سے نکالوں تجھے، یا قتل کروں، آہ"

---

(۱) ہوئی - (۲) دل خواہ

ٹھہرا ہے یہ کچھ اب مری تقدیر کا نقشا

کھیتی ہے محبت کی وہ بووے ہے ہمیشہ
اور اشک کے قطروں سے پرووے ہے ہمیشہ
کھاوے وہیں پیوے وہیں سووے ہے ہمیشہ
دن رات ترے کوچے میں رووے ہے ہمیشہ
عاشق کی یہ ہے منصب و جاگیر کا نقشا

ہے نقش مرے دل میں ترے حسن کا ہر آن
مرکر بھی مرے دل سے نہ جاوے گا ترا دھیان
زنہار نہ بھولوں گا تجھے میں، ارے نادان
میں تو صفِ محشر میں بھی لوں گا تجھے پہچان
رانجھا کو نہ بھولے گا کبھی ہیر کا نقشا

کیا قول کیا پورا کہ اُس کوہ پہ جاکر
دن رات تراشا کیا دل بر کی وفا پر
ناچار جب آسر پہ ہوا وقت برابر
فرہاد نے تیشہ سے لہو اپنا بہا کر
شیریں کو دکھایا وہ جوئے شیر کا نقشا

لیلیٰ کے کھلے بال جو دیکھے تھے نمودار
بھر عمر رہا پھر اُسی پھندے میں گرفتار
کیا چاہ کا اُس کے اب کہوں، آہ میں اسرار
یہ تربتِ مجنوں پہ نہیں گھانس اُگی یار
لیلیٰ کی یہ ہے زلف گرہ گیر کا نقشا

دن رات مرے قتل کو پھرتا ہے وہ گمراہ
اب جی مرا کس طور بچے، اے مرے اللہ!
کیا فکر کروں کس سے کہوں یہ غمِ جاں کاہ
تدبیر تو کچھ بن نہیں آتی ہے نظیرؔ، آہ!
اب دیکھیے کیا ہوتا ہے تقدیر کا نقشا

خمسہ بر غزل خود

خوشی سے دل کی منگا عطر و پان کوٹھے پر
بچھا کے فرش لگا سائبان کوٹھے پر
ہمارے ملنے کا رکھ دل میں دھیان کوٹھے پر
کبھی تو آؤ ہمارے بھی جان کوٹھے پر
لیا ہے ہم نے اکیلا مکان کوٹھے پر

ادا کی تیغ، بھووں کی کمان کوٹھے پر
مژہ کا تیر نگہ کا سنان کوٹھے پر

۱۔ سو۔ ۲۔ ز۔ ۳۔ آنے کی۔

بنا کے ناز و کرشمے کی شان کوٹھے پر
کھڑے جو ہوتے ہو تم آن آن کوٹھے پر
کروگے حسن کی کیا تم دکان کوٹھے پر

تمھاری یاد میں ٹکڑے کیا جگر میں نے
تمھارے ہجر میں چھانا ہر در بہ در میں نے
کھڑا ہو دور سے ٹھہرا کے ٹک نظر میں نے
تمھیں جو شام کو دیکھا تھا بام پر میں نے
تمام رات رہا میرا دھیان کوٹھے پر

اگرچہ ہم کو ستاتے ہو تم بہت سا جی
جھڑک جھڑک کے اٹھاتے ہو بزم سے اپنی
تمھاری مجھ سے تو الفت نہ چھوٹے جیتے جی
یقیں ہے بلکہ مری جان جب کہ نکلے گی
تو آرہے گی تمھارے ہی جان کوٹھے پر

تمھیں خبر نہیں پیارے ابھی ہو تم لڑکے
گلاب و عطر ملا ہے جو تم نے کپڑوں سے
یہ وقت شام ہے اور دونوں وقت ہیں ملتے
مجھے یہ ڈر ہے کسی کی نظر نہ لگ جاوے
پھرو نہ تم کھلے بالوں سے جان کوٹھے پر

ادھر سے زلف بھی اگر ہوا سے لہراوے
ادھر سے پان و مسی بھی جو رنگ دکھلاوے
ادھر سے چاند سا مکھڑا جھلک جو جھمکاوے
بشر تو کیا ہے فرشتہ کا جی نکل جاوے
تمھارے حسن کی دیکھ آن بان کوٹھے پر

جہاں دلوں کی محبت کا کارخانا ہے
وہاں تو لاکھ طرح دیکھنا دکھانا ہے
یہ بار بار کے آنے سے ہم نے جانا ہے
جھمک دکھا کے ہمیں اور بھی پھنسانا ہے
جبھی تو چڑھتے ہو تم جان جان کوٹھے پر

میاں یہ ہے سر بازار کچھ تو خوف کرو
گلابی پیتے ہوے کی نو ٹک کنارے پہ
نشے میں پیارے ہنس ہنس کے مجھ سے مت اینٹھو
تمھیں تو کیا ہے و لیکن مری خرابی ہو
کسی کا آن پڑے اب جو دھیان کوٹھے پر

پڑی ہیں اس پہ یہ چھینٹیں کٹی جو شنگرفی
نہیں تمھاری سر بام رنگ کی سرخی
ہزاروں دیکھی ہیں ہم نے سنہ یریں چونے کی
یہ چونے کاری میں ہوتی ہے سرخی کب ایسی
کسی کے خون کا یہ ہے نشان کوٹھے پر

تمھارے ہجر نے، اے جانِ من، کیا ہر گرہ　　حواس باختہ، نمناک چشم، منہ ہر زرد
بہا کے آنکھوں سے آنسو، جگر سے بھر دمِ سرد　　یہ آرزو ہے کسی دن تو اپنے دل کا درد
کریں ہم آن کے تم سے بیان کوٹھے پر

ہوئے ہیں ہم تو تمھاری محبتوں میں تباہ　　ولے تمھاری وہی ہے دغا و مکر کی راہ
سنو جی، خوب سمجھتے ہیں ہم تمھاری چاہ　　لڑاؤ غیر سے آنکھیں، کہو ہو ہم سے آہ
کہ تھا ہمیں تو تمھارا ہی دھیان کوٹھے پر

یہ دم کی بات جو کہنا ہو اب تو اُس سے کہو　　نہ جانتا ہو تمھاری جو کوئی باتوں کو
ہمیں تو دُھر سے ہے معلوم آپ کی خو بو　　خدا کے واسطے اتنا تو جھوٹ مت بولو
کہیں نہ ٹوٹ پڑے آسمان کوٹھے پر

یہ سن کے باتیں مری ہنس پڑا وہ ماہ منیر　　لگا یہ کہنے کہ تو بھی کوئی بڑا ہے شریر
پھر اپنے ناز و ادا میں سمجھ کے مجھ کو اسیر　　کمند زلف کی لٹکا کے اُس صنم نے نظیرؔ
چڑھا لیا مجھے اپنے نِدان کوٹھے پر

خمسہ بر غزل خود

ہووے جو کوئی اُس بت خود کام سے واقف　　بھر عمر نہ ہو پھر کبھی اسلام سے واقف
دل اپنا تو ہے چشمِ گل اندام سے واقف　　ساقی یہ پلا اُس کو جو ہو جام سے واقف
ہم آج تلک مے کے نہیں نام سے واقف

نت مست رہے میکدۂ عشق میں رہ کے　　سرشار نشوں میں رہے پھرتے رہے بہکے
دیکھے نہ کبھی جور زمانے کی گرہ کے　　مستی کے سوا دَور میں اُس چشم سیہ کے
کافر ہو جو ہو گردشِ ایام سے واقف

اُس شوخ ستمگار کی جس دن سے ہوئی چاہ　　دُکھ بھرتے ہی بھرتے غرض آخر ہوئے ناگاہ
جا ملک عدم میں بھی تڑپتے رہے، واللہ　　مر کر بھی تہِ خاک نہ آسودہ ہوئے آہ
اے عشق نہ تھے ہم ترے انجام سے واقف

پہلے تو پھنسایا ہمیں اُس نورِ نظر نے آخر کو لگا پھر ستم و ظلم وہ کرنے
اب، آہ! اسیری کے پڑے دُکھ ہمیں بھرنے صیاد کی اُلفت سے پھنسے آن کے ورنے
تھے کاہے کو ہم اِس قفس و دام سے واقف

منت سے بھلا کب وہ بلاتا ہے کسی کو جھوٹا ہے، دغا باز ہے، عیار ہے، بد خو
ہم نے تو بہت اُس کی سمجھ رکھی ہے خو بو ملنے کا پیام اُس سے کہو جا کے، عزیزو
جو اُس کے نہ ہو وصل کے پیغام سے واقف

چاہو کہ پھر اب بیچ میں تو تم ہمیں اس آں اب، آہ! یہ ہونا نہیں، اے خسرو خوباں
ناحق دلِ صد چاک کو کرتے ہو پریشاں اور دل سے قسم کھائیے اور ہم تو مری جاں
ہیں خوب تمھارے قسم اقسام سے واقف

اوّل تو نہ کیجے کبھی خوباں کی میاں چاہ اور کیجے تو ہو لیجے سب چیز سے آگاہ
رونا مجھے رہ رہ کے یہی آتا ہے، واللہ کوئی نہیں کرتا، جو کیا تو نے، **نظیر** آہ
دل اُس کو دیا جس کے نہیں نام سے واقف

مسدس

جب ہم نے دن سے اے زیب محفل، باندھا سفر کے ناقہ پہ محمل
فرقت میں تیری، آشفتہ بے دل غربت کے ہمراہ، حسرت کے شامل
رفتیم و بردیم، داغِ تو بر دل
صحرا بہ صحرا، منزل بہ منزل

منزل پہ اُترے تو اشک ریزاں صحرا میں گزرے تو خاک بیزاں
جوں صید زخمی، ہر سو گریزاں القصہ آخر، اُفتاں و خیزاں
رفتیم و بردیم، داغِ تو بر دل
صحرا بہ صحرا، منزل بہ منزل

نکلے جو واں سے ہم، پا پیادہ صد بار ہجراں، بر جاں نہادہ

صد جانِ شکستہ، صد جاں فتادہ — تجھ سے کہیں گیا، اے گل زیادہ
رفتیم و بردیم، داغِ تو بر دل
صحرا بہ صحرا، منزل بہ منزل

منزل بھی طے کی، اور صد بیاباں — طے نے بھی کھینچے، مثلِ عقاباں
بے تاب و بے صبر، ہر سو شتاباں — فی الجملہ ناچار، اے ماہ تاباں
رفتیم و بردیم، داغِ تو بر دل
صحرا بہ صحرا، منزل بہ منزل

چلنے کی طاقت، ہم میں کہاں تھی — قالب تو یاں تھا، اور روح واں تھی
نے دم میں دم تھا، نے جاں میں جاں تھی — لیکن یہی بیت، وردِ زباں تھی
رفتیم و بردیم، داغِ تو بر دل
صحرا بہ صحرا منزل بہ منزل

منزل پہ روئے، ہم آکے ہر شب — اور دن کو لوٹے صحرا میں جب تب
صد اشک در چشم، صد آہ بر لب — آگئے نظر اب، کیا بولے مطلب
رفتیم و بردیم، داغِ تو بر دل
صحرا بہ صحرا منزل بہ منزل

دُنیا کے تماشے

کھول ٹک چشم تماشا، یار باشے پھر کہاں — یہ شکار و صید، یہ شکرے و باشے پھر کہاں
مال و دولت، سونا روپا، تولے ماشے پھر کہاں — دم غنیمت ہے بھلا یہ بود و باشے پھر کہاں
دیکھ لے دنیا کو، غافل، یہ تماشے پھر کہاں

دل لگا الفت میں، اور کر لے پری زادوں کی چاہ — چاند سے مکھڑوں سے مل سورج ڈٹھوں پر کر نگاہ
کچھ مزے کچھ لوٹ حظ، یہ وقت کب ملتا ہے آہ! — کھائے پی ہنسے کھیلے اور دے لے دلائے واہ واہ
دیکھ لے دنیا کو، غافل، یہ تماشے پھر کہاں

حسن والوں کے بھی کیا کیا حسن کے عالم ہیں یاں — سانولے گورے سنہری سرخ باندھے پگڑیاں
کیا سجیں کیا کیا دھجیں کیا ناز کیا چھب تختیاں — بھولی بھولی تیوریں اور پیاری پیاری انکھڑیاں
دیکھ لے دنیا کو، غافل، یہ تماشے پھر کہاں

صبح ہو تو سیر کر باغوں کی جا کر بافراغ ۲ — بلبلیں چہکیں ہیں اور گل کھل رہے ہیں شگفتہ باغ
شام ہو تو روشنی کو دیکھ پی مد کے ایاغ — جل رہے ہیں جھاڑ و مشعل شمع قندیل و چراغ
دیکھ لے دنیا کو غافل، یہ تماشے پھر کہاں

کتنے مےخانوں کے در پر لوٹتے ہیں پی کے مے — کتنے مجلس کر کے سنتے ہیں، دف و مردنگ و نے
دیروں میں اور مسجدوں میں کرتے ہیں غل پے بہ پے — ہر طرف دھومیں مچیں ہیں، دید ہے اور سیر ہے
دیکھ لے دنیا کو غافل، یہ تماشے پھر کہاں

کتنے دل ہیں متفق، کتنے دلوں میں پھوٹ ہے ۲ — دوستی ہے، دشمنی ہے، ضد ہے، مارا کوٹ ہے
پیار ہے ہنس بیٹھنا ہے اور جگت اور جھوٹ ہے — عدل ہے اور ظلم ہے، غارت ہے، لوٹا لوٹ ہے
دیکھ لے دنیا کو، غافل، یہ تماشے پھر کہاں

واہ وا کیا کیا نظیر اس خلق کے اطوار ہیں — خوار ہیں، سردار ہیں، زردار ہیں، لاچار ہیں
گذریاں ہیں، چوک ہیں، بستے کئی بازار ہیں — دشت ہیں، صحرا ہیں، اور دریا ہیں، کہسار ہیں
دیکھ لے دنیا کو غافل، یہ تماشے پھر کہاں

رازداری محبوب

سن لے اے شوخ گل بدن نادان — تجھے کہہ کہہ کے ہم ہوئے حیران
اس طرح بھر کے منھ چبا کر پان — غیر سے تو ہنسا نہ کر ہر آن
اس میں ہوگا ہمارے جی کا زیان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان
گل بدن تالیاں بجا دیں گے — غنچہ اب منہ بنا چڑھا دیں گے

---

۵ جن بندوں کے سامنے یہ نشان (۲) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کیے گئے ہیں۔

کتنے آنکھوں میں مسکرا دیں گے　　کتنے آئینہ لا دکھا دیں گے
کیسا کتنے چھیڑیں گے ہر گھڑی ای جان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

تو جو خوباں میں خوار ہووے گا　　اپنی سب دل بری ڈبووے گا
ہاتھ پھر سر پہ رکھ کے رووے گا　　بات سب مفت اپنی کھووے گا
کچھ نہ پھر بن سکے گا اے نادان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

کل تو واں ایک گورا سا لڑکا　　اپنے یاروں میں کچھ وہ کہتا تھا
ہم تو جانیں وہ صاف تھا جھوٹا　　یا خدا جانے تھا وہی سچا
تو تو اس طور کا نہیں انسان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

ہم نے پوچھا کہ "کیا لیا بوسا؟　　وہ تو کچھ اور اور ہی چرکا
میں کہا "ہاتھ سینے پر پھیرا؟　　اُس نے سودا ہی پار لا ڈالا
جانے اب اُس کا دین اور ایمان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

ہم نے اُس سے کہا "تو جھوٹا ہی　　کیا وہ ایسا خراب و رسوا ہی
بولا "صاحب، تمھیں تو سودا ہی　　واں تو جھگڑا ہی سارا پرچھا ہی
کیا تمھارے ہیں بند اب تک کان؟"
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

ہم نے پھر بات کھود کر پوچھی　　کیا کسی نے لگا لیا چھاتی
بولا "وہ تم تو سنتے ہو کم، جی،　　اجی نزکی ہی واں تمام ہوئی
جب تو کچھ ہم بھی ہو گئے حیران　　اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

نذا - کیا ہی -

اور بھی اُس کے ہجر میں ہوتے تھے — کتنے موتی کھڑے پروتے تھے
کتنے[1] سُن سُن کے ہوش کھوتے تھے — ہم اِسی دن کو، یار وا، روتے تھے
آخر اُٹھے تو یہ نئے طوفان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

کہہ بھلا وہ جو کچھ کہے تھا جب — کچھ بھی[2] سچ یا کہ جھوٹ ہے یہ سب
آہ، اب ہم کو اِس سے کیا مطلب — سچ بھی ہوگا تو تو کہے گا کب
شرم کاہے کو کھانے دے گی زبان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

تو جو اُنوں کو اُن میں جاتا ہے — جی میں بھولا نہیں سماتا ہے
قہقہے مار کھلکھلاتا ہے — ہم کو اب پھر یہ ہول آتا ہے
کہیں ویسے ہی پھر نہ ہو بہتان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

آج جانا کہیں جو ہے ٹھانا — دیکھیو اِن کے ساتھ مت جانا
آفت اُس حُسن پر تو مت لانا — اُن کے زنہار دم میں مت آنا
اُن سے ڈرتا ہے ہر گھڑی شیطان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

تو بھلا گو کہ ہوشیار رہا — پر دیا جب نشا دغا سے پلا
تجھے[3] غافل نشے میں جب پایا — پھر اَچھوتا کسی نے کب چھوڑا
رحم کر اپنے حال پر، اے جان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

آگے وہ بات یاد ہے پیارے — گرچہ سچ کچھ نہ تھی، خدا نہ کرے
پر وہ طوفان تو گھٹے[4] اُن کے — ہم تو اب تک ہیں اُن سے شرمندے

نسخۂ[1] کئی۔ نسخۂ[2] بھی۔ نسخۂ[3] تجھ کو۔ نسخۂ[4] تو ٹلے۔

بلکہ تجھ کو بھی خوب ہوں گے دھیان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

کیوں ستم گر یہ کیسی بات ہوئی؟ اُس نے جو کچھ کہی سو تو نے سہی
نوبت اب یاں تلک تو آپہونچی اب نقارے ہی بجنے ہیں باقی
دیکھ عاشق نظیرؔ کو پہچان
اب بھی ظالم ہماری بات کو مان

شکوہ

اُس شوخ کے ستم کا گلہ آہ! کیا کروں! تن سوکھ کر ہوا ہے مرا کاہ، کیا کروں؟
بہتے ہیں اشک شام و سحر گاہ کیا کروں؟ ملتا نہیں ہے تو بھی وہ گمراہ، کیا کروں؟
فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں؟
کیا بے بسی ہے اے مرے اللہ کیا کروں؟

جس دن سے اُس سے آن کے چھوٹا مرا نصیب دل بھر کے ایک دن نہ ہوا دیکھنا نصیب
ہوں جاں کنی میں تو بھی نہیں جاگتا نصیب کن سختیوں میں آن پڑا اب میں یا نصیب!
فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں
کیا بے بسی ہے، اے مرے اللہ! کیا کروں

اِدھر تو مجھ کو قتل کرے ہے وہ نیک نام اودھر کو آرہے ہیں اجل کے مجھے پیام
اب یار کو مناؤں کہ رکھوں اجل کو تھام اس کش مکش میں اب کہو کیا کیا کروں میں کام
فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں؟
کیا بے بسی ہے، اے مرے اللہ! کیا کروں؟

[گر] یار کی خوشی نہ کروں تو وہ ہو خفا اور جو اجل کو روکوں تو مانے ہے وہ بُرا
[عر]صہ تھا زندگی کا سو گھڑیوں پہ آ لگا اِس دو گھڑی میں آہ! میں کیا کیا کروں بھلا؟
فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں؟ کیا بے بسی ہے اے مرے اللہ! کیا کروں؟

گر اپنی زندگانی کا کرتا ہوں میں حساب — پل مارنے کی دیر ہے پانی کا جوں حباب
کیوں کر رہے نہ غم سے مرے آنسوؤں کا آب — اتنی سی زندگی میں بھی کیا کیا سہوں عذاب

فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں؟
کیا بے بسی ہے ہائے مرے اللہ! کیا کروں؟

جو جی چھپا کے اب نہ سہوں یار کی جفا — تو عاشقوں کے بیچ کہاتا ہوں بے وفا
اور جی کو دیکھتا ہوں تو اک دن کی ہے ہوا — ان مشکلوں کے بیچ کروں آہ! اب میں کیا

فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں؟
کیا بے بسی ہے ہائے مرے اللہ! کیا کروں؟

گر ہاتھ دھو کے بیٹھ رہوں اب میں صبر کر — تو لوگ طعنہ دیتے ہیں ہنس ہنس کے گھر بہ گھر
اور یار سے کہوں تو وہ کرتا نہیں نظر — اس بے کسی میں آہ! کہاں پٹکوں اپنا سر

فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں؟
کیا بے بسی ہے ہائے مرے اللہ! کیا کروں؟

نے آہ کا مکاں ہے نہ رونے کی اب ہے جائے — نے دل کو میرے صبر نہ دلدار منہ لگائے
گر ایک غم پڑے تو اُسے جی مرا اٹھائے — اس آسمان پیٹے کو کہوں کس سے اب میں ہائے

فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں؟
کیا بے بسی ہے ہائے مرے اللہ! کیا کروں؟

گر یار کی گلی میں رہوں جا کے بے قرار ٥ — تو سنتیوں سے مجھ کو اٹھاتا ہے مار مار
ہر آن ٹوٹتا ہے مری آس بار بار — اس درد و غم کو آہ! میں کس سے کہوں پکار

فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں؟
کیا بے بسی ہے ہائے مرے اللہ کیا کروں؟

رووں تو مجھ کو اور رلاتا ہے وہ حبیب [4] — بولوں تو یوں کہے ہے کہ چل منہ نکال جیب

---

٥ جن بندوں کے سامنے یہ نشان (٥) ہے وہ کلیاتِ نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبد الغفور شہباز سے نقل کئے گئے ہیں۔

ن۱ - اب - ن۲ - اک دم - ن۳ - ملوں - ن۴ - مرا جی اُسے۔

گر عمر دیکھتا ہوں تو آپہونچی عن قریب — اور یار سے سلوک بچھڑے میں یا نصیب!

فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں؟

کیا بے بسی ہے! اے مرے اللہ! کیا کروں؟

چاہوں کہ تجھ کو عشق میں اپنے کروں اسیر — تو دور بھاگتا ہے مجھے جان کر حقیر

نے مجھ کو قتل کرتا ہے ظالم نہ دستگیر — کیا بے طرح کے غم میں پھنسا ہوں میں اے نظیر

فرصت تو سانس کی بھی نہیں آہ! کیا کروں؟

کیا بے بسی ہے! اے مرے اللہ! کیا کروں؟

فراق

جب سے تم کو لے گیا ہے فلک ظالم کہیں — جی ترستا ہے کہیں اور چشم ہے پرنم کہیں

ہم پہ جو گزرا ہے وہ گزرا کسی پر کم کہیں — نے تسلی ہے نہ دل کو چین ہے اک دم کہیں

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں

خاک ایسی زندگی پر[۲۱] تم کہیں اور ہم کہیں

عہ تم وہاں بیٹھے ہو ہم یاں ہجر کے ہاتھوں خراب — نہ تو دن کو چین ہے نہ رات کو آتا ہے خواب

بے قراری، یادگاری، انتظاری، اضطراب — کیا کہیں تم بن پڑا ہے ہم پہ اب کیسا عذاب

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں

خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

ہر گھڑی آنسو بہانا دیدۂ خوں بار سے — رات دن سر کو پٹکنا ہر در و دیوار سے

آہ و نالہ کھینچنا ہر دم دل بیمار سے — ہے برا احوال اب تو ہجر کے آزار سے

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں

خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

عہ جن بندوں کے سامنے یہ نشان (عہ) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کئے گئے ہیں۔

۲۱: مجھ کو۔ ۲۲: جو۔

یاد آتی ہے تمھاری اُلفتوں کی جب کہ چاہ　　دل کے ٹکڑے ہوتے ہیں آنسو بہے ہیں خواہ مخواہ
پانوں میں طاقت نہ تن میں زور، نہ معلوم راہ　　کیا غضب ہے کیا کریں کچھ بن نہیں آتی ہے آہ!

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

نے کسی سے مہر و الفت نے کسی سے پیار ہے　　نے رفیق اپنا کوئی اور نے کوئی غم خوار ہے
دل اِدھر سینے میں تڑپے جی اُدھر بیمار ہے　　کیا کہیں اب تو بہت مٹی ہماری خوار ہے

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

گھر میں جی بہلے نہ باہر انجمن میں دل لگے　　نے خوش آوے سیر نے سرو و سمن میں دل لگے
نے بہاروں میں نہ صحرا میں نہ بن میں دل لگے　　اب تو تم بن نے گلستاں نے چمن میں دل لگے

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

پر نہیں اُڑ کر تمھارے پاس جو آ جائیے　　جی ہی جی میں کب تلک خونِ جگر کو کھائیے
چشمِ تر اور داغ سینے کے کسے دکھلائیے　　دل سمجھتا ہی نہیں کیوں کر اسے سمجھائیے

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

دم بہ دم بھرتے ہیں ٹھنڈی سانس بے دل کی طرح　　نالہ و فریاد ہیں ہر آن گھائل کی طرح
سر ٹپکنا اور تڑپنا رات دن دل کی طرح　　خاک خوں میں لوٹتے ہیں اب تو بسمل کی طرح

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

اب جو اپنے حال پر ہم خوب کرتے ہیں نگاہ　　ہر گھڑی مثلِ **نظیر** اس غم سے ہے حالت تباہ
ہے جو کچھ ظلم و ستم ہم پر کہیں کیا تم سے آہ!　　بِن موئے اب تو **نظیر** آتا نہیں ہرگز نباہ

نا ۔ کوئی اپنا رفیق ۔۔ نا ۔ تو ۔

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

خمسہ

چمن میں دن کو جو اک دو قدم وہ چلتے ہیں
تو پھول آنکھوں سے تلوے اُنھوں کے ملتے ہیں
خوشی سے غنچے بھی ہر شاخ پر اُچھلتے ہیں
وہ چاندنی میں جو ٹک سیر کو نکلتے ہیں
تو مہ کے طشت میں گھی کے چراغ جلتے ہیں

سحر کے نور تجلی کے انتخاب کو دیکھ
اور اپنے بھبکے سے چہرے کی آب و تاب کو دیکھ
ہزار رشک سے عشرت کے پیچ و تاب کو دیکھ
چراغ صبح یہ کہتا ہے آفتاب کو دیکھ
یہ بزم تم کو مبارک ہو ہم تو چلتے ہیں

یہاں تلک ہے یہ بے درد خوب رو دل بر
سب اپنے چاہنے والوں کے کاٹتے ہیں سر
غرض یہ ظلم تو دیکھا کیے ہیں ہم اکثر
فدا جو دل سے ہیں یاں شوخ سبز رنگوں پر
یہ کافر اُن کی بھی چھاتی پہ مونگ دلتے ہیں

گلی میں یار کی ای آہ کس طرح جاؤں
نہیں ہے اتنی بھی طاقت جو اک قدم رکھوں
نہ تن میں خون ہے باقی نہ اب رگوں میں خوں
ہوا ہوں خشک میں یاں تک کہ حضرت مجنوں
یہ مجھ سے کہتے ہیں اور اپنے ہاتھ ملتے ہیں

ہمارے تم تو ہو ہم رنگ ظاہر و باطن
اٹھائے تم نے بھی غم روز عشق کے گن گن
یہ التجا ہے ہماری کہ خوش ہو آج کے دن
کوئی تو پگڑی بدلتا ہے یار سے لیکن
میاں نظیر ہم اب تم سے تن بدلتے ہیں

دل بری

ہو دام بچھا اس کی زلفوں کے ہر اک بل میں
جادو ہے نگاہوں میں اور سحر ہے کاجل میں
مژگانوں سے شوخی ہے اس چلبلے چنچل میں
چتون کی لگاوٹ نے اک آن کی چھل بل میں

پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

کرنے سے خبرداری ہرگز نہ ہوا لاہا — اور ایک کے سینہ کو عیار نے ر اہا
اس شوخ ستم گر نے غمزے سے جو نہیں چاہا — کی یارو، یہ کچھ پھرتی کیا کہیے، آہا ہاہا!
پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

کیا بیٹھیں چلے اُس سے یوں ناز بھرا ہو جو — کس طور سرک جائے ہونا ہو جو کچھ ہو سو
یہ گھات یہ چنچل پن کب یاد پری کو ہو — اس ڈھب کے تئیں یارو، دیکھو تو، اہو ہو ہو!
پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

ہنس ہنس کے لگا جس دم وہ ناز و ادا کرنے — جی اُس کی لگاوٹ سے ہر لحظہ لگا ڈرنے
ہر آن لگی اُس کی سو مکر کے دم بھرنے — کیا کام کیا، یارو، اُس شوخ ستم گر نے
پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

ڈرتے تھے بہت ہم تو اس شوخ لڑاکے سے — اور خوف میں تھے اُس کے ڈھب آن و ادا کے سے
آیا جو ادھر کو تھا عیار لیا کے سے — نظروں کے ملاتے ہی چنچل نے چھپا کے سے
پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

رکھتے تھے بہت ہم تو ہر آن کی ہشیاری — خوباں سے نہ ملتے تھے تا ہو نہ گرفتاری
آج اُس بُت پرفن نے آکر یہ طرح داری — جل دے کے ہمیں یہ چھب کچھ کر کے فسوں کاری
پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

سمجھے تھے اسے ہم تو محبوب یہ بھولا ہے — جو مکر ہے اور فن ہے ہرگز نہیں آتا ہے
یہ بات نہ سمجھے تھے جو شہر کا نقشا ہے — کیا کہیے نظیرؔ آگے یہ زور تماشا ہے
پلکوں کی جھپک دکھلا دل چھل لیا اک پل میں

مخمس

چمن میں آج نسیم بہار آپہونچی — نوید نکہت گل بے شمار آپہونچی

نا - سے ۔ نا ۔ فسوں گر نا ۳ - کی کچھ یہ -

صدائے قمری و صوت ہزار آپہونچی — جنوں کے فوج کی دل پر پکار آپہونچی
ہزار شکر کہ فصل بہار آپہونچی

گئی نسیم کے ہاتھوں نکل کے بادِ سموم — گھٹائیں ابرِ بہاری کی تل رہی ہیں جھوم
تمام صحنِ چمن میں عجب مچی ہے دھوم — اِدھر گلوں کے اُپر بلبلیں کریں ہیں ہجوم
اُدھر سے مست صفت گل عذار آپہونچی

چمن کی سیر کو آئے ہیں مل کے بادہ کشاں[1] — ہوا ہے بادہ کشی کا بھی خوب ساساماں
نکالتے ہیں لٹے مرکے دل کا سب ارماں — ہوئی ہے گرم چمن بیچ مغ بچوں کی دکاں
شراب و شیشہ و ساغر کی بار آپہونچی

کھلے ہے چاروں طرف زور تختۂ گل زار — چلے ہے ہر دم صبا اور نسیم عنبر بار
خبر سنی ہے کہ آتا ہے وہ گل بے خار — گئی مصیبتِ روزِ فراق سب اِک بار
کہ اب قریب شبِ وصلِ یار آپہونچی

کوئی ہے وصف کرے گل کی تاج داری کا — کسی کو ذکر ہے بلبل کی بے قراری کا
نہیں یہ وقت، مری جان، اضطراری[2] کا — نہیں یہ وقت مری جان، آہ و زاری کا
خوشی ہو اب کہ حدِ انتظار آپہونچی

خمسہ بر غزل خود

یوں تو اکثر اِدھر آجاتے ہیں انسان کئی — چاک ہوجاتے ہیں اُن پر سے گریبان کئی
پر کہوں کیا کہ بنا حُسن کے سامان کئی — دَیر سے آج جو نکلے بُتِ ذی شان کئی
لے گئے صبر کئی، دل کئی، ایمان[3] کئی

اپنے ہم چشم تو یاں خون گئے ہیں رو رو — میں بھی لایا ہوں پر اس کام کو اب اس حد کو
ایک شمّہ تو مرے رونے کا یہ سُن لو[4] — اتنا رویا ہوں کہ اب لختِ جگر کے یارو
ڈھیر ہیں چشم سے لے تا سرِ دامان کئی

ن۱ - مے نوشاں - ن۲ - انتظاری - ن۳ - دین - ن۴ - یہ رونے کا مزہ ہے۔

آہ جو ہو گئے تھے حسرتِ دیدار میں مر — سب تڑپتے تھے وہ بے تاب زمیں کے اندر
آخرش ہو کے پریشاں ہمہ تن چشم و نظر — اب تو ٹک منہ کو دکھا یار کہ نرگس بن کر

نکلے ہیں خاکِ چمن سے ترے حیران کئی

آوے گر بادِ صبا[1] اس کی گلی سے تو ملوں — سو تمنا سے میں نقشِ قدم آغوش میں لوں
چشمِ حیرت زدہ کو کفش کے نعلوں سے ملوں — اس کے دامن سے لگوں پانوں پڑوں ساتھ چلوں

خاک ہوں تو بھی مرے جی میں ہیں ارمان کئی

مان کہنا مرا اے شوخ ہٹیلے چنچل — گو کہ اب بلبل و قمری[2] میں پڑی ہیں ہل چل
منہ دکھانے میں غریبوں کے بس اتنا نہ مچل — آخر آیا ہی[3] تو گلشن میں بھی ٹک اب تو چل

یاں بھی رہتے ہیں ترے چاک گریبان کئی

پان کھاتا ہی ترا قتل کے عالم کا نشان — اور خوباں کی طرح اپنے تو مٹنے کو نہ جان
دیکھ کہتا ہوں ستم گر مری اس عرض کو مان — پان کھا کھا نہ ہنس اس درجہ[4] تو اے دشمنِ جان

ابھی بھر جائیں گے خوں میں لب و دندان کئی

جب سے اُس شوخ کی ابرو نے کیا تیغ کو مات — بے گناہوں کے سر اوپر ہے نہایت آفات
اب کہوں کیا میں بھلا اُس ستم و ظلم کی بات — نظر آتے ہیں مجھے اس کی گلی میں دن رات

ٹکڑے ٹکڑے کئی بسمل کئی بے جان کئی

یہ وہ جاگہ ہے کہ اس جا میں تو بن ٹھن کے نہ آ — اور جو آوے تو رقیبوں کے تئیں ساتھ نہ لا
آہ جاگیں گے تو پھر حشر کریں گے برپا — جان کر گورِ غریباں میں قیامت نہ مچا

ابھی سوئے ہیں ترے بے سر و سامان کئی

جب سے اُس خسروِ خوباں نے کیا مجھ کو اسیر — جی بھی ہے شاد مرا دل بھی ہے سو عیش پذیر
کیوں نہ اس خاک نشینی کو سمجھوں میں سریر — بادشہ کو نہ لکھا تھا کبھی جس نے نظیرؔ

اُس شہِ حسن کے آئے مجھے فرمان کئی

نُ ۱ - سے - نُ ۲ - قمری و بلبل - نُ ۳ - ہوتا - نُ ۴ - قدر -

موتی

رہے ہیں اب تو پاس اُس شوخ کے شام و سحر موتی
جبیں پر موتی اور سر میں ہیں موتی مانگ پر موتی
ادھر جگنو اُدھر کچھ بالیوں میں جلوہ گر موتی
بھرے ہیں اُس پری میں اب تو یارو سر بسر موتی
گلے میں کان میں نتھ میں جدھر دیکھو اُدھر موتی

کوئی اُس چاند سے ماتھے کے ٹیکے میں اچھلتا ہے
کوئی بندوں سے مل کر کان کے نرموں میں ملتا ہے
لپٹ کر دھگدھگی میں کوئی سینے پر مچلتا ہے
کوئی جھمکوں میں جھوے ہے کوئی بالی میں ہلتا ہے
یہ کچھ لذت ہے جب اپنا چھداتے ہیں جگر موتی

کبھی وہ نازنیں ہنس کر جو کچھ باتیں بناتی ہے
تو اک اک بات میں موتی کو پانی میں بہاتی ہے
ادا و ناز میں چنچل عجب عالم دکھاتی ہے
وہ سُمرن موتیوں کی انگلیوں میں جب پھراتی ہے
تو صدقے اُس کے ہوتے ہیں ٹکے ہر پور پر موتی

غلط ہے اُس لب رنگیں کو برگ گل سے کیا نسبت
کہ جس سے ہے عقیق او رہنے اور یاقوت کو حسرت
اداہٹ کچھ مسی کی اور اُس پر پان کی رنگت
وہ ہنستے ہیں تو کھلتا ہے جواہر خانۂ قدرت
ادھر لعل اور اُدھر نیلم ادھر مرجان اُدھر موتی

کبھی جو بال اپنے میں وہ موتی پروتی ہے
نزاکت سے عرق کی بوند بھی مکھڑے کو دھوتی ہے
بدن بھی موتی اور سر پانؤں سے پہنے بھی موتی ہے
سراپا موتیوں کا پھر تو اک گچھا وہ ہوتی ہے
کہ کچھ وہ خشک موتی کچھ پسینے کے وہ تر موتی

گلے میں اُس کے جس دم موتیا کے ہار ہوتے ہیں
چمن کے گل سب اُس کے وصف میں موتی پروتے ہیں
نہ تنہا رشک سے قطرات شبنم دل میں روتے ہیں
فلک پر دیکھ کر تارے بھی اپنا ہوش کھوتے ہیں
پہن کر جس گھڑی بیٹھے ہے وہ رشک قمر موتی

وہ زیور موتیوں کا واہ او کچھ تن وہ موتی سا
پھر اُس پر موتیا کے ہار، بازو بند، اور گجرا

---

(۱) جیسر ہیں ۔ (۲) ناز میں ۔ (۳) جس کی ۔ (۴) ہنستی ہے ۔ (۵) سراپا ۔ (۶) گجرا ۔ (۷) موتیوں (۸) شبنم کے قطرے

سراپا زیب و زینت میں وہ عالم دیکھ کر اُس کا — جو کہتا ہوں ارے ظالم ٹک اپنا نام تو بتلا
تو ہنس کر مجھ سے یوں کہتی ہو وہ جادو نظر موتی

کڑے پازیب توڑے جس گھڑی آپس میں اڑتے ہیں — تو ہر جھنکار میں کس کس طرح باہم جھگڑتے ہیں
کسی دل سے بگڑتے ہیں کسی کے جی پہ اڑتے ہیں — کڑے سونے کے کیا موتی بھی اُس کے پانوں پڑتے ہیں
اگر باور نہ ہو دیکھو میں اُس کی کفش پر موتی

خفا ہو ان دنوں کچھ روٹھ بیٹھی ہے جو ہم سے وہ — تو اُس کے غم میں جو ہم پر گذرتا ہے سو مت پوچھو
چلے آتے ہیں آنسو دل پڑا ہے ہجر میں غش ہو — وہ دریا موتیوں کا ہم سے روٹھا ہو تو پھر یارو
بھلا کیوں کر نہ برساوے ہماری چشم تر موتی

شفق میں اتفاقاً جیسے سورج ڈوب کر نکلے — دیا ابر گلابی میں کہیں بجلی چمک جاوے
بیاں ہو کس طرح سے آہ اُس عالم کو کیا کہیے — تبسم کی جھلک میں یوں جھمک جاتے ہیں دانت اُس کے
کسی کے یک بیک جس طور جاتے ہیں بکھر موتی

ہمیں کیوں کر پری زادوں سے بوسوں کے نہ ہوں لہنے — جڑاؤ موتیوں کے اس غزل پر واریے گہنے
سخن کی کچھ جو اُس کے دل میں ہے الفت لگی رہنے — نظیرؔ اس ریختہ کو سن وہ ہنس کر یوں لگی کہنے
اگر ہوتے تو میں دیتی تجھے اک تھال بھر موتی

خواب کا طلسم

یارو ذرا سنو یہ عجب سیر ہی بڑی — صحنِ چمن میں ابر کی آکر لگی جھڑی
پی کر شراب عیش کی ہر دم کڑی کڑی — کل بے خبر جو رات کو سویا میں جس گھڑی
اُس خواب میں مجھے اک عمارت نظر پڑی

آئی نظر جو مجھ کو وہ نادر محل سرا — دل میں پری کے باغ کا مجھ کو یقیں ہوا
جب اُس مکاں کے پاس میں ڈرتا ہوا گیا — دیکھوں تو اُس کا ہے در دولت سرا کھلا
آیا جو دل میں دیکھیے چل کر کوئی گھڑی

پہونچا میں جب کہ اُس چمن زرفشان میں — جھلکے مکاں جو اُس کے مرے آن آن میں
عالم سنہرے پردوں میں اور سائبان میں — کیا دیکھتا ہوں جا کے میں ہر اک مکان میں
سونے کی کان ہر کہیں[ن۱] بھرتی ہے پڑی

گلشن، کہیں چمن، کہیں شیشہ، صراحی، جام — فرش طلا کہیں[ن۲]، کہیں یک سر جڑت کا کام
تھی نقرئی زمیں، تو سنہرے تمام بام — طاق و رواق اُس کے چمکتے تھے یوں مدام
گویا کہ اینٹ اینٹ جواہر کی ہر جڑی

دیکھی جو میں نے واں یہ طلسمات کی ہوا — عالم جواہرات کا ہر جا جھمک رہا
اُس کے جھمک جھمک[ن۳] کی بہاریں کہوں میں کیا — چمکا جو وہ مکاں مری آنکھوں میں نور سا
حیرت سے عقل آن کے چکر میں جا پڑی

ایسا مکاں تو میں نے نہ دیکھا تھا نے سُنا — دیوانہ ہو میں چاروں طرف دیکھنے لگا
چاہا کہ دیکھوں کوٹھے کے اوپر نظر اُٹھا — اتنے میں اِک طرف سے جو پردہ سا اُٹھ گیا
بجلی سی کچھ چمک گئی آنکھوں میں اُس گھڑی

دیکھی جو میں نے، ہائے یہ کافر سی مہ لقا — اوپر نظر گئی جو مری سر سے تا بہ پا
صورت وہ قہر، چاند کا ٹکڑا سا بے بہا — اور حسن کا بیان تو ہوتا[ن۴] نہیں ذرا
نقشہ وہ جس کے پانوؤں پہ لوٹے پری پڑی

خوں ریز ابرو، جان کی قاتل، ہر اک نگاہ — مژگاں وہ برچھیوں کو لیے تل رہی سیاہ
مہندی سے انگلیوں نے کیے خون بے گناہ — آنکھوں میں کھینچ رہا تھا وہ کاجل غضب سیاہ
پڑ جائے جس سے دل میں فرشتوں کے ہڑبڑی

زلفیں وہ مشک ناب سی، چہرہ وہ چاند سا — جگنو رہا گلے میں ستارہ سا جگمگا
گہنے کا وصف یا کہ بدن کی کہوں صفا — جاتا تھا سُرخ جوڑے میں تن یوں جھمک رہا
گویا شفق میں آن کے بجلی چمک پڑی

رکھے تھی اُس گھڑی تو یہ عالم وہ مہ جبیں — شاید کہ اس طرح کی نہ ہو گی پری کہیں

ن۱۔ ابھی۔ ن۲۔ بچھا۔ ن۳۔ چمک۔ ن۴۔ جاتا نہیں کہا۔

حسرت سے آن کر مری آنکھوں نے واں جو یہیں دیکھی جو اُس بہار کی کافر، وہ نازنیں
دل لوٹ پوٹ ہو گیا جاں غش میں جا پڑی

کیا کیا کہوں میں شوخ کے عالم بناؤ کا تصویر بن رہی تھی لگا سر سے تا بہ پا
اُس دم بندھی تھی اُس کی غضب آن کر ہوا کافر کھڑی ہوئی تھی عجب ڈھب سے بن بنا
اک ہاتھ میں تھا آئینہ اک ہاتھ میں چھڑی

آ کر کھڑی ہوئی تھی جو واں ناگہاں وہ شوخ لیتی تھی ہر نگاہ میں عاشق کی جاں وہ شوخ
کچھ چلبلی نگاہ تھی کچھ انکھڑیاں وہ شوخ کرتی تھی سیر چاروں طرف کی جو واں وہ شوخ
اتنے میں پھرتی اُس کی نظر مجھ پہ آ پڑی

اس کی نگہ کے آنے کا میں کیا کروں بیاں بجلی تھی یا کہ تیر تھی، گوں تھی یا سناں
میری طرف کو دوڑ کر آتے ہی ناگہاں میری نظر بھی دوڑ کے اُس کی نظر سے واں
ایسی لڑی کہ خوب لڑی، خوب ہی لڑی

بارے نظر کے لڑتے ہی کچھ کم ہوا حجاب اُلفت کی آ کے دونوں طرف سے کھنچی طناب
اتنے میں دیکھ کے وہ رشکِ ماہتاب اک بار کھلکھلا کے ہنسی اور اُتر شتاب
کافر وہ میرے پاس ہی آ کر ہوئی کھڑی

کہنے لگی کہ "تو نے بلایا ہے کیوں مجھے؟ دے خواب کو دعا کہ نہ پاتا تو یوں[1] مجھے"
چاہت میں اپنی ڈوبا ہوا دیکھا جوں مجھے ہنس کر لپٹ گلے سے لگی کہنے یوں مجھے
آ اس محل میں چل کے کریں عیش دو گھڑی

اُس گل بدن سے جب کہ ملی مجھ کو آ کے داد مارے خوشی کے کچھ نہ رہی تن بدن کی یاد
کیوں کر بھلا نہ عیش و طرب دل کو ہو زیاد میری تو اُس پری سے یہی عین تھی مراد
سنتے ہی دل کی کھل گئی ہر ایک کھل جھڑی

پالا پڑا جو مجھ کو اس آبِ حیات سے جان آ گئی بدن میں مرے اُس کی بات سے
آخر کو لے چڑھی مجھے کوٹھے پہ گھات سے دو چار جام مجھ کو پلا اپنے ہات سے

---

[1] یوں ۔ دوں ۔

سو ناز سے پلنگ پہ مرے پاس آپڑی

ادھر تو جوشِ حسن اُدھر حسن اور جنوں
ناز و ادا کی ہونے لگی آکے دھپ دھپوں
ان عشرتوں میں، آہ نصیبوں کو کیا کہوں
چاہا میں اس پری سے جو کچھ اور کچھ کہوں

اتنے میں ہائے یار مری آنکھ کھل پڑی

یہ حادثہ جو مجھ پہ پڑا آکے یک بہ یک
آنکھوں سے میری اس گھڑی آنسو پڑے ٹپک
نیند اُڑ گئی، قرار گیا، جل گئی پلک
جاگا کیا نظیرؔ میں پھر، آہ صبح تک

مَل مَل کے ہاتھ رات کی کاٹی گھڑی گھڑی

مخمّس

چلا جب گھر سے اک دل بردوں کو حسن سے چھلنے
عرق کو رخ کے پلکوں کی جھپک پنکھا لگی جھلنے
لگے تسخیر کے سو نقش اور تعویذ ہیکل سے
لگایا دام زلفوں کی شکن نے، پیچ نے، بل نے

بنایا پان نے رنگ اور سنبھالا سحر کاجل نے

وہ مکھڑے کی جھلک آئینہ جس کو دیکھ ہو حیراں
وہ کاکل کی کھلت جس پر فدا ہو سنبل و ریحاں
مسی اور پان سے بھی منفعل ہوں سنبل و ریحاں
مرا دل دیکھتے ہی اس صنم کو ہو گیا شاداں

نگاہیں دم بہ دم سو عیش و عشرت سے لگیں ملنے

کئی بار اس کی جانب میں نے جب بھر کر نظر دیکھا
وہ عالم حسن کا اس کے بہت مجھ کو پسند آیا
وہ آنکھیں پیاری پیاری کی دبھولا سادہ رخ اس کا
کبھی خوش ہو کے ہو ہو کی کبھی بولا "اہا ہا ہا!"

عجب لوٹے مزے اس وقت نظاروں کی ہلچل نے

ہوئی دل کو مرے اس آن حاصل کیا ہی خوش وقتی
اسے بھولا سمجھ کر میں نے دیکھی ہر ادا اس کی
کبھی رخ پر کبھی زلفوں کی جانب ٹکٹکی باندھی
نہ بولا منہ سے ہرگز دیکھ کر وہ خوش دلی میری

مگر کچھ کچھ تبسم کی شکر لب سے لگا ملنے

وہ جس دم مسکرایا پھر تو میں خوش ہو کے کھل کھیلا
ہوا دل کو یقیں میرے کہ یہ محبوب ہے بھولا

نزا۔ ڈھپ دھوں۔

نہ یاں کچھ خوف تیوری کا نہ یاں خطرہ ہی جھڑکی کا مجھے کر جُل سے غافل، بھولی صورت کا بنا نقشہ

کیا اک بار منہ غصے میں سُرخ عیار اچپل نے

مرے ہوش اُڑ گئے یارو جب اُس کی شکل یہ دیکھی وہیں گھبرا گیا اور سٹ پٹایا عقل سب بھولی

کہا دل میں کروں اب کیا مجھ تو ہو گئی اُلٹی اب اس ظالم کے ہاتھوں سے بچاؤں کیوں کر اپنا جی

اُٹھا کر جھٹ قدم واں سے لگا گھر کی طرف چلنے

جب اس عیار نے دیکھا کہ اب میں یاں سے چل نکلا کہا ہنس کر "ارے پُرفن کہاں تو جانے پاوے گا"

یہ سُن کر اور بھی گھبرا گیا میں خوف سے اُس جا چلا ڈرتا جو آگے کو تو وہ پھر ہنس کے یوں بولا

"اُڑا کر مفت نظارے، بچا! اب تم لگے ٹلنے"

کہا جب اس نے یہ پھر تو حواس اپنے مجھے بھولے ٹھٹک کر رہ گیا اُس جا نہ ہرگز چل سکا آگے

دکھائی عاجزی، منت بھی کی اور ہاتھ بھی جوڑے ادب سے یوں کہا اب تو ہوئی تقصیر یہ مجھ سے

لگے قطرے پسینے کے مرے منہ سے وہیں ڈھلنے

نہ آیا رحم کچھ اُس کو بہت میں نے سماجت کی نگہ نے سامنے آتے ہی سینے میں سناں جڑ دی

کمندِ زلف پُرخم نے بھی گردن دل کی پھر جکڑی لگے غمزے لگانے تیر اِدھر دکھلا کے سو پھرتی

اُدھر سے تیغ ابرو کی بھی پھر کیا کیا لگی چلنے

اِدھر آن و ادا لپٹی کرشموں نے اُدھر گھیرا اُدھر پلکوں کی نوکوں نے چبھویا دل میں نشتر سا

اِدھر انداز نے دھج کی کیا دیوانہ و شیدا اُدھر آنکھوں کے جادو نے بنایا باؤلا کیا کیا

اُدھر کیں پھرتیاں کیا کیا نگاہوں کی بھی چھل بل نے

کرے کیا واں کوئی جس جا یہ صورت آن کر ٹھہرے بچاوے دل کو پھر کیوں کر کرے کیا اور کیسے روکے

کروں کیا اُس گھڑی کچھ بن نہ آیا، دوستو مجھ سے دکھا کر مجھ کو اپنی واں زبردستی کے یہ نقشے

وہیں دل لے لیا جھٹ پٹ نظیرؔ اُس شوخ چنچل نے

مخمس

ہے دید فقط منظور جھمکیں وہ ہو کر حبب[1] بے کل نکلے آ پہونچے اُس کے کوچے میں ہوئے کر دل چنچل نکلے

(۱) ۔ حبب ہوکر

کیا کام اُنھیں جو ہنس بولے یا شوخی میں اچپل نکلے
ہی مقصد جن کے دیکھنے سے وہ گھر سے جب اک پل نکلے
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوئے اور چل نکلے

نے پوچھا اُن سے کون ہو تم نہ اپنے جی کی بات کہی
نہ کرنا کچھ انکار پڑا نہ کہنا ٹھہرا یوں ہی سہی
جب چھوٹی خواہش بوسے کی پھر کاہے کو دشنام سہی
جب سنمکھ ہو گئے چنچل سے تو سب چھوڑ ہوس یہ بات سہی
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوئے اور چل نکلے

بے چین ہوا دل سینے میں گر دیکھنے میں کچھ دیر ہوئی
گھبرا کے نکلے بے بس ہو اور شوق کی گھیر اگھیر ہوئی
بازار گلی اور کوچے میں ہر ساعت ہیرا پھیر ہوئی
تھی چاہ نظر بھر دیکھنے کی جس جا گہ پر مٹ بھیڑ ہوئی
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوئے اور چل نکلے

نہ خواہش پاس بٹھانے کی نہ حاجت زلف کھلانے کی
نہ غرض کسی کے ملنے کی نہ حجت پان چبانے کی
ہر جی میں چاہ بھری ایسی جوں شمع سے ہو پروانے کی
جس جا گہ پر مٹ بھیڑ ہوئی نہ طرز یہی مل جانے کی
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوئے اور چل نکلے

بے تابی دل کے بیچ رکھی اور خاطر رنج آیات رہی
ناکام رکھا مل بیٹھنے سے نہ اور مطلب کی گھات رکھی
اک حرف نہ لائے ہونٹوں پر دھن دیکھنے کی دن رات رکھی
جب سامنے آ گئے دل بر کے منظور یہی اک بات رکھی
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوئے اور چل نکلے

اک آن نہیں کل پڑتی ہے ہر آن کی چٹپٹ لانے میں
نہ داخل جھڑکی کھانے میں نہ شامل ناز اٹھانے میں
نہ ایما تصریح ہی کچھ دل کا حال جتانے میں
بس ایک غرض یہ دیکھنے میں اُس تک آنے جانے میں
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوئے اور چل نکلے

ہے حسن بھی اُس کا ناز بھرا اور آن ادا بھی پائی ہے
سر تا بہ قدم اس چنچل میں ہو زینت اور زیبائی ہے
جب گھر سے وہ دل بر نکلے ہے دل دیکھنے کا شیدائی ہے
ہم کو تو نظیر اس الفت میں اب طرز یہی خوش آئی ہے
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوئے اور چل نکلے

شوق دیدار

دکھلا کے جھمک جس کو ٹک چاہ لگا دیجے
پھر اُس کو بہت اے جان بالا نہ بنا دیجے

منہ ۔ کے ۔ ... رہی ۔ ... کوچوں ۔ ... دیکھنے ۔ ... محبوب ملا ... ہم ۔ ... بن

سو ناز اگر کیجے الفت بھی جتا دیجے — منظر کے ذرا در کو آگے سے ہٹا دیجے

پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

دکھی ہے تمھارے جو چہرے کی جھلک اے جاں — دل سینے میں تڑپے ہے جو دیکھ لے پھر اک آں

ہے ہم کو بہت مشکل اور تم کو بہت آساں — ہم عرض یہی اب تو اے بادشہ خوباں

پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

چھپتے ہو عیاں ہو کر، ہو تم اگر اس ڈھب کے — عاشق بھی تو شیدا ہیں، چاہت ہی کے مطلب کے

دیدار کی خواہش ہیں ہم یاں ہیں کھڑے کب کے — جس ڈھب سے دکھایا تھا ویسی ہی طرح اب کے

پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

آنکھیں بھی ترستی ہیں اور دل بھی بہت حیراں — کل پڑتی نہیں اک دم بن دیکھے ہوئے اے جاں

گر حسن دکھا ہم کو بے تاب کیا ہے یاں — تو پھر سے ٹک ہنس کر اے رشک مہ تاباں

پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

آتی ہے نظر ہم کو جب سے وہ طرح داری — ٹھہری ہے اسی دن سے خاطر میں طلب گاری

ٹک لیتے تمھیں ہم تو جو ہوتی نہ ناچاری — گر ہم کو جلانا ہے تو کر کے نمو داری

پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

چھپنے کی اگر تم نے یاں آن سنواری ہے — تو بس نہیں کچھ اپنا مرضی یہ تمھاری ہے

بن دیکھے ہوئے ہم کو ہر سانس کٹاری ہے — کچھ اور نہیں خواہش یہ عرض ہماری ہے

پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

دل ہجر محبت میں ہر آن جو سہتا ہے — اک آن تمھیں دیکھیں ارمان یہ رہتا ہے

جی ہو کے بہت بے بس دکھ دوری کے سہتا ہے — بے کل ہے نظیرؔ اب تو، اے جان یہی کہتا ہے

پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

حسن و جمال کو غنیمت سمجھو

اپنے غم خوار دل سے کوئی آن ہنس لے بول لے — دردمندوں کا نکال ارمان ہنس لے بول لے

ہنسا اڑانا کی

پھر کہاں یہ دل بری یہ شان ہنس لے بول لے   دم غنیمت ہے ارے نادان ہنس لے بول لے
مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

آج تجھ کو حق نے دی ہے حسن و خوبی کی بہار   چاہنے والوں سے کر لے کچھ سلوک و مہر و پیار
کوندنا بجلی کا اور جوبن کا مت گن اعتبار   کاٹھ کی ہانڈی نہیں چڑھتی ہے پیارے بار بار
مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

اب تو منہ لگی ہے پیارے پھر دھتورا آکھ ہے   آج یہ گلشن کھلا ہے کل کو سوکھا ساکھ ہے
جو اٹھا شعلہ بھبوکا آخرش کو راکھ ہے   چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیرا پاکھ ہے
مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

اس قدر مست کر مری جاں اپنے جوبن پر گماں   یہ نہیں رہتا سدا کافر کسی کے پاس، ہاں
جب گرے دانت اور پڑیں چہرے کے اوپر جھریاں   پھر یہ ہنسنا بولنا اور پھر یہ اچپلیاں کہاں
مان لے کہنا مرا، اے جان ہنس لے، بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

ایسا کوئی حسن والا، آہ! تو ہم کو بتا   جس کی خوبی کا ہمیشہ ایک سا عالم رہا
کیوں خفا ہوتا ہے ہم سے یاد رکھ اے دل ربا   ہاتھ آتا ہے نہیں کافر یہ جب جوبن گیا
مان لے کہنا مرا، اے جان ہنس لے، بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

کیا ہمارا حال دل خوبی تجھے کہتی نہیں   یا ہماری چاہ تیرے ناز کو سہتی نہیں
آہ کھیتی حسن کافر کی ہری رہتی نہیں   ناؤ کاغذ کی ہے پیارے یہ سدا بہتی نہیں
مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے   حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

ن۔ دا ے۔

کیسے کیسے خوب رویاں ہو گئے ہیں میری جاں ۔ اپنے غم خواروں سے کیا کیا کر گئے ہیں خوبیاں
تو جو روٹھا روٹھا ہم سے رہتا ہے نا مہرباں ۔ دیکھ پچھتاوے گا غافل حسن پر مت رکھ گماں

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس کے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس کے بول لے

حسن کا عالم ستم گر ہر گھڑی ملتا نہیں ۔ گل بھی کھل اک بار ہی اے جان پھر کبھی کھلتا نہیں
مجھ سے تیرا روٹھنا ہر دم کا اب جچتا نہیں ۔ دودھا اور دل جب پھٹا پیارے یہ پھر ملتا نہیں

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس کے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس کے بول لے

آج تو عاشق کا سر ہے جان تیرا پانوں ہے ۔ ۳ ۔ منتیں ہوتی ہیں اور تیرے نہیں کچھ بھاؤں ہے
اب یہ معشوقی کا سکہ آج تیرے ناؤں ہے ۔ بھول مت اس پر میاں یہ ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس کے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس کے بول لے

دل غریبوں کے جو پیارے تجھ سے اب دکھ پائیں گے ۔ لیک اک دن تجھ کو بھی خوباں یونہیں کلپائیں گے
بات کو منتے کو ٹے دے جھڑکیاں ترسائیں گے ۔ پانڈے جی پچھتائیں گے دہی چنے کی کھائیں گے

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس کے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس کے بول لے

اپنے اپنے وقت میں کیا کیا پری رو بن رہے ۔ ۳ ۔ چاند سے مکھڑے رہے اور گل سے ان کے تن رہے
نہ کسی کا دھن رہے اور نہ سدا جوبن رہے ۔ نہ سدا پھولے ترئی اور نہ سدا ساون رہے

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس کے بول لے
حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس کے بول لے

اب تو چہرے پر ہے تیرے حسن خوبی کی جھلک ۔ ۳ ۔ خواہ تو ہنس بول ہم سے خواہ غصہ ہو جھڑک

---

۵ جن بندوں کے سامنے یہ نشان (۳) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبد الغفور شہباز سے نقل کئے گئے ہیں۔

لیک جب جاتی رہے گی یہ جھمک اور یہ چمک　　پھر جو بولے گا تو ہر اک یوں کہے گا چل نہ بک

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے

حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

اب نظیرؔ آگے ترے رہتا ہے حاضر صبح شام　　پیار سے ہنس بول پیارے پی لے الفت کا جام

پھر کہاں یہ دل بری یہ عشق کی باتیں مدام　　کچھ نہ ہووے گا رہے گا آخرش اللہ کا نام

مان لے کہنا مرا اے جان ہنس لے بول لے

حسن یہ دو دن کا ہے مہمان ہنس لے بول لے

مخمس

کیا بات ہے جو گل رخ نظریں چھپالے ہم سے　　کچھ ہو یہ دو نگاہیں ہنس کر ملالے ہم سے

ہم وہ میاں ہیں اللہ پالا نہ ڈالے ہم سے　　رہتے ہیں ہاتھ باندھے اب حسن والے ہم سے

اک دم کو آگئے ہیں منہ مت چھپالے ہم سے

ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

اس حسن کا پڑا ہے کانوں میں جب سے جھنکا　　ہو کر فقیر ہم نے جامہ رنگا ہے تن کا

دیدار کی طلب کو پیالا بنا نین کا　　سیلی پہن کے ناکا منکا بھرا کے من کا

اک دم کو آگئے ہیں منہ مت چھپالے ہم سے

ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

اپنی تو عشق میں ہی گذری جوانی پیری　　یا کاکلوں کے پھندے یا زلف کی اسیری

اے دل جلوں کے دل پر ہر وقت دست گیری　　تیرے ہی دیکھنے کو اب ٹھان کے فقیری

اک دم کو آگئے ہیں منہ مت چھپالے ہم سے

ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

آگے بھی بھیس ہم نے بدلے ہیں کتنی باری　　زنار باندھی قشقہ کھینچا ہے ہو پجاری

جوگی بھی بن چکے ہیں مندیل بھی سنوار دی　　آزاد بن کے اس دم میں دید کے بھکاری

اک دم کو آ گئے ہیں مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

بانکے بھی ہو کے ہم نے اِس دید کو اڑا یا
شمشیر اور سپر کو اک عمر کھڑکھڑایا
بانک وپٹا و بلم گدکا و لٹھ پھرایا
جھمکا تمھارا اس دم ہم کو جو یاد آیا

اِک دم کو آ گئے ہیں مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

پھر کتنے روز ہم نے بچّا سبے کا پالا
اس حال میں بھی کتنے خوباں کو دیکھ ڈالا
پنجرا، گلہری، طوطا، شکرا، شکار والا
اب دیکھنے کو تیرے یہ سوانگ کر کے لالا

اِک دم کو آ گئے ہیں مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

شیشے میں مدتوں تک ہم نے پلنگ اُتارا
کتنے پری رخوں کو جا بیرنے میں مارا
تصویریں بیچنا بھی کتنے دنوں بچارا
اب دیکھنے کو تیرے ہو کر فقیر یارا

اِک دم کو آ گئے ہیں مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

کُشتی میں بھی کتنی مدت ہم نے بدن کو توڑا
سو گل بدن کے تن کو من مانتا مروڑا
جو ڈھب تھا اُس ہنر کا کوئی نہ ہم نے چھوڑا
اب خوب رو کا پایئے دنیا میں دیکھ توڑا

اِک دم کو آ گئے ہیں مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

جوڑے کبوتروں کے کتنے دنوں اڑائے
کنکوے چنگ گڈّے تکلیں پتنگ بنائے
گھٹ والے بن ہزاروں چھاپے تلک لگائے
ہیں دید کے جو دل میں لاکھوں مزے سمائے

اِک دم کو آ گئے ہیں مُنہ مت چھپا لے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑا لے ہم سے

پھر لعل بھی لڑائے او گل دم بھی پالیں
جنگل میں گل لگائی اور بڈریاں سنبھالیں

ڈبیوں میں ڈال مکھی بل بکریاں بنالیں　　　کیا کیا نہ ہم نے پیارے پھر پھد کیاں نچالیں

اِک دم کو آگئے ہیں مُنہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

اس شہر میں ہزاروں گو خوب رو بتاں ہیں　　　لیکن بتاؤ کس کی یہ پیاری انکھڑیاں ہیں
کس میں یہ اچپلاہٹ کس میں یہ شوخیاں ہیں　　　انداز کرکے دل میں تجھ میں جو خوبیاں ہیں

اِک دم کو آگئے ہیں مُنہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

خبرادی ہو کے ہم نے لٹو چکئی بنائے　　　اُس میں بھی کتنے لڑکے خبراد پر چڑھائے
پھر ہو کے مرے والے مرے بہت لگائے　　　ریچھوں تا ماک لڑائے بندر نماک نچائے

اِک دم کو آگئے ہیں منہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

اب تو نظیر تیرا ای مہمان پیارے　　　آکر گلے لپٹ جا اے مہربان پیارے
بوسے کئی دلادے ہونٹوں سے جان پیارے　　　تیرے ہی دیکھنے کا رکھ دل میں دھیان پیارے

اِک دم کو آگئے ہیں مُنہ مت چھپالے ہم سے
ٹک ہنس کے اوپری رو آنکھیں لڑالے ہم سے

گرفتاری دل

جس دن سے ادا مجھ کو اُس بت کی لگی پیاری　　　اور کھپ گئی آنکھوں میں چنچل کی طرح داری
دل پھنس گیا زلفوں میں اُس شوخ کے یک باری　　　دیوانگی آ پہونچی جاتی رہی ہشیاری

کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

ملتا ہوں جو ٹک جا کر تو مجھ سے وہ لڑتا ہے　　　کچھ بات جو کہتا ہوں جھنجھلا کے جھگڑتا ہے
گردن کو پکڑ میری سر کو بھی رگڑتا ہے　　　جو جو وہ دکھاتا ہے سب دیکھنا پڑتا ہے

ٹ۔ خراد

کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

اِک چاہ کے دریا میں دن رات میں بہتا ہوں　　غوطہ بھی جو کھاتا ہوں تو کچھ نہیں کہتا ہوں

ہر دم کے ستم اُس کے مَیں کھینچتا رہتا ہوں　　جو ظلم وہ کرتا ہے ناچار میں سہتا ہوں

کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

صورت جو کبھی اُس کی ٹک دیکھنے جاتا ہوں　　تیوری وہ چڑھاتا ہے میں خوف میں آتا ہوں

جھڑکے ہے خفا ہو کر جب حال دکھاتا ہوں　　وہ گالیاں دیتا ہے میں سر کو جھکاتا ہوں

کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل لی گرفتاری

دل دے کے مجھے یارو دُکھ درد ہوا لاہا　　پلکوں نے ستمگر کی اب دل کو مرے راہا

روتا ہوں تو کہتا ہے "کیوں تو نے مجھے چاہا"　　جتنا وہ سناتا ہے کہتا ہوں "آہا ہا ہا"

کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

ع۵ کہتا ہے تجھے میں تو ہر آن کڑھاؤں گا　　کچلوں گا ترے دل کو، اور جی کو جلاؤں گا

کوچے سے نکالوں گا ہر وقت سناؤں گا　　میں اُس سے یہ کہتا ہوں جی سب یہ اُٹھاؤں گا

کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

کیجے گا رَونا تو ہتھیلی کو بھروں گا مَیں　　جو چیز منگاؤ گے لا آگے دھروں گا مَیں

راتوں کو نگہبانی کرتے نہ ڈروں گا مَیں　　چپّی کو جو کہئیے گا چپّی بھی کروں گا مَیں

کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

بیٹھو گے تو ہر ساعت رومال جھلوں گا مَیں　　گرمی میں جو کہیے گا تو بیٹھ ملوں گا مَیں

خدمت کی جو باتیں ہیں اُن سے نہ ٹلوں گا مَیں　　جاؤ گے کہیں جس دم تو ساتھ چلوں گا مَیں

کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

در پر جو بٹھاؤ گے دربان کہاؤں گا　　فرّاش بناؤ گے تو فرش بچھاؤں گا

تو سن کے بھی ملنے سے منہ کو نہ پھراؤں گا　　گر گھاس منگاؤ گے تو گھاس بھی لاؤں گا

کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

ع۵ جس بند کے سامنے یہ نشان (ع۵) ہے وہ کلیات نظیر مرتبہ مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز سے نقل کئے گئے ہیں۔

تقصیر نہ ہووے گی کچھ خدمتِ سامی میں | ہو گا وہی آوے گا جو رائے گرامی میں
آنے کی نہیں ہرگز، خاطر مری خامی میں | حاضر ہے نظیرؔ ای جان اس وقت غلامی میں
کیا کیجے ہوئی اب تو یاں دل کی گرفتاری

مسدّس بر بیت فارسی

گاہے بہ خندہ لب شکر آمیز می کنی | گاہے بہ عشوہ غمزۂ خون ریز می کنی
ہر ناز دل فریب و دل آویز می کنی | القصہ ہر ادا ستم انگیز می کنی
دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز می کنی

پہلے لگائی دل کو مرے تو نے اپنی چاہ | جب مر چلے ہم آہ، تو لی تو نے اپنی راہ
سمجھے ترا فریب ہم اے شوخ کج کلاہ | اچھی یہ رسم تو نے نکالی ہے، واہ، واہ
دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز می کنی

اوّل دکھا کے دور سے وہ حسن مہر سوز | پھر چھپ گیا تو دل میں لگا تیرِ سینہ دوز
ہم دیکھتے ہی رہ گئے آشفتہ، تیرہ روز | سوچا جو ہم نے خوب تو اے شمعِ دل فروز
دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز می کنی

رو دیں نہ تیرے ہاتھ سے ہم کیوں بہ زار زار | دل دار بن کے تو نے کیا ہم کو دل فگار
اب ہم تو بے قرار ہیں اور تو خوشی ہے، یار | کیوں کر نہ ہو خوشی کہ ترا ہے یہی شعار
دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ما تیز می کنی

غُرفے سے پہلے جھانک کے چہرہ دکھا دیا | جب ہم نے کی نگہ تو لیا پردے میں چھپا
اپنا بڑھا یا حُسن کیا ہم کو مبتلا | صد آفریں ہے، اے مرے عیار مہ لقا

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ماتیز می کنی

زلفوں کا اپنی ہم کو دکھا تونے پیچ و تاب — ڈالا ہمارے دل میں تعشق کا اضطراب
جب پھس گئے ہم آہ تو جھٹکا دیا شتاب — اب فطرتوں کا تیری غرض ہر یہی جواب

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ماتیز می کنی

مکروفریب تو جو کرے ہر نیا نیا — وہ سب نظیرؔ جانے ہر اے شوخ دل رُبا
تیری جو شوخیوں سے وہ آگاہ نہیں کہ تھا — سعدی بھی یہ شعر گلستاں میں لکھ گیا

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی
بازارِ خویش و آتشِ ماتیز می کنی

راضی بہ رضائے محبوب

گر تجھ میں اے پری رو، یا مہر یا جفا ہر — یا راستی کا ملنا، یا سر بہ سر دغا ہر
گر تو وہی جو تیرے اب دل کو خوش لگا ہر — ہم جانتے نہیں ہیں کچھ نیک و بد کہ کیا ہر

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہر
یاں یوں بھی واہ وا ہر اور ووں بھی واہ وا ہر

کچھ دل میں ہر تو دل کی آبادیاں بھی کرلے — جور و ستم کی اپنے استادیاں بھی کرلے
بے درد ہر تو ظالم، بے دردیاں بھی کرلے — جلّاد ہر تو کافر، جلّادیاں بھی کرلے

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہر
یاں یوں بھی واہ وا ہر اور ووں بھی واہ وا ہر

اب در پہ اپنے ہم کو رہنے دے یا اٹھا دے — ہم سب طرح سے خوش ہیں رکھ یا ہوا بنا دے
عاشق ہیں پر قلندر، چاہے جہاں بٹھا دے — یا عرش پر چڑھا دے، یا خاک میں ملا دے

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہر — یاں یوں بھی واہ وا ہر اور ووں بھی واہ وا ہر

کہ کتاب عقل کی طاق پر جو دھری تھی وہیں دھری رہی

ترے منہ پہ اب تو ہے وہ جھلک کہ جہاں تو جا کے عیاں ہوا
اگر آفتاب جمال تھا، تجھے دیکھ وہ بھی نہاں ہوا

کوئی آگے تیرے نہ آسکا، وہ قمر کہ مہر نشاں ہوا
ترے جوش حیرت حسن کا اثر اس قدر تو یہاں ہوا

کہ نہ آئنے میں جلا رہی، نہ پری کی جلوہ گری رہی

عجب اتفاق ہے خود بہ خود مرے دل سے علش نکل گیا
پڑی آگ غم کی وہ تن میں آ کہ بہ رنگ شمع پگھل گیا

ادھر آہ شعلہ زباں ہوئی اُدھر اشک آنکھوں سے ڈھل گیا
چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا

مگر ایک شاخِ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

کری عشق اب وہ جہاں میں کہ سبھوں سے بیٹھے وہ ہاتھ دھو
نہ کسی کے ڈر سے چھپے کہیں نہ کسی کے خوف سے دیوے رو

اُسے کچھ کسی کی خبر نہیں، ہوا اب تو مثلِ نظیر وُہ
تری دردِ عشق میں اے میاں، دلِ بے نوائے سراج کو

نہ خطر رہا نہ حذر رہا، جو رہی تو بے خبری رہی

خمسہ بر غزل قدرت

آہ یہ کس شعلہ رو سے طبع اب مانوس ہے
جو سپند آسا جگر اس آگ کا مانوس ہے

اور تپِ غم کی طپش چہرے اُپر محسوس ہے
کس کی نیرنگی یہ برقِ شعلۂ فانوس ہے

جو شرر اُس سے اُٹھا سو جلوہ طاؤس ہے

بزم میں تیری صنم جس دم بہ چشمِ تر گئے
مر گئے، پھر جی اُٹھے، تڑپا کئے، دُکھ بھر گئے

دیکھ تیرے عشق میں کیا کیا ہوا، اے گھر گئے!
صبر اور تسکین یاں سے کوچ کب کا کر گئے

اب وداعِ ننگ ہے اور رخصتِ ناموس ہے

ہم نشیں احوال اپنا کوئی کیا تجھ سے کہے
آدمیت سے گئے، سودا ہوا، رسوا ہوئے

خود بہ خود یہ دل میں بے خود اب خیال اُٹھنے لگے
کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے

کیا ہی ملک روم ہے اور سر زمینِ روس ہے

جائیے جب واں تو کس عشرت سے کیجے زندگی
مثل گل کے نزہت و فرحت سے کیجے زندگی

۱۔ میں۔ ۲۔ عیاں۔ ۳۔ کے۔ ۴۔ راحت۔

گر مہر سے بلاوے، تو خوب جانتے ہیں
اور جور سے ڈباوے تو ڈب جاتے ہیں
ہم اس طرح بھی تجھ کو مرغوب جانتے ہیں
اور اس طرح بھی تجھ کو محبوب جانتے ہیں

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے
یاں یوں بھی واہ وا ہے، اور ووں بھی واہ وا ہے

اِک دن وہ تھا کہ ہم پر تھے عیش کے دھڑلے
یاں مطلبوں کے ہم پر، اور غیر پر کڑا کے
اب غیر پر کرم ہے، اور ہم پہ ہیں جھڑا کے
ہم سب طرح خوشی ہیں، سنتا ہے اور لڑا کے

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے
یاں یوں بھی واہ وا ہے، اور ووں بھی واہ وا ہے

یا دل سے اب خوشی ہو کر پیار ہم کو پیارے
یا تیغ کھینچ ظالم ٹکڑے اڑا ہمارے
جیتا رکھے تو ہم کو، یا تن سے سر اتارے
اب تو نظیرؔ عاشق کہتے ہیں یوں پکارے

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے
یاں یوں بھی واہ وا ہے، اور ووں بھی واہ وا ہے

خمسہ بر غزل سراج

کھلی جب کہ چشم دلِ حزیں، تو وہ تم رہا نہ تری رہی
ہوئی حیرت[۱] ایسی کچھ آن کر کہ اثر کی بے اثری رہی
پڑی گوشِ جاں میں عجب ندا کہ جگر نہ بے جگری رہی
خبر تحیر عشق سن، نہ جنوں رہا نہ پری رہی

نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا، جو رہی سو بے خبری رہی

ہوئیں کیا ہی دل کو فراغتیں گئی قید جب سے لباس کی
نہ ہوائے اطلس و گل بدن، نہ تلاشِ بادلہ و زری
کوئی پہنو یا کہ نہ پہنو اب غرض اس کو جانے بلا مری
شہ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباسِ برہنگی

نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی

کسی وقت مکتبِ عقل میں بہت علم ہم نے بھی تھا پڑھا
کہ ہر اک سے حجت و بحث تھی، سو اس علم کا یہ کمال تھا
گیا جب کہ مدرسہ عشق میں، تو پھر آگے یار و کہوں میں کیا
وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخہ عشق کا

---

(۱) حسرت۔

گر میسر ہو تو کس عشرت سے کیجے زندگی
سب طرح سے راحت و حشمت سے کیجے زندگی

اس طرف آوازِ طبل اور دھر صدائے کوس ہے

یہ خیالِ خام اپنے دل میں بندھتے تھے پڑے
کھل رہے تھے عیش و عشرت کے طبیعت پر ورے

جب زبان و دل سے باہم یہ سخن ہونے لگے
سنتے ہی عبرت پکاری اک تماشا میں تجھے

چل دکھاؤں تو جو حرص و آز کا محبوس ہے

میں نے جانا لے چلے گی یہ گلستاں کی طرف
یا کنارِ آب یا خرم بیاباں کی طرف

نہ وہ صحرا لے گئی نے باغ و بستاں کی طرف
لے گئی اک بارگی گورِ غریباں کی طرف

جس جگہ جانِ تمنا سو طرح مایوس ہے

میں جو واں پہونچا تو اُس جا ڈھیر دیکھے خاک کے
کوئی بے سایہ کہیں سایہ کسی پر کیکرے

اتنے میں عبرت پکڑ کر ہاتھ میرا خوف سے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے

"یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے"

یہ وہ ہے جس کو کہ ہفت اقلیم دیتی تھی خراج
یہ وہ ہے جس کو کہ ہفت افلاک سے اُترا تھا تاج

یہ وہ ہے جس کا فرشتے کو نہ ملتا تھا مزاج
پوچھو تو ان سے کہ مالِ حشمتِ دنیا سے آج

کچھ بھی اِن کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے؟

کر دیا ہے عشق کے غم نے تو بے طاقت تجھے
اس مرض کی بے طرح لپٹی ہوا اب آفت تجھے

بس یہ کہتا ہے نظیرؔ اب نکتۂ حکمت تجھے
گر نہ بخشے شافعِ محشر شفا قدرت تجھے

عارضے سے تیرے تو حیران جالینوس ہے

خمسہ بر غزل فغاں

دل دیتا ہوں، یارو، مجھے الزام نہ ہووے
اس کام کا آخر کو بد انجام نہ ہووے

یہ عشق مرا گوشش زدِ عام نہ ہووے
ڈرتا ہوں محبت میں[۴] مرا نام نہ ہووے

دنیا میں اِلٰہی کوئی بدنام نہ ہووے

ن۱ - آیا۔ ن۲ - سے۔ ن۳ - اس کی قدرت دیکھ کر۔ ن۴ - سے۔

گر یار مرے قتل کو آیا ہے ترا دل
بہتر ہے میں حاضر ہوں، وے کچھ نہیں حاصل
گر یوں ہی ارادہ ہے تو مت چھوڑ تو بسمل
شمشیر کوئی تیز سی لانا مرے قاتل
ایسی نہ لگانا کہ مرا کام نہ ہووے

بھر عمر پھرا اُس کے جو غم و درد سے نالاں
آخر کو ہوا ہاتھ سے اُس شوخ کے بے جاں
کیا ضد ہے موے پر بھی اُسے دیکھیے یاراں
آتا ہے مری گور پہ ہمراہِ رقیباں
یعنی اسے تربت میں بھی آرام نہ ہووے

پردہ جو ترے غم کا اگر دل سے اُٹھاؤں
اِک آہ میں سو برق کے سینے کو جلاؤں
نالہ وہ کروں کوہ بھی جاگہ سے ہلاؤں
گر صبح کو چاک اپنے گریباں کا دکھاؤں
اے زندہ دلاں حشر تلک شام نہ ہووے

اپنا تو نظیرؔ ایک ستم گر ہے پری رو
پائی تھی صبا نے بھی نہ اُس گل کی کبھی بو
سو اُس کو بھی دل دے کے کیا ہم نے بہ یک سو
جی دیتا ہے بوسے کی توقع پہ فغاں تو
ٹک دیکھیو سودا یہ ترا خام نہ ہووے

خمسہ بر غزلِ اصغر

وہ رنگ کہیں لعلِ بدخشان میں آیا
نیلم میں کہیں گوہر غلطان میں آیا
یاقوت میں الماس میں، مرجان میں، آیا
جب حسن ازل پردۂ امکان میں آیا
بے رنگ بہ ہر رنگ ہر اک شان میں آیا

بو ہو کے ہر اک پھول کی پتی میں بسا ہے
موتی میں ہوا آب ستاروں میں ضیا ہے
تنہا نہ ہمارے ہی وہ شہ رگ سے ملا ہے
نزدیک ہے وہ سب سے جہاں اس سے بھرا ہے
جب چشم کھُلی دل کی تو پہچان میں آیا

کیا قمریِ دل سوختہ کیا بلبلِ نالاں
کیا باغ چمن تختہ کا، کیا زیر خیاباں
سب مل کے یہی بات پکارے ہیں ہر اک آں
گل بھی وہی سنبل وہی، نرگس وہی ریحاں

۱ن: مشکل ۔ ۲ن: چھوڑیو ۔ ۳ن: ہوا بس ۔ ۴ن: جو ۔ ۵ن: تھا ۔

اپنے ہی تماشے کو گلستان میں آیا

کیا ارض و سما، حور و ملک، دیو، پری، جن — کیا وحشی و طائر، نہیں اک دم کوئی اس بن
ہر رات یہی بات، یہی ذکر ہے ہر چھن — اول وہی، آخر وہی، ظاہر وہی، باطن

مذکور یہی آیتِ قرآن میں آیا

ماٹی سے کہیں خاک کا پتلا وہ ہوا ہے — یا روح بن اس خاک کے پتلے میں گھسا ہے
آپ ہی تو بنایا ہے اور آپ ہی وہ بنا ہے — حرمت سے ملائک نے اسے سجدہ کیا ہے

جس وقت کہ وہ صورتِ انسان میں آیا

اگر کہیں دیتا ہے وہ سینے میں لگا آگ — اور حال کہیں کرتا ہے لا منہ کے اوپر جھاگ
جو اس کے شناسا ہیں یہی کہتے ہیں بے لاگ — مطرب وہی، آواز وہی، ساز وہی راگ

ہر راگ میں بولا وہ ہر اک تان میں آیا

کیا چمپئی، کیا پستئی، کیا اخضر و احمر — کیا سوسنی، کیا کشمشی، کیا ابیض و اصفر
اب مثلِ نظیرؔ اس چمنِ دہر کے اندر — بے رنگ کے رنگوں کو ذرا دیکھ لے اصغر

سو طرح کے عالم کے خیابان میں آیا

خمسہ بر غزل مولانا سعدی رحمۃ اللہ علیہ

(۱)

نمی دانم کہ این مردم کیانند — کہ یاران رفتہ و خود[1] بگذرانند
دلا بیش آں کہ ایں عالم برانند — بیفگن خیمہ تا محمل برانند

کہ ہمراہان آن عالم روانند

میاں اس جا بجز ذاتِ خداوند — نہ بھائی ہر کوئی اپنا نہ فرزند
نہ ہو دنیا کے رشتوں میں تو پابند — زن و فرزند و یار و خویش و پیوند

برادر خواندگان کاروانند

جہاں تک یہ تماشے ہیں مقابل — ارے ناداں یہ سب ہیں نقشِ باطل

[1] خود — خویش۔

اگر دانا ہے تو اے مردِ عاقل ، نہ باید بستن اندر صحبتے دل
کہ بے ایشاں بہ مانی تابہ مانند

تکبر میں نہ کر عمر اپنی برباد ، مچا مت اپنے ہاتھوں داد بے داد
تجھے کیا آہ! یہ نکتہ نہیں یاد ، نہ اوّل خاک بودست آدمی زاد؟
بہ آخر چوں بیندیشی ہمانند

تونگر کیا، غنی کیا، شاہ و درویش ، امیر وقت کیا محتاج، دل ریش
سبھوں کو ایک دن چلنا ہے درپیش ، پس آں بہتر کہ اوّل آخرِ خویش
بیندیشند و قدرِ خود بدانند

سراسر کام ہیں دنیا کے گندے ، غرور و کبر میں مت اپنا تن دے
ذرا تو دیکھ اے خالق کے بندے ، زمیں چندے بخورد از خلق و چندے
ہنوز از کبر سر بر آسمانند

گیا اک دن میں گورستاں میں دل سرد ، پڑی اُڑتی تھی واں ہر قُبّہ پر گرد
جو دیکھا ہے تو با چشم و رُخِ زرد ، یکے بر تُربتے فریاد می کرد
کہ اینہا پادشاہانِ جہانند

یہ وہ ہیں جن کے تن تھے گورے گورے ، مرصّع جام و زرّیں آب خورے
بڑے تھے سلطنت کے اُن کے تورے ، بہ گفتم تختۂ برکن ز گورے
بہ بیں تا پادشہ یا پاسبانند

کہاں ہے اُن کی وہ شانِ جلالت ، کہاں وہ تاج و تخت و مُلک و دولت
یہ سُن کر مجھ سے وہ صاحب کرامت ، بگفتا تختہ برکندن چہ حاجت
کہ می دانم کہ مُشتِ استخوانند

گھڑی کی عمر ہو یا لاکھ کا سِن ، نظیرؔ اِس بزم سے چلنا ہے اِک دن
جو ہوں بیمار ظاہر یا کہ باطن ، نصیحت داروے تلخ است ولیکن
ندارو خانۂ سعدی ستانند

زنا - دنیا کے بڑا -

خمسہ بر غزل مولانا سعدی رحمۃ اللہ علیہ

(۲)

کل ہم جو گئے باغ میں ٹک لطف اُٹھانے　　اور دل کو لگے سیر گلستاں کی دکھانے
اتنے میں کہوں کیا تجھے اے یار، یگانے　　بہ ربود دلم در چمنے سرو روانے
زریں کمرے، سیم برے، موے میانے

وہ شوخ کہ عالم میں نہ دیکھا ہو کسی نے　　وہ حسن کہ نے حور نے پایا نہ پری نے
کیا تجھ سے کہوں اُس کی میں خوبی کے قرینے　　خورشید رخے، ماہ وشے، زہرہ جبینے
یاقوت لبے، سنگ دلے، تنگ دہانے

گل فام، گل اندام، دل آرام، نکوئے　　دل دار، دل آزار، جفا کار، دورو ئے
آہو صفتے، کبک تگے، عنبریں موئے　　بے داد گرے، کج کلہے، عربدہ جوئے
لشکر شکنے، تیر قدے، سخت کمانے

ابرو خمِ طاقِ حرم و زلف گرہ بستے　　قد، رنج دلِ طوبیٰ و رخ رشک بہشتے
خال الفتِ سودائے دل اور خطِ لب کشتے　　جادو نظرے، عشوہ گرے، حسن سرشتے
آسیب دلے، رنج تنے، آفت جانے

وہ رُخ کہ ہر اک شوخ پری زاد کو شہ دے　　وہ زلف کہ سنبل جسے بے تاب ہو کہہ دے
گر حور بھی دیکھے تو اُسے جان میں رہ دے　　عیسیٰ نفسے، خضر رہے، یوسف عہدے
جم مرتبہ، تاجورے، شاہ جہانے

شمشیر نگہ، تیر مژہ، قاتلِ خلقے　　غارت گرے، برباد دہے حاصلِ خلقے
مشہورِ جہاں، فتنۂ جاں، مقبلِ خلقے　　تنگ شکرے، چوں شکرے دردلِ خلقے
شوخے، نمکینے، چو نمک شورِ جہانے

کیا اس کی میں تعریف کہوں حسن ادا کی　　ہے ختم دو عالم کی اُسی شوخ پہ خوبی
پھر مثلِ نظیر اُس بت رعنا سے لگا جی　　بے زلف و رخ و لعلِ لب، اد شدہ سعدی

آہے و بخارے و غبارے و دخانے

خمسہ بر غزل امیر خسرو

کب لالۂ و گل کر سکیں عارض سے تیرے ہمسری
قد سے خجل سرو سہی رفتار سے کبک دری
محبوب تجھ سے سیکھ لیں ناز و ادا و دل بری
ای چہرۂ زیبائے تو رشکِ بُتانِ آذری
ہر چند وصفت می کنم، در حُسن زان زیبا تری

ہے شور تیرے حسن کا اے کر زمیں سے چرخ تک
دن رات صورت کو تری شمس و قمر تکتے ہیں تک
دیکھے ہے جو تیرے تئیں کہتا یہی ہر یک بہ یک
تا نقش می بند و فلک کس را نہ دیدست این نمک
حوری نہ دانم یا ملک، فرزند آدم یا پری[عہ]

تیرا رُخ ای رعنا صنم بھر کر نظر دیکھے ہے جو
کھودے ہے وہ ایمان کو باندھے ہے وہ زنار کو
دیوانے تیرے عشق میں دل سے نہیں کچھ ایک دو
عالم ہمہ یغمائے تو خلقِ جہاں شیدائے تو
این نرگس رعنائے تو آورد رسم کافری

ہے خلق و خوبی میں بھرا اس طور سے وہ نازنیں
بہزاد و مانی دیکھتے تو ہوتے وہ حیرت قریں
گر اس بیاں کی راست کا ہے کچھ نہیں تجھ کو یقیں
صورت گرِ زیبائے چین روصورتِ یارم ببیں
صورتے کش این چنیں یا ترک کن صورت گری

ہیں خلق میں ہر سو عیاں رنگیں ادا زیبا صنم
گل گوں قبا نازک بدن سو زیب زینت سے بہم
کی غور تو سچ ہے یہی مجھ کو محبت کی قسم
آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بُتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

آیا نظر جس روز سے تجھ سا شکر لب مہ لقا
ابرو کماں جادو نظر شیریں سخن [illegible]
اپنے وطن کو چھوڑ کر مثل نظیر مبتلا
خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہرِ شما
باشد کہ از بہرِ خدا سوئے غریباں بنگری

عہ شمسی نہ دانم یا قمر، حوری نہ دانم یا پری۔

نہ ۱۔ نہ داد است۔ نہ ۲۔ کھودی۔ نہ ۳۔ تئیں۔ نہ ۴۔ خلقے ہمہ۔ نہ ۵۔ آں۔ نہ ۶۔ شہلائے۔ نہ ۷۔ نقاش زہ [illegible]

خمسہ بر غزل حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

(۱)

کیست تا آن ساقی گل فام را | از من بے دل دہد پیغام را
تشنہ لب مگزار این ناکام را | ساقیا برخیز و در دہ جام را
خاک بر سر کن غم ایام را

گو کہ می پینے میں ہیں بدنامیاں | عزت و حرمت کا جاتا ہے نشاں
ہم تو سمجھے ہیں، پلا ساقی میاں | گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں
ما نہ می خواہیم ننگ و نام را

دیکھ کر نالے ہمارے شعلہ زن | عابد و زاہد کے بھولے مکر و فن
کیوں نہ اب جل جل کے ہوں دشمن کے تن | دود آہ سینۂ سوزان من
سوخت ایں افسردگان خام را

یہ جو میں پہنا ہی جبہ سر بہ سر | ہے بھرا اس میں سراپا مکر و شر
دے خدا کے واسطے، اے مغ پسر | ساغر می بر کفم نہ تا ز سر
برکشم ایں دلق ازرق فام را

ننگ دارم منزل و ماوائے خود | کردہ ام کوئے مغاں را جائے خود
عاشقم بر طرز بے پروائے خود | محرم راز دل شیدائے خود
کس نمی بینم ز خاص و عام را

یہ جو خوباں رکھتے ہیں بند و بست | دل کو لینے ہیں بہ صد افسون و دست
ان کا میں عاشق نہیں اے خود پرست | با دل آرامے مرا خاطر خوش است
کز دلم یکبار برد آرام را

ع۵ دست = دستاں۔

(۱) - بہ، لا - نذ (۲) - کو - نذ (۳) - رب - ڈر - نذ (۴) - اشک -

عشق میں آرام دل ہوتا ہے کب   یاں تو ہر دم غم ہے اور رنج و تعب

کوئی دن مثل نظیرؔ اس غم میں اب   صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب

عاقبت روزے بیابی کام را

خمسہ بر غزل حافظ رحمۃ اللہ علیہ

(۲)

آ سد نگارِ دل پر شیریں کلامِ ما   رشکِ ارم ز نزہتِ او شد مشام

زد روزگار سکۂ دولت بہ نام ما   ساقی بہ نور بادہ بر افروز جام

مُطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکام ما

زاہد تو کم خوری سے کریں تن کو اپنے کاست   ہم رندپی شراب کریں عیش دل کے را

جس دم کہ آگے ہووے گا دیوانِ حشر راست   ترسم کہ صرفۂ نبرد روز باز خواست

نانِ حلال شیخ ز آبِ حرام ما

جامے ز دستِ ساقی رنگیں کشیدہ ایم   غم را بہ پشت پا زدہ عشرت خریدہ ایم

زاہد خبر نہ دارد ازاں گل کہ چیدہ ایم   ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ

اے بے خبر ز لذتِ شُرب مدام ما

چرخ و فلک جہاں میں خرامندہ شد بہ عشق   شمس و قمر بھی نور میں تابندہ شد بہ عشق

قائم وہی رہے گا جو پایندہ شد بہ عشق   ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کیا کیا کریں ہیں ناز و ادا سیم تن یہاں   آوے ابھی وہ شوخ تو ہو جاویں سب نہاں

دیکھا جو خوب سب ہیں یہ دھوکے کی ٹٹیاں   چنداں بود کرشمہ و نازِ سہی قداں

کاید بجلوہ سروِ صنوبر خرام ما

زاہد ہمیں خدا نے کیا ہے جو مے پرست   مستِ الست ہم ہیں نہیں آج کل کے مست

دیکھے تو کس طرح کہ تری ہو نگاہ پست   مستی بچشمِ شاہدِ دل بندِ ما خوش است

زاں رو سپردہ اند بہ مستی زمام ما

جب سے جدا ہوا فلکِ حُسن کا وہ چاند — روتے ہی روتے ہم کو یہ گزرا تمام چاند
مثلِ نظیر ہجر کی سختی سے ہو کے ماند — حافظ ز دیدہ دانۂ اشکے ہمی فشاند
باشد کہ مرغِ وصل کند قصدِ دامِ ما

خمسہ بر غزل حافظ رحمۃ اللہ علیہ
(۳)

تا کے بہ دلق و سبحہ کنی فکر دام را — آری بہ حلقہ درکف خود خلق عام را
بگذار یک نفس تو چنیں فکرِ خام را — صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را
تا بنگری صفائے مئے لالہ فام را

یہ صید گاہ عشق ہے دیر و حرم نہیں — یاں لاکھوں جال اُڑ گئے اور سیکڑوں کمیں
باز آ تو اس خیال سے سنتا ہے ہم نشیں — عنقا شکارِ کس نہ شود دام باز چیں
کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

کیفیتِ شراب ز ہر می پرست پُرس — یاز آں کہ در ازل شدہ جامے بہ دست پُرس
سیرِ جہاں نہ از دل و از عقلِ پست پُرس — راز درونِ پردہ ز رندانِ مست پُرس
کیں حال نیست صوفیِ عالی مقام را

گر زیرِ آسماں تجھے فرصت ہے ایک جَو — کر اپنے دل کے عیش تو ایک ایک دم میں سَو
گرچہ شرابِ ناب کی اس جا لگی ہے لَو — در بزمِ دور یک دو قدح درکش و برو
یعنی طمع مدار وصالِ دوام را

کھو کر جوانی کو جو ہوا، یار، اب فریش — پیری کا اب تو آن پڑا تیرے سر پہ جیش
آتا ہے تجھ کو دیکھ مرے جی میں اب تو طیش — اے دل شباب رفت نہ چیدی گلے ز عیش
پیرانہ سر مکن ہوسِ ننگ و نام را

پیرِ مغاں نے جب سے دیے جام نو بہ نو — جب سے گرو دلق و مصلّا ہوا گرو
مثلِ نظیر اب تو لگی دل کو مے کی لَو — حافظ مریدِ جام مے ست اے صبا برو
وز بندہ بندگی برساں شیخِ جام را

خمسہ بر غزل حافظ رحمۃ اللہ علیہ

(۴)

کہاں وہ کیقبادی کارخانہ — کہاں وہ مے وہ جامِ خسروانہ
کہوں کیا تجھ سے ای یارِ یگانہ — سحر گاہانہ مخمورِ شبانہ
گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ

پڑا جب گوش میں وہ نالۂ نے — تو سوجھی اور ہی عالم کی اک شے
ہوئی مستی وہ مدہوشی جو در پے — نہادم عقل را رہ توشہ از مے
بہ ملکِ عاقبت کردم روانہ

کیا پہلے ہی ساغر نے یہ دل شاد — کہ سر اپنا رہا مجھ کو نہ پا یاد
تو مجھ کو کرکے اور اک جام امداد — نگارے مے فروشم عشوۂ داد
کہ ایمن گشتم از مکرِ زمانہ

ہوا جب میں نہایت شاد و خرم — تو رکھ کر سر قدم پر اُس کے ہر دم
کہا میں نے اُسے اے ساقیِ جم — بدہ کشتیِ مے تا خوش برانم
دریں دریاے ناپیدا کرانہ

کیا ہر گز مجھے منزل سے محرم — تو رستے میں نہ چھوڑا اے خضرِ عالم
کہا جب میں نے یہ نکتہ تو اُس دم — ز ساقی کمان ابرو شنیدم
کہ ای تیرِ ملامت را نشانہ

یہ رہ باریک ہے اور تو ہے فربہ — کمان اِس عزم کی ہر گز نہ کر زہ
گمان و وہم کی جاگہ نہیں یہ — برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ
کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

اگر ہے تجھ کو اِس رہ سے سروکار — تو ہو سب ماسوا سے تارک ای یار
نہ رکھیو بیخودی کی کچھ خبر دارا — نہ بندی زاں میاں طوقِ کمر دار

اگر خود را بہ بینی در میانہ

وہی عاشق وہی معشوق دل جو ست　　　وہی بو اور وہی مغز اور وہی پوست
وہی حامی وہی دشمن وہی دوست　　　شراب و ساقی و شاہد ہمہ اوست

خیال آب و گل در رہ بہانہ

نظیر اب چوں تو شیدائے ست حافظ　　　تن خاکی عجب جائے ست حافظ
نہ دریا و نہ صحرائے ست حافظ　　　وجود ما معمائے ست حافظ

کہ تحقیقش فسون ست و فسانہ

خمسہ بر غزل حافظ رحمۃ اللہ علیہ

(۵)

تھا جو از بس کہ میں عصیاں میں خراب آلودہ　　　طاعت مکر سے رہتا تھا حجاب آلودہ
اہل تقوی کا سمجھ دانہ و آب آلودہ　　　دوش رفتم بہ در میکدہ خواب آلودہ

خرقہ تر دامن و سجادہ شراب آلودہ

لے گیا شوق جو واں سب کو اٹھا دوش بدوش　　　جاتے ہی در پہ گرا پیر مغاں کے مدہوش
دیکھ کر مجھ کو پڑا خواب میں غفلت کے خموش　　　آمد افسوس کناں مغبچۂ بادہ فروش

گفت بیدار شو اے رہرو خواب آلودہ

جب میں جاگا تو کہا اس سے[1] یہ شیریں سخنی　　　یعنی ہر جان تری عشق مجازی کی بنی[2]
دور کر دل سے یہ غفلت جو ہی خوباں کی چنی　　　در ہوائے لب شیریں دہناں چند کنی

جوہر روح بہ یاقوت مذاب آلودہ

اے ہوسناک یہ ہی میکدۂ قدس مقام　　　بیٹھے مستان ازل کرتے ہیں یاں شرب مدام
تو بھی وہ مے جو پیا چاہے تو اے نیک انجام　　　شست وشوئے کن وانگہ بخرابات خرام

تا نگردد ز تو ایں دیر خراب آلودہ

گر تجھے عشق حقیقی نے بھر کچھ دی توفیق　　　تو تو سیکھ آن کے یاں اہل طریقت کا طریق

۱۔ نے۔ ۲۔ بھی۔

ایک ادنیٰ اسا یہ اُس عشق کا نکتہ ہے دقیق　　آشنایانِ رہِ عشق دریں بحرِ عمیق

غرق گشتند و نہ گشتند بہ آب آلودہ

یہ وہ دریا نہیں تو جس میں کرے آکے شنا　　یہ تو ہے معدنِ انوار و یقیں صدق و صفا

گر تو چاہے کہ یہاں آوے تو ای غرق ریا　　پاک صافی شو و از چاہِ طبیعت بدر آ

کہ صفائے ندہد آبِ تُراب آلودہ

ہم تو پھرتے ہیں نظیرؔ عشق میں اب خانہ بہ دوش　　کل عجب طرح کا اک نکتہ ہوا گوہرِ گوش

کچھ جو حافظؔ نے کہا یار سے ہو دوش بہ دوش　　گفت حافظؔ بردایں نکتہ بیاراں مفروش

آہ ازیں لطف بانواعِ عتاب آلودہ

قصّہ ہنس

دنیا کی جو اُلفت کا ہوا اُس کو سہارا　　اور اُس نے خوشی کو مری خاطر میں اتارا

دیکھی جو یہ غفلت تو مرا دل یہ پکارا　　آیا تھا کسی شہر سے اک ہنس بچارا

اک پیڑ پہ جنگل کے ہوا اُس کا گزارا

چنڈول، اگن، ابلقے، چھپان بئے ڈھیّر　　مینا و بئے، کلکلے، بگلے بھی سمن بر

طوطے بھی کئی طور کے، ٹوٹیاں کوئی لہبر　　رہتے تھے بہت جانور اُس پیڑ کے اوپر

اُس نے بھی کسی شاخ پہ گھر اپنا سنوارا

بلبل نے کیا اُس کی محبّت میں خوش آہنگ　　اور کوکلے کوئل نے بھی اُلفت کو لیا سنگ

کھنجن میں کلنگوں میں بھی چاہت کی بجی چنگ[۱]　　دیکھا[۲] جو طیوروں نے اُسے حُسن میں خوش رنگ

وہ ہنس لگا سب کی نگاہوں میں پیارا

سیمرغ بھی سو دل سے ہوئے ملنے کے شائق　　گرڑھ سنکھ بھی سنکھوں کے ہوئے جھلنے کے لائق

سارس بھی، حواصل بھی ہوئے اُس کے موافق　　باز و لگڑ و جرّہ[۳] و شاہیں ہوئے[۴] عاشق

شکروں نے بھی شکّر سے کیا اُس کا مدارا

(۱) بجی جنگ ۔ (۲) دیکھا جو اسے طائروں نے ۔ (۳) باشہ ۔ (۴) تھے عاشق ۔

کچھ سبز رنگ بڑ نگے و کچھ ٹنٹن و برے　　پنڈخی سے لگا ٹوٹڑ و قمری و ہریوے
غوغائی بگیرے و لٹورے و پپیہے　　کچھ لال چڑے پودنے پدے ہی نہ غش تھے
پڈری بھی سمجھتی تھی اُسے آنکھ کا تارا

چاہت کے گرفتار بیٹریں لویں تیتر　　کبکوں کے تدرودوں کے بھی چاہت میں تھے پر
ہُدہُد بھی ہوئے ہٹ کے بڑھیا ادھر اودھر　　زاغ و زغن و طوطی و طاؤس و کبوتر
سب کرنے لگے اُس کی محبت کا اشارا

تنکل اُس کی وہیں جی میں کھپی شام چڑے کے　　دی چاہ جتا پھر اُسے جھانپو نے بھی جھپ سے
ہریل بھی ہوئے اُس کے بڑے چاہنے والے　　جتنے غرض اُس پیڑ پہ رہتے تھے پرندے
اُس ہنس پر اُن سب نے دل و جان کو وارا

خواہش یہ ہوئی سب کی کہ ہر دم اُسے دیکھیں　　اور اُس کی محبت سے ذرا مُنہ کو نہ پھیریں
دن رات اسے خوش رکھیں نت سکھ اُسے دیویں　　صحبت جو ہوئی ہنس کی ان جانوروں میں
یک چند رہا خوب محبت کا گزارا

سب ہو کے خوش اُس کی مئے الفت لگے پینے　　اور پیٹ سے ہر ایک نے واں بھر لیے سینے
ہر آن جتانے لگے چاہت کے قرینے　　اُس ہنس کو جب ہو گئے دو چار مہینے
اک روز وہ یاروں کی طرف دیکھ پکارا

یاں لطف و کرم تم نے کیے ہم پہ ہیں جو جو　　تم سب کی یہ خوبی ہو کہاں ہم سے بیاں ہو
تقصیر کوئی ہم سے ہوئی ہو وے تو بخشو　　لو یارو ہم اب جاویں گے کل اپنے وطن کو
اب تم کو مبارک رہے یہ پیڑ تمھارا

"اب تک تو بہت ہم رہے فرصت سے ہم آغوش　　اب یاد وطن دل کی ہمارے ہوئی ہم دوش"
جب حرف جدائی کا پرندوں نے کیا گوش　　اس بات کے سنتے ہی جو ہر اک کے اُڑے ہوش
سب بولے "یہ فرقت تو نہیں ہم کو گوارا

"ن دیکھے تمھارے ہمیں کب چین پڑیں گے　　اک آن نہ دیکھیں گے تو دل غم سے بھریں گے

ن ۱ - اس سے ۔ ن ۲ - ان سب نے محبت میں دل اس ہنس سے ہارا ۔ ن ۳ - میں ۔ ن ۴ - چلتے ہیں ۔ ن ۵ - یہ پیڑ مبارک رہے اب تم کو تمھارا ۔
ن ۶ - نہیں ہم کو گوارا ۔

"گر تم نے یہ ٹھہرائی تو کیا سُکھ سے رہیں گے — ہم جتنے ہیں سب ساتھ تمھارے ہی چلیں گے
یہ درد تو اب ہم سے نہ جاوے[1] گا سہارا"

پھر ہنس نے یہ بات کہی اُن سے کہ اے یار — "کچھ بس نہیں، اب چلنے کی ساعت سے ہیں ناچار"
آنکھیں ہوئیں اشکوں سے پرندوں کی گہر بار — اس میں[2] جو شبِ کوچ کی ہوئی صبح نمودار
پر اپنا ہوا پر وہیں اُس ہنس نے مارا

وہ ہنس جب اُس پیڑ سے واں کو چلا ناگاہ — نہ پھیر کے ادھر سے وطن کی جو نہیں لی راہ
دیکھا جو اُسے جاتے ہوئے واں سے تو کر آہ — سب[3] ساتھ چلے اُس کے وہ ہمراہ ہوا خواہ
ہر ایک نے اُڑنے کے لیے پنکھ پسارا

اور ہنس کی اُن سب کو رفاقت ہوئی غالب — جب واں سے چلا وہ تو ہوئی بےبسی غالب
کلفت تھی جو فرقت کی وہ سب پر ہوئی غالب — دو کوس اُڑے تھے جو ہوئی ماندگی غالب
پھر پر میں کسی کے نہ رہا قوتِ دیارا

پر اُن کے ہوئے تر جو نہیں دوری کی پڑی اوس — روئے کہ رفاقت کی کریں کیوں کے قدم بوس
تھک تھک کے لگے گرنے تو کرنے لگے افسوس — کوئی تین، کوئی چار، کوئی پانچ، اڑا کوس
کوئی آٹھ، کوئی نو، کوئی دس کوس میں ہارا

کچھ بن نہ سکے اُن سے رفیقی کے جو واں کار — اور اتنے اُڑے ساتھ کہ کچھ ہووے نہ اظہار
جب دیکھی وہ مشکل تو پھر آخر کے تئیں ہار — کوئی یاں رہا کوئی واں رہا کوئی ہو گیا ناچار[4]
کوئی اور اُڑا آگے جو تھا سب میں کرارا

تھی اُس کی محبت کی جو ہر ایک نے پی مے — سمجھے تھے بہت دل میں وہ اُلفت کو بڑی شے
جب ہو گئے بےبس تو پھر آخر یہ ہوئی رے — چیلیں ز[5]میں کوے گرے اور باز بھی تھک گئے
اُس پہلی ہی منزل میں کیا[6] سب نے کنارا

دنیا کی جو اُلفت ہر تو اُس کی ہر یہ کچھ راہ — جب مشکل یہ ہووے تو بھلا کیوں کے ہو نرباہ

ن ۱- جاے گا۔ ن ۲- اتنے میں شبِ کوچ ہوئی۔ ن ۳- سب ساتھ اُڑے اس کے جو تھے یار ہوا خواہ
ن ۴- لاچار۔ ن ۵- ان میں۔ ن ۶- گریں۔ ن ۷- لیا۔

ناچاری ہو جس جا میں تو واں کیجیے کیا چارہ
سب رہ گئے جو ساتھ کے ساتھی تھے نظرآرہ
آخر کے تئیں ہنس اکیلا ہی سدھارا

پودنے اور گرڈھ پنکھ کی لڑائی

اک پودنے کا حال عجب سننے میں آیا
تھا گھونسلا اک پیڑ اُپر اس نے بنایا
اور پودنی اور بچوں کو تھا اُس میں بٹھایا
قد میں تو وہ تھا پودنا چھوٹا سا کہایا
پر دل میں وہ گرڈھ پنکھ سے ٹھہرا تھا سوایا

کوّے کو سمجھتا تھا وہ اک مکھی کا بچہ
اور چیل کو گنتا تھا وہ ناچیز پتنگا
بگلے کو بچہ کیڑے کا اور بزّے کو بھنگا
لکھڑی سے یہ کہتا کہ "تو ہے کیا؟ اری چل جا!
ہم نے ترے لکھڑ کو ہے چٹکی میں اڑایا"

اک روز وہ سارس سے لگا کہنے اچھل کر
"جس پیڑ پہ ہم بیٹھے ہیں ہلتا ہے سراسر"
سارس نے یہ سن پودنے سے یوں کہا ہنس کر
"کیا بات تم ایسے ہی ہو بھاری و تناور
ہر پیڑ کو ہے بوجھ تمھارے نے ہلایا"

رہتا تھا وہ جس پیڑ پہ وہ پیڑ تھا برنا
آئے کہیں اس دشت میں اک ارنی وارنا
خوش آیا انھیں واں جو ہری گھاس کا چرنا
ٹھہرایا انھوں نے اُسی جنگل میں اُترنا
رہنے لگے وہ بھی انھیں صحرا جو وہ بھایا

واں پودنی اور ارنی میں بہناپا جو ٹھہرا
دن کو وہ لگے رہنے خوشی ہو کے اُسی جا
اور رات کو رہنے لگی وہ ارنے کنے جا
خوش ہو کے لگی رہنے ہوا پیار جو گہرا
دونوں نے غرض خوب محبت کو بڑھایا

اک روز وہ ارنی کہیں چرتی ہوئی آئی
اور آتے ہی اس پیڑ سے ہیٹھ اپنی کھجائی
وہ پیڑ ہلا پودنی نے دھوم مچائی
ہو جاوے گی اس بات سے مردوں میں لڑائی
اس تیرے کھجانے نے بہت ہم کو ستایا

---

(۱) بچھڑ رہے ساتھ کے ساتھی نظر آرہ۔ (۲) ارنے۔ (۳) ہرنے۔ (۴) کو سمجھا۔ (۵) کیا بات ہے تم ایسے ہی بھاری ہو تناور۔ (۶) آئے جو (۷) سو رہتی۔

ارنی یہ ہنسی سُن کے اور ارنے سے کہا جا ارنا بھی ہنسا اور کہا "جا، پھر تو کھجا آ"
اور آئی کھجانے کو تو یوں پودنا بولا "بدذات یہ تیری نہیں تقصیر میں سمجھا
شاید ترے[۱] ارنے نے تجھے ہی یہ سکھایا

"کل اس کی سزا پاوے گا ارنا نرا بدخو" جو صبح لگی ہونے تو وہ پودنا دل جو
آیا جہاں سوتا تھا وہ ارنا پڑا خوش ہو دُھر بیٹھ گیا کان میں باندھ اپنے پروں کو
پھُر پھُر کیا اور پردے میں پنجوں کو گڑایا

ارنا لگا ٹکرانے کو سر شور مچا کر ارنی گری اُس پودنی کے پانوں پہ جا کر
جب پودنی نے اُس کے ترس حال پہ کھا کر جلدی سے نکالا اُسے آواز سُنا کر
ارنے کو سوا بھاگنے کے کچھ نہ بن آیا

بھاگا غرض ایسا کہ نہ پھر پیچھے کو دیکھا ارنی بھی گئی بھاگتی ساتھ ارنے کے گھبرا
اُس بھاگنے میں دونوں نے پھر منہ کو نہ پھیرا ارنا تو نظیرؔ، اپنے اُدھر خوف سے بھاگا
یاں گھونسلے میں پودنا پھولا نہ سمایا

کوّے اور ہرن کی دوستی

اِک دشت میں سُنا ہے کہ اک خوب تھا ہرن بچہ ہی تھا ابھی نہ ہوا تھا بڑا ہرن
پھرتا تھا چوکڑی کا دکھاتا مزا ہرن دیکھا جو ایک کوّے نے وہ خوش نما ہرن
دل کو نہایت اُس کے وہ اچھا لگا ہرن

اور[۲] باتیں کرکے کوّے نے اُس کو لگا لیا دم میں ہرن بھی کوّے کی اُلفت میں آگیا
کوّے ہرن میں ٹھہری جو گہری محبت آ کوّا جدھر جدھر کو خوشی ہو کے جاتا تھا
پھرتا تھا اُس کے ساتھ لگا جا بہ جا ہرن

اک گیدڑ اُس ہرن کے کہنے آگے نابکار بولا "ہزار جان سے میں تم پہ ہوں نثار
مجھ کو بھی اپنا جان غلام اور دوست دار" اور دل میں یہ کہ کیجے کسی طور اسے شکار

۱۔ شاید تجھے ارینے ترے ۔ نز ۔ ۲ ۔ دو ۔

اُس کے دغا و مکر سے واقف نہ تھا ہرن

گیدڑ یہ کہہ کے مکر سے جس دم گیا اُدھر
کوّا ہرن سے کہنے لگا کر کے شور و شر
"یہ سخت مکر باز ہے کر اس سے تو حذر
اک دن دغا سے تجھ کو یہ پکڑے گا فتنہ گر"
سن کر یہ بات کوّے کی چُپ ہو رہا ہرن

دن دوسرے ہرن کنے گیدڑ پھر آ گیا
کوّے کو ستا دیکھ یہ بولا وہ پُر دغا
"میں آج دیکھ آیا ہوں کیا کھیت اک ہرا
تم کھاؤ اُس کو چل کے تو ہو شاد دل مرا"
سنتے ہی اُس کے ساتھ اُچھلتا چلا ہرن

جب کھیت پر یہ لے کے گیا اُس کو بدسگال
واں پہلے دیکھ آیا تھا اک وہ ہرن کا جال
لے پہونچا جب ہرن کے تئیں کھیت پر شغال
جاتے ہی واں ہرن نے دیا مُنہ کو اُس میں ڈال
مُنہ ڈالتے ہی جال میں واں پھنس گیا ہرن

واں پھر پھرا کے کوّا بھی بس آیا ناگہاں
گیدڑ کو دے کے گال ہرن سے کہا کہ "ہاں
تڑپے مت اس میں ورنہ تو موے گا ناتواں"
کوّے کی بات سنتے ہی ہمت کو باندھ واں
جیسے کہ گر پڑا تھا وہیں پھر اُٹھا ہرن

گیدڑ لگا جب آنے ہرن کی طرف جھپٹ
کوّا پکارا "مار تو سینگ اک جو جاوے ہٹ
یا اک کُھری تو ایسی لگا پاؤں کی جھپٹ
جاوے جو اُس کے لگتے ہی گیدڑ کا پیٹ پھٹ"
سنتے ہی پھر تو سینگ ہلانے لگا ہرن

گیدڑ نے خوب کوّے کو دیں جل کے گالیاں
صیّاد واں ہوا تھا کسی کام کو رواں
اس میں شکاری آ کے ہوا دور سے عیاں
کوّا پکارا "لیٹ جا دم بند کر کے، ہاں"
دم بند کر کے اپنا وہیں گر پڑا ہرن

گیدڑ نے اُس کو دیکھ کے اِک جا کے جھاڑی لی
صیّاد اُس ہرن کو پڑا دیکھ اُس گھڑی
افسوس کر کے دام کی رسّی وہ کھول دی
کوّا پکارا "بھاگ ارے وقت ہے یہی"
سنتے ہی واں سے چوکڑی بھر کر اُڑا ہرن

ستا۔ سوتا۔

صیّاد نے جو دیکھا ہرن اُٹھ چلا جھپاک
جلدی سے دوڑ پیچھے ہرن کے وہ سینہ چاک
سوٹے کو پھینک مارا جو پھرتی سے اُس نے تاک
بھاگا ہرن وہیں لگا گیدڑ کے آکھٹاک
سر اس کا پھوٹا اور وہ سلامت رہا ہرن

گیدڑ نے اُس ہرن کا جو چیتا تھا واں بُرا
پائی اسی نے اپنی بدی کی وہیں سزا
تھا یہ تو نثر میں نے اسے نظم میں کیا
پہونچا نظیرؔ جب وہ خوشی ہو کے اپنی جا
کوّے کے ساتھ پھر وہ بہت خوش ہوا ہرن

قصۂ لیلیٰ مجنوں

پہلے تو حمد خالق ارض و سما لکھوں
بعد اُس کے پھر میں نعت شہِ انبیا لکھوں
گر عمر بھر میں اس کو لکھوں تو بھی کیا لکھوں
بے انتہا ہو وہ تو غرض تا کجا لکھوں
لازم ہے اس میں طبع کو عجز انتہا لکھوں
کچھ وصف حُسن کا لکھوں کچھ عشق کا لکھوں
کچھ ناز، کچھ نیاز، بہ فکرِ رسا لکھوں
ہے جی میں لیلیٰ مجنوں کا کچھ ماجرا لکھوں
سچ پوچھیے تو دونوں عجب کام کر گئے
معشوقی عاشقی میں غرض نام کر گئے

پیدا ہوا تھا قیس جب اپنے پدر کے گھر
ماں باپ کو ہوئی تھی خوشی سب سے بیشتر
کُنبے کے لوگ بیٹھے تھے باہم سب آن کر
اک دھوم مچ رہی تھی خوشی کی اِدھر اُدھر
چومے تھا باپ قیس اسے ہر لحظہ چشم و سر
رکھتے تھے ہاتھوں چھاؤں اُسے گرچہ بے خطر
ماں بھی لیے پھرے تھی اُسے اپنے دوش پر
فرزند کی خوشی میں لُٹاتی تھی سیم و زر
لیکن وہ ماں کی گود میں آکر نہ سوتا تھا
ہر وقت شور کرتا تھا ہر لحظہ روتا تھا

مادر تھپک تھپک کے سُلاتی تھی کر کے پیار
پھرتا تھا باپ فال دکھاتا بہ چشمِ زار
تعویذ ڈالتا تھا گلے بیچ بے شمار
لیکن اُسے قرار نہ آتا تھا زینہار

رہتا تھا اِک فقیہ کوئی واں بزرگوار
جس دم وہ حال اُس پہ کیا جا کے آشکار
سنتے ہی اُس نے آہ کی اور ہوکے اشک بار
مجنوں کے باپ سے یہ کہا اُس گھڑی پُکار

دکھ پانے والے لڑکے جو دنیا میں آتے ہیں
لچھن سب اُن کے پہلے ہی پہچانے جاتے ہیں

لڑکا نِرا یہ عاشق سرشار ہووے گا
محفل میں عاشقوں کی نمودار ہووے گا
زلفوں میں نازنیں کے گرفتار ہووے گا
چشمِ کرشمہ ساز کا بیمار ہووے گا
ناز و ادا کا دل سے خریدار ہووے گا
دیدار خوب رو کا طلب گار ہووے گا
رمزوں سے عاشقی کے خبردار ہووے گا
رسوائے شہر و کوچہ و بازار ہووے گا

تدبیر یہ[1] رونے کی اِس کے کیا کرو
تم گُل رخوں کی گود میں اس کو دیا کرو

مجنوں کا باپ سنتے ہی گھر کی طرف پھرا
آیا تو گُل رخوں کی اُسے گود میں دیا
جب اُن پری رخوں نے اُسے پیار ٹک کیا
تھا وہ جو رونا دھونا سو موقوف ہو گیا
ماں باپ کا دل اُس کے تئیں دیکھ خوش ہوا
بارے اسی طرح سے ہوا جب وہ کچھ بڑا
مکتب میں اُس کے باپ نے لا کر بٹھا دیا
اک قاعدہ بھی سامنے اُس طفل کے رکھا

مکتب کو دیکھ قیس نے ہوش اپنا کھو دیا
دیکھا جو قاعدے کو بھی یارو تو رو دیا

اُستاد ایسے بیٹھے کہ پوچھیں وہ عشق کو
آوے سخن[2] میں اُن کے مزہ عاشقی کی بو
جو کچھ پڑھے تو یوں کہیں غم کے گھر پڑو
تختی لکھے تو بولیں اِسے آنسوؤں سے دھو
معنی جو پوچھے تو کہیں صبر و قرار کھو
تقریر پوچھے تو یہ کہیں اُس کے روبرو
دل دے کے خوب رو کی محبت میں خوب رو
باعث جو عشق کے تھے وہ حاضر تھے دوستو

چاہت کی پاکبازی کا ہر دم رواج تھا
لڑکا بھی ابتدا ہی سے عاشق مزاج تھا

---

[1] یہ ۔ جو ۔ [2] ۔ روئے ۔

اس کے سوائے اور یہ جادو بہ ہر کنار
لڑکے جو اُس میں بیٹھے سوا ایسی وہ گل عذار

صورت کو جن کی دیکھ کے بلبل ہو بے قرار
اندر تو قاتلوں کا وہ مجمع ستم شعار

باہر پڑے تڑپتے تھے مشتاق دل فگار
اُن کے سوا یہ اور قیامت تھی آشکار

جو اُن میں لڑکیاں بھی کئی تھیں حیا نگار
جادو بہ جادو جب یہ ہوا آن کر دوچار

دیوانگی کے پڑھنے[1] کا دیوان ہو گیا
مکتب وہ اُس کے حق میں پرستان ہو گیا

حسن و ادا کا ناز کا دیکھا جو التیام
اُن لڑکیوں میں ایک جو لڑکی تھی خوش خرام

تھی شرمگیں وہ ناز میں لیلیٰ تھا اُس کا نام
زلف اُس صنم کی ہو گئی مجنوں کے دل کی دام

بن دام اُس نے کر لیا مجنوں کے تئیں غلام
اُس کے بھی دل میں الفتِ مجنوں کا اژدہام[2]

ایسا ہوا کہ پڑھنے لگا جی میں صبح و شام
چاہت کی مے کے پی لیے آپس میں بھر کے جام

تقدیر سے جو چاہ کا روشن قلم ہوا
دونوں دلوں پہ حرفِ محبت رقم ہوا

یہ چاہتا تھا اُس کو اُسے وہ لُبھاتی تھی
چاہت جو یہ جتاتا تھا وہ بھی جتاتی تھی

سنمکھ نگہ نگہ سے نہ ہرگز لڑاتی تھی
پر نیچی نیچی نظروں سے کچھ مسکراتی تھی

ظاہر میں تو ہر اک سے وہ چاہت چھپاتی تھی
لیکن وہ دل ہی دل میں محبت بڑھاتی تھی

مکتب سے جب وہ ناز میں ٹک گھر کو جاتی تھی
مجنوں کے دل پہ تب تو قیامت ہی[3] آتی تھی

ہوتا ہجوم جی میں جو تھا اضطراب کا
اک اک ورق بکھرتا تھا دل کی کتاب کا

تختی کو لے کے جب وہ قلم کو اُٹھاتا تھا
مشقِ الف میں آہ کی مدّیں دکھاتا تھا

بے کی کشش میں طول طلب کو جتاتا تھا
نقطے کی جائے قطرۂ آنسو بہاتا تھا

لکھنے میں میم کے جو قلم کو ہلاتا تھا
نقشِ دہنِ صنم کا اُسے یاد آتا تھا

جس وقت عین لکھنے میں دل کو لگاتا تھا
دیکھ اُس کو چشمِ یار تصوّر میں لاتا تھا

---

(۱) پڑھنے - (۲) - اژدحام - (۳) - سی -

تختی وہ کیا تھی دفترِ رنج و ملال تھا
لکھنے کی بات پوچھو تو اُس کا یہ حال تھا

جاتی تھی جب وہ گھر میں تو اُس کا بھی تھا یہ حال — مکتب میں جلد جانے کا تھا دم بہ دم خیال
ہوتی تھیں چپکے چپکے[1] رونے سے آنکھیں جب اُس کی لال — جو پوچھتا تھا اُس سے کوئی موجبِ ملال
کہتی تھی آنکھ میں جو پلک کا گیا ہے بال — ہوتا ہے اس سبب مرے اشکوں کا اتصال
مجنوں سے ملنے کا جو اُسے شوق تھا کمال — اک دم کے دور رہنے میں ہوتا تھا جی نڈھال

جاتی تھی جلد پھر اُسی عنوان آتی تھی
مجنوں کے تن میں دیکھ کے پھر جان آتی تھی

کتنے دنوں تو روز ہی ہم رازیاں ہوئیں — اُلفت کی تازہ تازہ تر اندازیاں ہوئیں
چاہت کی ہر کسی سے نہاں سازیاں ہوئیں — ہرگز نہ اتہام نہ غمازیاں ہوئیں
نے افشا ہوا نہ در اندازیاں ہوئیں — شوقِ دروں کی آئینہ پردازیاں ہوئیں
چھپ چھپ کے ہم دگر کی نظر بازیاں ہوئیں — یکتا دلی میں طبع کی انبازیاں ہوئیں

مکتب کے بیچ گل کی طرح سے کھلے رہے
ناز و نیاز کیا ہی کھلے اور ملے رہے

چھٹی جو ملتی اور تو سب لڑکے لڑکیاں — ہنستے اُچھلتے کودتے کر کر کے بازیاں
لیلیٰ کے آنسو ہوتے تھے رخسار پر رواں — کہتی تھی ہو جو رات کی جلدی سحر عیاں
تو جا کے دیکھوں مجنوں کو مکتب کے درمیاں" — مجنوں بھی ہر بہانے سے "تا شام اُس کے ہاں
جاتا تھا دیکھنے اُسے رہ رہ کے درمیاں[2] — جب ہوتی رات گھر میں پھر آتا تھا نیم جاں

لیلیٰ کی یاد دل کو جو ہر دم ستاتی تھی
آنکھوں میں نیند اُس کے سحر تک نہ آتی تھی

ہوتی تھی جب سحر تو وہ مکتب میں آتا تھا — لیلیٰ کو پہلے آنے سے اپنے وہ پاتا تھا
اُس غنچہ لب کے مُنہ سے جو مُنہ کو ملاتا تھا — گل کی طرح سے دل میں نہ پھولا سماتا تھا

---

(۱) چپکے چپکے۔ (۲) دوستاں۔

ملنے کا اشتیاق ہر اک دم ستاتا[1] تھا — دل کی طلب کو اپنی نگہ سے جتاتا تھا

جب حرفِ شوق لیلیٰ کے لب سے بر آتا تھا — اُس نازنیں کی چاہ پہ قربان جاتا تھا

کہتا تھا "میں غلام ترا بے تمیز ہوں"

کہتی تھی ہنس کے وہ بھی[2] "میں تیری کنیز ہوں"

پھر گھر میں اپنے جاتی جو محبوب دل رُبا — مجنوں جو کچھ صنم سے نشانی تھا مانگتا

دیتی وہ کچھ تو مجنوں سے کہتی تھی "تو بھی لا" — مجنوں بھی دیتا اُس کو تو لے کر وہ مہ لقا

چومی تھی اُس نشانی کو سب سے چھپا چھپا — مجنوں بھی ہر گھڑی اُسے آنکھوں پہ رکھتا تھا

رہتے تمام رات اِسی دُھن میں مبتلا — آخر کو صبح جب انھیں دیتی تھی مُنہ دکھا

مکتب میں پھر تو آنے کی تشدید ہوتی تھی

دونوں کو وہ سحر سحرِ عید ہوتی تھی

جب تک یہ خُرد سال تھی چاہت نہاں رہی — سیانی ہوئی تو تاڑنے والوں پہ کچھ کھلی

لوگوں میں چرچے ہونے لگے اُس کے ہر گھڑی — چاہت کے گل کی بو نہ رہی آخرش چھپی

جانا کسی کسی نے ملامت کسی نے کی — پھر تو وہ پھیلی ایسی کہ پہونچی گلی گلی

کچھ بن سکا نہ جب تو ہوئی اُن کو بے بسی — چھُٹپن کی تھی جو چاہ تو ہرگز نہ چھٹ[3] سکی

آسان نہیں ہے رشتۂ اُلفت کو توڑنا

مشکل ہے بالے پن کی محبّت کا چھوڑنا

پہونچی یہ بات خانۂ لیلیٰ میں جس گھڑی — ماں باپ کے دلوں میں پڑی غم کی گل جھڑی

لیلیٰ جب اُن کے روبرو آکر ہوئی کھڑی — دونوں کی طبع کثرتِ تنبیہ پر اڑی

کچھ جھڑکیاں دیں باپ نے کچھ ماں ہوئی کڑی — ہیبت دکھائی اور تقیّد بھی کی بڑی

تدبیر اور اس کے سوا کچھ نہ بن پڑی — مکتب سے اُس کو منع کیا مار کر چھڑی

مہجور کر دیا دبیں فرحت کے ساتھ سے

تختی کتاب چھین لی لیلیٰ کے ہاتھ سے

---

(۱) ستاتا۔ (۲) اس میں وہ۔ (۳) چھپ۔

بے بس ہو گھر میں بیٹھ رہی جب تو وہ صنم
ہوش و حواس کر گئے خاطر سے اُس کی رم
مجنوں کی یاد صفحۂ دل پر جو تھی رقم
مجنوں ہی مجنوں کہتی تھی دل میں بہ درد و غم
لیلیٰ کی یاد مجنوں پہ کرتی تھی یاں ستم
تختی کہیں پڑی تھی پڑے تھے کہیں قلم
لیلیٰ کی شکل پھرتی تھی آنکھوں میں ہر قسم
واں ایک پل قرار نہ یاں چین ایک دم

دونوں کے صحن دل میں جو بے تابی ہوتی تھی
واں مجنوں مجنوں ہوتا تھا یاں لیلیٰ لیلیٰ تھی

اُس گل بدن کے دل میں چھپا ہجر کا جو خار
مکتب میں جاتی وہ جو کچھ[۲] ہوتا تھا اختیار
مجنوں کو تھا جو لیلیٰ کے آنے کا انتظار
کہتا تھا آتی ہوگی وہ محبوب گل عذار
اب کوئی دم میں دیکھیں گے پھر وصل کی بہار
پھرتا کبھی یہ کہتا وہ گھبرا کے بے شمار
آگے تو اتنی دیر نہ لگتی تھی زینہار
ہرگز نہ جی کو چین نہ خاطر کو تھا قرار

کثرت سے طبع پر جو چڑھی دل کی چاہ تھی
در کی طرف نگاہ تھی اور آہ آہ تھی

جب شام تک نہ آئی وہ مجنوں کی مہ جبیں
چھپ چھپ کے سب سے روتی رہی گھر میں نازنیں
بیم پدر کبھی کبھی مادر سے سہمگیں[۱]
بے تابی جب تو ایسی ہوئی قیس کے تئیں
ہیکل تمام رات رہا خستہ و حزیں[۱]
اشکوں سے آنکھیں اُس کی بھری صبح تک رہیں
جو ہجر نے دکھائیں جفائیں وہ سب سہیں
کہتا رہا یہ دل سے کہ "اے دل، یہ ہے یقیں

لیلیٰ کا میرے پاس جو آنا نہ ہووے گا
تو میری زندگی کا ٹھکانا نہ ہووے گا"

مجنوں کے دل پہ جب یہ ستمگاریاں ہوئیں
فرقت کے درد و غم کی گرفتاریاں ہوئیں
ہر آن بے بسی کی مددگاریاں ہوئیں
ہر دم اِدھر اُدھر کی دل آزاریاں ہوئیں
اُٹھنے کی ننگ و نام کی تیاریاں ہوئیں
ہجراں کی لحظہ لحظہ جفاکاریاں ہوئیں
جتنی کہ اُس کو ملنے کی دشواریاں ہوئیں
اُتنی ہی اُس صنم کو بھی ناچاریاں[۳] ہوئیں

ز۱ - پھیلی - ز۲ تو جو ہوتا کچھ اختیار - ز۳ لاچاریاں

جیسا کہ اُس کے دل کے تئیں رنج و تاب تھا
ویسا ہی نازنیں کے تئیں اضطراب تھا

کتنے دنوں تو قیس رہا دل سنبھالتا — ہر لحظہ رنج و درد سہا انتظار کا
جو فکر وصل ہوتی ہر چاہت میں جا بہ جا — اُس بے قرار نے بھی کیا اب وہ ٹھک ٹھکا
لیلیٰ کا جب گذر نہ اِدھر مطلقاً ہوا — پھر تو گھر اپنا بھی اُسے لگنے لگا بُرا
ماں باپ سے بھی رہنے لگا ہر گھڑی خفا — سمجھاتے تھے جو اُس کے تئیں خویش و اقربا

آنکھوں سے آنسو بہتے تھے اور لب خموش تھا
ہرگز کسی کی بات پہ رکھتا نہ گوش تھا

گھبرا کے تھا کبھی یہ[1] سرِ بام بیٹھتا — کہتا ہوا سے اُس گھڑی لیلیٰ کے پاس جا
"کہیو مری طرف سے کہ ای شوخ دل ربا — تیغ نگہ سے تو نے جو بسمل مجھے کیا
کیوں مجھ سے روٹھ بیٹھی ہے خاطر میں ہو خفا — ای نازنیں بتا ہوئی تقصیر مجھ سے کیا؟
لازم ہے ایک بار تو میرے گنے پھر آ۔ — آکر کسی بہانے سے پھر مُنہ مجھے دکھا"

بھر دن تلک یہ حال ہوا کو سُناتا تھا
باتیں یہ اُس سے کہتا تھا اور رُوتا جاتا تھا

جاتا کبھی چمن میں تو ہوتا وہاں یہ حال — بلبل کو وصل گل میں جو تھا دیکھنا[2] محال
مل بیٹھنے کا لیلی کے تھا باندھتا خیال — رو رو کے آنکھیں کرتا تھا گل کی طرح سے لال
نرگس سے چشم لیلیٰ کو دیتا کبھی مثال — سنبل سے یاد آتے تھے لیلیٰ کے اُس کو بال
ہر سرو کو سمجھ قدِ لیلائے خوش جمال — ہر دم گلے لگاتا تھا بے تاب ہو کمال

دل سختیٔ فراق سے چوں غنچہ تنگ تھا
گھر میں تو وہ طرح تھی چمن میں یہ رنگ تھا

لاتا تھا باپ کھینچ کے اُس کو گھڑی گھڑی — چین اُس کے دل کو گھر میں نہ ہوتا تھا اک گھڑی
ناچار[3] اُس کے پانوں میں زنجیر ڈال دی[4] — زنجیر کی صدا سے بھی دیوانگی بڑھی

---

(١) جو ۔ (٢) دیکھتا بہ حال ۔ (٣) لاچار ۔ (٤) ڈالی تھی۔

تدبیر اور جنوں کی جو ہوتی ہر وہ بھی کی — آخر گھر اپنا چھوڑ کے صحرا کی راہ لی

کہتا تھا باپ جا کے جو اُس سے کبھی کبھی — بیٹا میں تیرا باپ ہوں مل مجھ سے اس گھڑی

کہتا تھا رو کے مَیں تو تجھے جانتا نہیں

لیلیٰ سوا کسی کو میں پہچانتا نہیں"

آنا تھا دیکھنے کو جو لیلیٰ کو وہ کبھی [١] — تھا چومتا بہانے سے چوکھٹ جو گھر کی تھی

کھڑکی کو دیکھتا تھا کہ ہے بند یا کھلی — کرتا نگاہ تھا کبھی جالی پہ ہر گھڑی

لیلیٰ کو اُس کے آنے سے ہوتی تھی آگہی — پھرتی اِدھر اُدھر تھی وہ حیلے کو ڈھونڈتی

مادر پدر کے خوف سے تھی گرچہ بے بسی — تو بھی ہر اک طرح سے وہ صورت دکھاتی تھی

کچھ کہنے پاتے [٣] کیوں کہ خدر ہوش کھوتا تھا

باتوں کے بدلے واں اُسے رو دینا ہوتا تھا

جاتی تھی سیر باغ کو جس دم وہ دل رُبا — مجنوں کے دیکھنے کا وہ رکھتی تھی مدعا

دیدار کے لیے وہ بہانہ تھا باغ کا — لڑکے جب آ کے مجنوں کو دیتے تھے یہ سُنا

سنتے ہی دوڑتا تھا خوشی سے وہ مبتلا — لیلیٰ بھی اُس کے سنتی [٢] تھی جب شور کی صدا

محمل کے پردے کو وہیں دیتی تھی پھر اُٹھا — جلدی سے اُس کو دیتی تھی مُنہ اک نظر دکھا

دونوں طرف سے شوق جو نشتر چبھوتا تھا

واں دیکھنا دکھانا اسی ڈھب سے ہوتا تھا

مجنوں کا مدتوں تلک ایسا ہی حال تھا — آیا کبھی تو ٹھہرنے اُس کو نہ واں دیا

گر بن گیا بہانہ تو ٹک مُنہ کو تک لیا — ورنہ وہ اپنے پھر اُسی وادی میں جا پڑا

سر کی خبر نہ اپنے اُسے تھی نہ ہوش یا — لیلیٰ ہی لیلیٰ اُس کی زباں پر تھی جا بہ جا

رہنا تھا رات دن غمِ فرقت میں دل پھنسا — تن کا بیاں میں یار کہوں اُس کے اور کیا

غالب جو اُس کے جی پہ وہ دیوانہ پن ہوا

لیلیٰ کی جو کمر تھی وہ اُس کا بدن ہوا

---

[١] - سے۔ [٢] - شور کی سنتی تھی جب۔ [٣] [اصل میں اس طرح ہے۔ صحیح غالباً یوں ہوگا "کہہ پاتی کیوں کہ"]

کہتا تھا دم بہ دم "مری دل دار لیلیٰ ہے
اس خستہ دل کی مونس و غم خوار لیلیٰ ہے
محفل میں دلبروں کی نمودار لیلیٰ ہے
خوبی و دل بری میں چمن زار لیلیٰ ہے
"ناز و ادا کی گرمیِ بازار لیلیٰ ہے
خوبانِ نازنیں میں فسوں کار لیلیٰ ہے
"محبوب گل رخوں کی وفادار لیلیٰ ہے
مجنوں کی عاشقی کی سزاوار لیلیٰ ہے

"لیلیٰ ہی کی ادا پہ مرا دل نثار ہے
"لیلیٰ ہی کی نگہ مرے[۱] سینے سے پار ہے"

ماں باپ نے جب اس کی یہ کچھ دیکھی بے کلی
مشاطہ ایک خانۂ لیلیٰ میں بھیج دی
مادر پدر نے لیلیٰ کے بات اس سے یہ کہی
"لڑکے کی ان کے تو ہے جنوں سے لگن لگی
"سنتے ہیں وہ تو رہتا ہے وحشی سا ہر گھڑی
مشاطہ جب یہ سن کے اُدھر سے اِدھر پھری
اُن سے کہا تو یاں سے یہ کہ بھیجا ہر گھڑی
"سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں اس کی دوانگی

"کچھ خوف مت کرو اُسے ہر دم پرکھ لو
"باور نہ ہو تو اپنی تم آنکھوں سے دیکھ لو"

کہہ کر یہ قیس کو وہ ارادہ جتا دیا
زریں لباس اُس کے بدن میں پنہا دیا
زلفیں سنوار آنکھوں میں سرمہ لگا دیا
دستارِ زر فشاں کو بہ سر جگمگا دیا
پٹکا سنہرا اُس کی کمر میں بندھا دیا
بُردِ یمین کو دوش کے اوپر اُڑھا دیا
رومال اک زری کا بھی ہاتھوں میں لا دیا
بوڑھے بڑوں کے ساتھ اُسے واں بھجا دیا

تھے بزرگ تھے اُسے سب لے کے واں گئے
مل کر جو بیٹھے یہ بھی خوش اور وہ بھی خوش ہوئے

کہتے ہیں میں لڑکوں میں صاحب جمال تھا
پوشاک جب وہ پہنی تو حُسن اور بھی بڑھا
واں جس نے دیکھا اُس کو بہت جی کو خوش لگا
تھیں بیبیاں[۳] بھی دیکھتیں غرفوں سے جا بہ جا
کہتی تھیں یہ تو لڑکا نہایت ہے خوش ادا
دیوانگی کا اِس کی عبث شور تھا مچا
بیٹھے تھے اُن کے پاس جو لیلیٰ کے اقربا
لڑکے کا حُسن سب کی نگاہوں میں تھا کھپا

ن[۱] - کے - ن[۲] - کیا - ن[۳] - عورتاں - ن[۴] - کتنے

واں سے بھی جب اُٹھا دیا اس کو بہ حال زار — گلیوں میں جب تو پھرنے لگا ہو کے دل فگار
لڑکوں کا تھا ہجوم لگا ساتھ بے شمار — آنکھیں بھی سُرخ نالوں کے غل شور بار بار
کثرت میں عشق تھا جو بُت گل عذار کا
اِک جوش تھا جنوں کے چمن کی بہار کا

لیلیٰ بھی اُس کی چاہ میں بے اختیار تھی — مُنہ کو لپیٹے رہتی تھی مسند پہ وہ پڑی
ملنے کو اُس کے آتی تھیں جب لڑکیاں کبھی(1) — وہ غم زدہ کسی سے بھی ہرگز نہ بولتی
ہٹ کر یہ وہ تو اُن کو سناتی تھی اُس گھڑی — آنکھوں میں اشک آہ بہ لب اور اُداس جی
"زنہار میرے پاس نہ آیا کرو کبھی — صحبت(2) مجھے کسی کی نہیں لگتی ہے بھلی"
مجنوں کے دیکھنے کی تمنا مدام تھی
لیتی سحر سے شام تلک(3) اُس کا نام تھی

اِس حد پہ چاہ پہونچی تھی دونوں کی دوستاں — جو اُس پہ گذرا حال وہ اس پر ہوا عیاں
گر اس کے ایک پھانس لگی تن کے درمیاں — اُس کے جگر سے اُٹھنے لگا نالہ و فغاں
ہوتی تھی اس کی چشم ادھر جب گہر فشاں — آنکھوں سے اشک اُس کے بھی ہوتے تھے تب رواں
جو اِس کی شکل یاں تھی وہی اُس کی شکل واں — اُلفت کا اُن کی آہ میں کیا کیا کروں بیاں
چاہت کے گُل کچھ ایسی طرح جی میں کھل گئے
جو دل بھی اُن کے مل گئے اور تن بھی مل گئے

سچ پوچھیے تو رکھتی ہے چاہت بھی کیا مزا — جب(4) فرق کی نہ عاشق و معشوق میں ہو جا
یک رنگ دوستی میں رہے دونوں بر ملا — جو اُس پہ ہو گیا وہی اُس پر گذر گیا
جو اُس کے پا میں پھرتے ہوئے آبلہ پڑا — گھر بیٹھے اس کے پانوں میں کانٹا وہیں چبھا
مجنوں کے روئیں(5) روئیں میں لیلیٰ اگئی سما — لیلیٰ کے بند بند میں مجنوں ہی بھر گیا
چاہت کے اُن سے کام بہت نیک ہو گئے
دونوں میں کچھ دوئی نہ رہی ایک ہو گئے

---

(1) کئی۔ (2) صحبت کسی کی اب مجھے لگتی نہ تھی بھلی۔ (3) تک اُس کا ہی۔ (4) جو۔ (5) رُوم ودم۔

سب دل میں اپنے تخمِ محبت کو بوتے تھے
الفت کی باتیں کرتے تھے اور شاد ہوتے تھے

کہتے ہیں ایک سگ کہیں لیلیٰ نے پالا تھا ۔ ناگاہ جب وہ قیس کو اُس جا نظر پڑا
مجنوں نے سر کو پانوں پہ اُس سگ کے رکھ دیا ۔ کر پیار اُس کو اپنے گلے سے لگا لیا
رومال وہ زری کا اُس کو اڑھا دیا ۔ گودی میں اپنی پیار سے جلدی بٹھا لیا[1]
ہاتھ اپنا اُس کے سر پہ کبھی پیٹھ پر رکھا ۔ بے اختیار ہو کے اُسے جب تو یہ کہا

"تو جس کے پاس ہے مجھے اُس سے جدائی ہے
مدت میں تیری شکل نظر مجھ کو آئی ہے"

اُس سگ کو دیکھ قیس کا جب ہو گیا یہ حال ۔ جو ہاتھ پیار سے دیے گردن میں اُس کی ڈال
سب کے تئیں یہ دیکھ کے حیرت ہوئی کمال ۔ تھے جیسے خوش وہ دیکھ کے واں قیس کا جمال
ایسا[2] ہی اُن کے دل کو ہوا رنج اور ملال ۔ آپس میں جب تو کرنے لگے سب یہ قیل و قال
"جو ہوش میں ہو اُس سے تو یہ بات ہے محال ۔ ہوتی مگر ہے ایسی دوانوں کی چال ڈھال

یہ ڈھنگ قیس کے جو نمودار ہو گئے
جتنے گئے تھے ساتھ وہ ناچار[3] ہو گئے

ماں باپ کے بھی دل کو اِدھر لگ رہی خوشی ۔ یعنی پسند ہو گی انھیں طرز قیس کی
اتنے میں آئے پھر کے اُدھر سے جو وہ سبھی ۔ جو واردات گذری تھی آ کر وہ سب کہی
اور یوں کہا "بہت ہمیں شرمندگی ہوئی ۔ اس سے تو ہم نہ جاتے تو بہتر وہ بات تھی"
خاطر میں پھر تو قیس کے دیوانگی بڑھی ۔ شرم و حیا و صبر نے جب دل سے راہ لی

پھر تو ہمیشہ کوچۂ لیلیٰ میں جاتا تھا
بے تابیاں جتاتا تھا اور غل مچاتا تھا

آخر یہ قیس کی ہوئی حالت کچھ آشکار ۔ کر ڈالا اپنا غم سے گریبان تار تار
گھر کو بھی اپنے چھوڑ دیا ہو کے بے قرار ۔ لیلیٰ کے در پہ آ پڑا بس ہو کے بے وقار

---

(۱) لیا بٹھا۔ (۲) ویسا۔ (۳) لاچار۔

اس کی مثل میں کرتا ہوں یارو جواب بیاں — پنہاں نہیں غرض ہر یہ مشہور در جہاں

یہ رمزِ عشق ہر اسے جانے ہیں عاشقاں — عشاق کے یہ دل پہ نہیں مطلقاً نہاں

لیلیٰ نے ایک روز کھلائی تھی فصد واں — وادی میں ہو گیا رگِ مجنوں سے خوں رواں

حیرت ہوئی ہر ایک کو جب یہ ہوا عیاں — حیرت نہیں یہ چاہ کی ہیں پختہ کاریاں

جب پختگی میں چاہ کا ہوتا کمال ہے

واں ہوتا پھر تو دوستو ایسا ہی حال ہے

قصہ تو لیلیٰ مجنوں کا ہے دوستو بڑا — تھوڑا سا اُس کتاب سے میں نے بھی یہ لکھا

اِتنی سخن میں رکھتا تھا کب طبع میں رسا[۱] — کچھ بیٹھے بیٹھے یہ بھی مرے جی میں آ گیا

سچ پوچھو تو زمانے کا ہے اعتبار کیا — ہے راحتِ بہار سے رنجِ خزاں لگا

لیلیٰ جو اُٹھ گئی وہیں مجنوں بھی چل بسا — آگے نظیرؔ اُس کا بیاں اب کروں میں کیا

کاغذ پہ نام ان کا بہ ارقام رہ گیا

آخر کو دونوں جاتے رہے نام رہ گیا

۱۔ اِتنی سخن میں طبع کو رکھتا تھا کب رسا۔

حصہ ۲

جنم کنھیّا جی

ہر ریت جنم کی یوں ہوتی جس گھر میں بالا ہوتا ہے　　اُس منڈل میں ہر من بھیتر سکھ چین دوبالا ہوتا ہے

سب بات بدھائی کی ہووے ہر جب بھولا بھالا ہوتا ہے　　آنند مندیلے باجت ہیں جب بھون اُجالا ہوتا ہے

یوں نیک پچھّر لیتے ہیں اِس دنیا میں سنسار جنم

پر اُن کے اور ہی لچھن ہیں جب لیتے ہیں اوتار جنم

سُبھ ساعت سے یوں دنیا میں اوتار گربھ میں آتے ہیں　　جو نارد(۱) مُن ہیں دھیان بھلے سب اُن کا بھید بتاتے ہیں

وہ نیک مہورت سے جس دم اس سِرشٹ میں جنمے جاتے ہیں　　جو لیلا جنمی ہوتی ہے وہ روپ یہ جا دکھلاتے ہیں

یوں دیکھنے میں اور کہنے میں وہ روپ تو بالے ہوتے ہیں

پر بالے ہی پن میں اُن کے اُپکار(۲) نرالے ہوتے ہیں

یہ بات کہی جو میں نے اب یوں اس کو تو(۳) اب دھیان لگا　　ہر پنڈت پستک بیچ لکھا تھا کنس جو راجا متھرا کا

دھن ڈھیر(۴) بہت بل بیچ بہت سامان انیک اور ڈیل بڑا　　گج اور ترنگ اچھے نیکے اسباری ہودے زین سجا

جب بن ٹھن اونچے ہستی پر وہ بانے باندھ نکلتا تھا

سب ساز جھلا جھل کرتا تھا اور سنگ کٹک دل چلتا تھا

اک روز جو اپنی بھج بل پر وہ کنس بہت مغرور(۵) ہوا　　اور مینس کہ بولا دنیا میں ہے دوجا کون(۶) بلی مجھ سا

اک بان لگا کر پربت کو چاہوں تو ابھی دوں(۷) پل میں گرا　　اس دیس کے بڑے بل جتنے ہیں ہے کون جو مجھ سے ہووے سوا

جو دشٹ کوئی اپدھ کرے کب ہوں پروا کا وار چلے

وہ سامنے میرے ایسا ہو جوں چیونٹی ہاتھی پاؤں تلے

وہ ایسے ایسے کتنے ہی جو بول گرب کے کہتا تھا　　سب لوگ سبھا کے سنتے تھے کیا تاب جو بولے کوئی ذرا

---

(۱) جو نارد مُن داں پہلے ہی۔ (۲) اُپکار۔ (۳) من میں۔ (۴) دھیر۔ (۵) مغرور سا تھا۔ (۶) کون ساب۔

(۷) دوں اک پل میں گرا۔

تھا ایک پرکھ وہ یوں بولا تو بھولا اپنے بل پر کیا؟ جو تیرا مارن ہارا ہو سو وہ بھی جنم اب لیوے گا

تو اپنے بل پر اے مورکھ اس آن عبث ہنکار لیا

وہ تجھ کو مار گراوے گا یوں، جیسے بھنگا مار لیا

یہ بات سنی جب کنس نے واں، تب سن کر اس کے ہوش اڑے بھومن کے بھیتر آن بھرا اور بول گرب سگرے بسرے

یوں پوچھا وہ کس دیس میں ہے اور کون بھون آ کر جنمے کون اس کے مات پتا ہوویں جو پالیں اس کو چاہت سے

وہ بولا متھرا نگری میں اک روز جنم وہ پاوے گا

جب سیانا ہوگا تب تجھ کو اک پل میں مار گراوے گا

یہ بات سنائی کنس کو پھر اور آٹھ لکیریں واں کھینچیں بسدیو پتا کا ناؤں کہا اور دیوکی ماتا ٹھہرائیں

ان آٹھ لکیروں کی باتیں پھر کنس کو اس نے سمجھائیں سب چھورا چھوری دیوکی کے ہیں جگ میں ہوتے[1] آٹھ یوں ہیں

بل تیج گرب میں تو نے تو سب کارج گیان بسارا ہے

جو پاچھے ریکھا کھینچی ہے وہ تیرا مارن ہارا ہے

اس بات کو سن کر کنس بہت تب من میں اپنے گھبرایا جب نارد من اس کے پاس گئے تب ان سے اس نے بھید کہا

تب نارد من نے بھی اس کو کچھ اور طرح سے سمجھایا پھر کنس کو واں اس بات سوا کچھ اور نہ مارگ بن آیا

جو اپنی جان بچانے کا کر سوچ یہ اس نے پھند کیا

بلوا بسدیو اور دیوکی کو اک مندر بھیتر بند کیا

جب قید کیا ان دونوں کو تب چوکیدار دیے بٹھلا اک آن نہ نکسن پاویں یہ پھر ان سب کو یہ حکم دیا

سامان رسوئی کا جو تھا سب ان کے پاس دیا رکھوا اور دوار دیے اس مندر کے تب بھاری[2] تالے بھی جڑوا

ہشیار لگے یوں رہنے واں نت چوکی کے دینے ہارے

کیا تاب جو کوٹھے چھجے پر اک آن پرندا پر مارے

بھو بیٹھا تھا جو کنس کے من وہ بھر کر نیند نہ سوتا تھا کچھ بات سہاتی نا اس کو نت اپنی پلک بھگوتا تھا

اس مندر میں ان دونوں کے جب کوئی بالک ہوتا تھا کنس آن اسے چھپ[3] مارے تھا من مات پتا کا روتا تھا

اک مدت تک ان دونوں کا اس مندر میں یہ حال رہا جو بالک ان کے گھر جنما، سو مارا تا وہ چنڈال رہا

---

(١) جگ میں ہوتی ہیں آٹھیں ـ (٢) نت بھاری ـ (٣) چھپ ـ * ہنکار

پھر آیا واں اک وقت جو آئے گربھ میں من موہن		گوپال منوہر مرلی دھر سکیشن کشورن کنول نین
گھنشیام مراری بنواری گردھاری سندر شیام برن		پربھوناتھ بہاری کان للا سکھدائی جگ کے دکھ بھنجن

جب ساعت پرگٹ(۱) ہونے کی واں آئی مکٹ دھریا کی
اب آگے بات جنم کی ہے جے بولو کشن کنھیا کی

تھا نیک مہینا بھادوں کا اور دن بدھ گنتی آٹھن کی		پھر آدھی رات ہوئی جس دم اور ہوا نچھتر روہنی بھی
شبھ ساعت نیک مہورت سے واں جنمے آ کر کشن جبھی		اُس مندر کی اندھیاری میں جو اور اُجالی آن بھری(۲)

بسدیو سے بولیں دیوکی جی مت ڈر(۳) بھو من میں گھیر کرو
اس بالک کو تم گوکل میں لے پہونچو اور مت دیر کرو

جو اُس کے تم لے جانے میں یاں ٹک بھی دیر لگاؤ گے		وہ دشٹ اسے بھی مارے گا پچھتاتے ہی رہ جاؤ گے
اس آن سنبھل کر تم اِس کو جو گوکل میں پہونچاؤ گے		اس بات میں یہ پھل پاؤ گے جو اس کی جان بچاؤ گے

واں گوکل باسی جو اس کو لے اپنی گود سنبھالے گا
کچھ نام وہ اِس کا رکھ لے گا اور مہر دیا سے پالے گا

جو حال یہ واں جا پہونچے گا تو اس کا جی بچ جاوے گا		جو کرم لکھی ہے تو پھر بھی سکھ ہم کو آن دکھاوے گا
جس گھر کے بیچ پلے گا یہ وہ گھر ہم کو بتلاوے گا		ہم اس سے ملنے جاویں گے یہ ہم سے ملنے آوے گا

نہ کام ہمیں کچھ دعوے سے نہ جھگڑا اور پرکھیے سے
جب دیکھنے کو من بھٹکے گا سکھ پاویں گے اُس کے دیکھے سے

ہے آدھی رات ابھی تو ہاں لے جاؤ اسے تم حال اُدھر		لپٹا لو اپنی چھاتی سے دے آؤ جا کے اور کے گھر
من بیچ انھوں کے تھا ڈر یہ دن ہووے گا تو کنس آ کر		اک آن میں اُس کو مارے گا رہ جاویں گے ہم آنسو بھر

یہ بات نہ تھی معلوم انھیں یہ بالک جگ نستارے گا
کب مار سکے گا کنس اسے یہ کنس کو بھی آپی مارے گا

جب دیوکی نے بسدیو سے واں رو رو کر تب یہ بات کہی		وہ بولے کیوں کر لے جاؤں ہے باہر تو چوکی بیٹھی
اور دوار لگے ہیں تالے کل کچھ بات نہیں میرے بس کی		تب دیوکی بولی لے جاؤ من(۴) ایشر کی رکھ آس ابھی

---

(۱) پرگھٹ ۔ (۲) آیا ۔ (۳) دھیرج ۔ (۴) بولیں ۔

وہ بالک کو تب لے نکلے سب سانکر پٹ چھوٹ گئے
تھے تالے جتنے دواروں لگے اُن تالن تھر ا جھڑ ٹوٹ گئے

جب آئے چوکیداروں میں تب واں بھی یہ صورت دیکھی … سب سوتے پائے اُس ساعت ہر آن جو دیتے تھے چوکی
جب سوتا دیکھا اُن سب کو ہو نربھو نکلے واں سے بھی … پھر آئے جمنا تیر جو نہیں پھر جمنا دیکھی بہت چڑھی

یہ سوچ ہوا من بیچ انھیں بیر اس جل میں کیسے دھریے
ہر رین اندھیری سنگ بالک اس چنتا میں اب کیا کریے

یوں من میں ٹھہرا پھر چلنے پھر آپ ہی من مضبوط ہوا … بھگوان دیا پر آس لگا واں جمنا جی پر دھیان دھرا
یہ جوں جوں پانوں بڑھاتے تھے، وہ پانی چڑھتا آتا تھا … یہ بات لگی جب ہونے واں بسدیو گئے من میں گھبرا

جب پانوں بڑھائے بالک نے تو آپ سے اوبھگئے جل میں
جب جمنا نے پگ چوم لیے جا پہونچے پار وہ اک پل میں

جب آن براجے گوکل میں سب پھاٹک واں بھی پائے کھلے … تب واں سے چلتے چلتے، وہ پھر نند کے دوارے آ پہونچے
واں نند محل کے دواروں سے بھی سب دیکھے پٹ پٹ دور کھڑے … جو چوکی والے سوتے تھے اب کون انھیں روکے ٹوکے

جب بیچ محل کے جا پہونچے سب سوتے واں گھر والے تھے
ہر چار طرف اجیالی تھی جوں سانجھ میں دیوے بالے تھے

اک اور اچنبھا یہ دیکھو جو رات جنم سری کشن کی تھی … اُس رات جسودا کے گھر بھی جنمی تھی یار و اک لڑکی
واں سوتے دیکھ جسودا کو اور بدلی کر اس بالک کی … اُس لڑکی کو وہ آپ اُٹھائے نکلے آئے متھرا جی

جب لڑکی لائے مندر میں سب تالے مندر لاگ اُٹھے
جو چوکی دینے والے تھے وہ بھی پھر اس دم جاگ اُٹھے

جب بھور ہوئی تب گھبرا کر سدھ کنس نے لی اس مندر کی … جب تالے کھلوا بیچ گیا تب لڑکی جنمی اک دیکھی
لے ہاتھ پھرایا چکر سے تو چھٹکی وہ بن سے ٹکے ہی … یوں جیسے بجلی کوندے ہے جب چھوٹ ہوا پر جا پہونچی

یہ کہتی نکلی اے مورکھ کیا تو نے سوچ بچارا ہے
وہ جیتا اب تو سیس پکٹ جو تیرا مارن ہارا ہے

---

(۱) پھر دیکھی۔ (۲) جب۔ (۳) جمنا۔ (۴) ٹیک۔

جب کنس نے واں یہ بات سُنی من بیچ بہت سا الجھایا ۔ جو کارج ہونے والا ہے وہ ٹالے سے کب ہے ٹلتا
سو فکر کرو سو سوچ کرو سو بات سناؤ حاصل کیا ۔ ہر آن وہی یاں ہوتا ہے جو ماتھے کے ہے بیچ لکھا

ہیں کہتے بدھ جسے اب یاں وہ سوچ بڑے ٹھہراتی ہے
تقدیر کے آگے پر یارو تدبیر نہیں کام آتی ہے

اب نند کے گھر کی بات سنو واں ایک اچنبھا یہ ٹھہرا ۔ جو رات کو جنمی تھی لڑکی اور بھور کو دیکھا تو لڑکا
گھڑیالیں چھوٹیں ناچ ہوا اور نوبت کا غل شور مچا ۔ پھر کشن گرگ نے نام رکھا سب کنبے کے مل بیٹھے آ

نند اور جسودا اور گوات کرنے واں ہیرا پھیر لگے
پکوان مٹھائی میوے کے زناری[1] آگے ڈھیر لگے

سب ناری آئیں گونے[2] کی اور بار پڑوسن آ بیٹھیں ۔ کچھ ڈھول مجیرے لاتی تھیں کچھ گیت بجا کے گاتی تھیں
کچھ ہر دم مکھ اس بالک کا بلہاری ہو کر دیکھ رہیں ۔ کچھ تھال پنجیری کے کہتیں کچھ سونٹھ سٹھورا کرتی تھیں

کچھ کہتیں تھیں ہم بیٹھے ہیں نیگ آج کے دن کا لینے کو
کچھ کہتیں ہم تو آئے ہیں آنند بدھاوا دینے کو

کوئی گھٹی بھی گرم کرے کوئی ڈالے اسپند اور دھونی ۔ کوئی لائی ہنسلی اور کھڑوے کوئی کرتا ٹوپی میوہ گھی
کوئی دیکھے روپ اس بالک کا کوئی ماتھا چومے مہر بھری ۔ کوئی بھووں کی تعریف کرے کوئی آنکھوں کی کوئی پلکوں[3] کی

کوئی کہتی عمر بڑی ہووے اے بیر تمہارے بالک کی
کوئی کہتی بیاہ ہو لاؤ اس آس مرادوں والے کی

کوئی کہتی بالک خوب ہوا اے بہنا تیری نیک رتی ۔ یہ بالے ان کو ملتے ہیں جو دنیا میں ہیں بڑبھاگی
اس کنبے کی بھی شان بڑھی اور بھاگ بڑے اس گھر کے بھی ۔ یہ باتیں سب کی سن سن کر یہ بات جسودا کہتی تھی

اے بیر یہ بالک جو ایسا اب میرے گھر میں جنما ہے
کچھ اور کہوں میں کیا تم سے بھگوان کی موپہ کرپا ہے

تھی کونے کونے خوش وقتی اور طبلے تال کھٹکتے تھے ۔ کوئی ناچ رہی کوئی کود رہی کوئی ہنس[4] ہنس کے کچھ روپ سجے
ہر چار طرف آنندیں تھیں واں گھر میں نند جسودا کے ۔ کچھ آنگن بیچ بڑا یاں تھیں کوئی بیٹھی کوٹھے اور چھجے

---

(١) ہر ناری ۔ (٢) گاؤں گوکل ۔ (٣) آنکھن کی پلکین کی [illegible] ۔ (٤) ہنسنے ۔

سو خوبی اور خوشحالی ہی، دکھلائی تھی سامان کھڑی
سچ بات ہے بالک ہونے کی، ہر دنیا میں آنند بڑی

پھر اور خوشی کی بات ہوئی جب ریت ہوئی دو کاندو کی
رکھوائی دودھ کی مٹکی پھر اور ڈالی ہلدی بہتیری
یہ اس پر پھینکے بھر بھر کر وہ اس پر ڈالے گھڑی گھڑی
کوئی پونچھے[1] مکھ اور باہن کو کوئی سکھڑی[2] پھینکے اور ہتھڑی
اس دودھ کی بھی رنگ ریوں میں دیکھے رہوا نر ناری[3] کا
اور تن کی ابرن یوں بھیگے جوں رنگ ہو کیسر کیاری کا

سکھ منڈل میں یہ دھوم مچی اور ہیجڑے[4] اور جوگی بھی
کچھ ناچیں بھانڈ بھگتیے بھی کچھ ہیجڑے پاویں بیل بڑی
آنند بدھاوے باج رہے رنگے سرنا اور ترتی
رنگین سنہرے پالنے بھی لے ہاتھ کھڑے کتنے پربھی[5]
ہر آن اٹھائی[6] تھیں مانگ کیا گنتی روپے سونے کی
نند اور جسودا نے ایسی کی شادی بالک ہونے کی

جو گنگی جوگی تھے ان کو اس آن نپٹ خوش حال کیا
پہرائے باگے ریشم کے اور زر بھی بخشا بہتیرا
اور جتنے ناچنے والے تھے اسباب انھیں بھی خوب دیا
مہمان جو گھر میں آئے تھے سب ان کا بھی آدر مان کیا
دن رات چھٹی کے ہونے تک من خوش دل لوگ لگائی کا
بھر تھال روپے اور مہریں دیں جب نیگ چکایا دائی کا

نند اور جسودا بالک کو دال باتقول چھاؤں میں نت رکھتے
نت پیار کریں تن من واریں ستھرے ابرن گہنے بنکے
جی بہلانے من پرچانے اور خوب کھلونے منگوانے
ہر آن جھلاتے پالنے میں وہ ادھر اور ادھر بیٹھے
کر یاد نظیر اب ہر ساعت اس پالنے اور اس جھولے کی
آنند سے مٹھو چین کرو جے بولو کان جھنڈولے[7] کی

بالپن - بانسری بجیا کا

یارو سنو یہ دودھ کے بٹیا کا بالپن
اور مدھ پوری نگر کے بسیا کا بالپن
موہن سروپ نرت کرتیا کا بالپن
بن بن کے گوال گوؤں[8] چریا کا بالپن

---

(۱) - پونچھے - (۲) سکھڑی، بھیگی اور تری - (۳) - ہر ناری - (۴) - اور باہر - (۵) - برتی - (۶) - اٹھائے من - (۷) - جھولے - (۸) - گوئیں -

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

ظاہر میں سُت وہ نند جسودا کے آپ تھے ورنہ وہ آپ مائی تھے اور آپ ہی باپ تھے
پردے میں بالپن کے یہ اُن کے ملاپ تھے جوتی سروپ کہیے جنھیں سو وہ آپ تھے

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

اُن کو تو بالپن سے نہ تھا کام کچھ ذرا سنسار کی جو ریت تھی اُس کو رکھا بجا
مالک تھے وہ تو آپی انھیں بالپن سے کیا واں بالپن، جوانی، بڑھاپا سب ایک تھا

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

مالک جو ہووے اُس کو سبھی ٹھاٹھ یاں سرے چاہے وہ ننگے پانوں پھرے یا مکٹ دھرے
سب روپ ہیں اُسی کے جو کچھ چاہے سو کرے چاہے جواں ہو، چاہے لڑکپن سے مَن ہرے

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

بالے ہو برج راج جو دنیا میں آگئے لیلا کے لاکھ رنگ تماشے دکھا گئے
اُس بالپن کے روپ میں کتنوں کو بھا گئے اک یہ بھی لہر تھی کہ جہاں کو جتا گئے

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

یوں بالپن تو ہوتا ہے ہر طفل کا بھلا پر اُن کے بالپن میں تو کچھ اور ہی بھید تھا
اُس بھید کی بھلا جی، کسی کو خبر ہے کیا کیا جانے اپنے کھیلنے آئے تھے کیا کلا

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

---

(۱) وہ آپ ہی مائی - (۲) اور

رادھا[1] رون تو یار و عجب جاے غور تھے لڑکوں میں وہ کہاں ہیں جو کچھ اُن میں طور تھے
آپ ہی وہ پربھو ناتھ تھے آپ ہی وہ دور تھے اُن کے تو بالپن ہی میں تیور کچھ اور تھے

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

وہ بالپن ہیں دیکھتے جیدھر نظر اٹھا پتھر بھی ایک بار تو بن جاتا موم سا
اُس روپ[2] کو گیانی کوئی دیکھتا[3] جو آ ڈنڈوت ہی وہ کرتا تھا ماتھا جھکا جھکا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

پردہ نہ[4] بالپن کا وہ کرتے اگر ذرا کیا تاب تھی جو کوئی نظر بھر کے دیکھتا
جھاڑ اور پہاڑ دیتے سبھی اپنا سر جھکا پر کون جانتا تھا جو کچھ اُن کا بھید تھا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

موہن مدن گوپال ہری بنس من ہرن بلہاری اُن کے نام پہ میرا یہ تن بدن
گردھاری نندلال ہری ناتھ گوردھن لاکھوں کیے بناؤ ہزاروں کیے جتن

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

پیدا تو مدھ پری میں ہوئے شیام جی مرار گوکل میں آکے نند کے گھر میں لیا قرار
نندان کو دیکھ ہووے تھا جی جان سے نثار مائی جسودا پیتی تھی پانی کو وار وار

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

جب تک کہ دودھ پیتے رہے گوال برج راج سب کے گلے کے کٹھلے تھے اور سب کے سر کے تاج
سندر جو ناریاں تھیں وہ کرتی تھیں کام و کاج رسیا کا اُن دنوں تو عجب رس کا تھا مزاج

ن ۱۔ رادھا رمن۔ ن ۲۔ روپ کو جو۔ ن ۳۔ دیکھتا تھا آ۔ ن ۴۔ وہ۔ ن ۵۔ نہ

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

[...]کل سے تو وے سدا دور رہتے تھے — اور خوب رو کو دیکھ کے ہنس ہنس چمٹتے تھے
جن ناریوں سے ان کے غم و درد مٹتے تھے — اُن کے تو دوڑ دوڑ گلے سے لپٹتے تھے

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

اب گھٹنوں کا اُن کے میں چلنا بیاں کروں — یا میٹھی باتیں مُنہ سے نکلنا بیاں کروں
یا بالکوں کی طرح مچلنا بیاں کروں — یا گودیوں میں اُن کا مچلنا بیاں کروں

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

پاؤں پکڑ کے چلنے لگے جب مدن گوپال — دھرتی تمام ہو گئی اک آن میں نہال
باسک چرن چھونے کو چلے چھوڑ کر پتال — آکاس پر بھی دھوم مچی دیکھ اُن کی چال

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

تھی اُن کی چال کی تو عجب یارو چال ڈھال — پاؤں میں گھنگرو باجتے سر پر جھنڈولے بال
چلتے ہمک ہمک کے جو وہ ڈگمگاتی چال — تھا نہیں کبھی جسودا کبھی نند لیں سنبھال

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

پہنے جھگا گلے میں جو وہ دکھنی چیر کا — گہنے میں بھر رہا گویا لڑکا امیر کا
جاتا تھا ہوش دیکھ کے شاہ و وزیر کا — میں کس طرح کہوں اسے چھورا اہیر کا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

جب پانوں چلنے لاگے بہاری نول کشور ماکھن اُچکے ٹھہرے ملائی دہی کے چور
منہ ہاتھ دودھ سے بھرے کپڑے بھی شور بور ڈالا تمام برج کی گلیوں میں اپنا شور
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

کرنے لگے یہ دھوم جو گردھاری نند لال اِک آپ اور دوسرے ساتھ اُن کے گوال بال
ماکھن دہی چرانے لگے سب کے دیکھ بھال دی اپنی دودھ چوری کی گھر گھر میں دھوم ڈال
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

تھے گھر جو گوالنوں کے لگے گھر سے جا بہ جا جس گھر کو خالی دیکھا اُسی گھر میں جا پھرا[1]
ماکھن ملائی دودھ جو پایا وہ کھا لیا کچھ کھایا کچھ خراب کیا کچھ گرا دیا
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

کوٹھی میں ہو وے[2] پھر تو اُسی کو ڈھنڈورنا گولی میں ہو تو اُس میں بھی جا منہ کو بورنا
اونچا ہو تو بھی کاندھے پہ چڑھ کر نہ چھوڑنا پہونچا نہ ہاتھ تو اُسے مرلی سے پھوڑنا
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

گر چوری کرتے آ گئی گوالن کوئی وہاں اور اُس نے آ پکڑ لیا تو اُس سے بولے یاں
مَیں تو ترے دہی کی اُڑاتا تھا مکھیاں کھاتا نہیں میں اُس کی نکالے تھا چونٹیاں
ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

گر مارنے کو ہاتھ اُٹھاتی کوئی ذرا تو اُس کی انگیا پھاڑتے گھونسے لگا لگا
چلّاتے گالی دیتے[3] مچل جاتے جا بے جا ہر طرح واں سے بھاگ نکلتے اُڑا چھوڑا

(۱) چھپا۔ (۲) ہو دہی۔ (۳) دیتے گالی۔

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

غصّے میں کوئی ہاتھ پکڑتی جو آن کر — تو اُس کو وہ سروپ دکھاتے تھے مرلی دھر
جو آپی لائے دھرتی وہ ماکھن کٹوری بھر — غصّہ وہ اُن کا آن میں جاتا وہیں اُتر

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

اُن کو تو دیکھ گوالنیں جی جان پاتی تھیں — گھر میں اسی بہانے سے اُن کو بُلاتی تھیں
ظاہر میں اُن کے ہاتھ سے وہ غل مچاتی تھیں — پردے میں سب وہ کشن کے بلہاری جاتی تھیں

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

کہتی تھیں دل میں دودھ جو اب ہم چھپائیں گے — سیکشن اسی بہانے ہمیں منہ دکھائیں گے
اور جو ہمارے گھر میں یہ ماکھن نہ پائیں گے — تو اُن کو کیا غرض ہے یہ کاہے کو آئیں گے

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

سب مل جسودا پاس یہ کہتی تھیں آکے ہیر — ’’اب تو تمھارا کانھ[۱] ہوا ہے بڑا شریر
دیتا ہے ہم کو گالیاں پھر پھاڑتا ہے چیر — چھوڑے دہی، نہ دودھ، نہ ماکھن مہی نہ کھیر‘‘

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

ماتا جسودا اُن کی بہت کرتی منتیاں — اور کانھ کو ڈراتی اُٹھا بن کی سانٹیاں
جب کانھ جی جسودا سے کرتے یہی بیاں — ’’تم سچ نہ جانو ماتا یہ ساری ہیں جھوٹیاں‘‘

’’ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن‘‘

۱؎ کانھا - نمبر ۲ - مانو -

ماتا کبھی یہ مجھ کو پکڑ کر لے جاتی ہیں — گانے[1] میں اپنے ساتھ مجھے بھی گواتی ہیں
جب ناچتی ہیں آپ مجھے بھی نچاتی ہیں — آپ ہی تمھارے پاس یہ فریادی آتی ہیں

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

ماتا کبھی یہ میری چھنگلیا چھپاتی ہیں — جاتا ہوں راہ میں تو مجھے چھیڑ جاتی ہیں
آپ ہی مجھے رُٹھاتی ہیں آپی مناتی ہیں — مارو انھیں یہ مجھ کو بہت سا ستاتی ہیں

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

اک روز مُنہ میں کانھ نے ماکھن چھپکا[2] دیا — پوچھا جسودا نے تو وہیں مُنہ بنا دیا
مُنہ کھول تین لوک کا عالم دکھا دیا — اک آن میں دکھا دیا اور پھر بُھلا دیا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

تھے کانھ جی تو نند جسودا کے گھر کے ماہ — موہن نول کشور کی تھی سب کے دل میں چاہ
اُن کو جو دیکھتا تھا سو کہتا تھا "واہ واہ" — ایسا تو بال پن نہ ہوا ہے کسی کا آہ!

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

سب مل کے یارو کشن مُراری کی بولو جے — گوبند چھیل کنج بہاری کی بولو جے
دُدھ چور گوپی[3] ناتھ بہاری کی بولو جے — تم بھی **نظیر** کشن بہاری کی بولو جے
ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن — کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

بانسری

جب مُرلی دھر نے مُرلی کو اپنی اَدھر دھری — کیا کیا پریم پیت[4] بھری اس میں دھن بھری

---

(۱) گاتی ہیں۔ (۲) چھپالیا۔ (۳) گوپی۔ گوالی۔ (۴) پیت۔

(۱) اس میں رادھے رادھے کی ہر دم بھری کھری　　لہرائی دھن جو اس کی ادھر اور ادھر نڈری

سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری

ایسی بجائی کشن کنھیّا نے بانسری

کتنے تو اس کی سننے سے دھن ہو گئے دھنی　　کتنوں کی سدھ بسر گئی جس دم وہ دھن سنی

کتنوں کے من سے کل گئی اور بیاکلی جمی　　کیا نر سے لے کے ناریاں کیا کوڑھ کیا گنی

سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری

ایسی بجائی کشن کنھیّا نے بانسری

جس آن کانھ جی کو وہ بنسی بجا ڈالی　　جس کان میں وہ آڈنی واں سدھ بھلاؤنی

ہر من کی ہو کے موہنی اور چیت لبھاؤنی　　نکلی جہاں دھن اس کی وہ میٹھی سہاؤنی

سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری

ایسی بجائی کشن کنھیّا نے بانسری

جس دن سے اپنی بنسی وہ سکیش سے آ بجی　　اس سانورے بدن پہ نپٹ آن کر بھبی

نر نے بھلایا آپ کو ناری نے سدھ تجی　　اُن کی اُدھر سے آ کے وہ بنسی جدھر بجی

سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری

ایسی بجائی کشن کنھیّا نے بانسری

گوالوں میں نند لال بجاتے وہ جس گھڑی　　گوویں دھن اس کی سننے کو رہ جاتیں سب کھڑی

گلیوں میں جب بجاتے تو وہ اس کی دھن بڑی　　لے لے کے اپنی لہر جہاں کان میں پڑی

سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری

ایسی بجائی کشن کنھیّا نے بانسری

بنسی کو مرلی دھر جی بجاتے گئے جدھر　　پھیلی دھن اس کی زور ہر اک دل میں کر اثر

سنتے ہی اس کی دھن کی ہلاوٹ ادھر ادھر　　منہ چنگ اور نے کی دھنیں دل سے بھول کر[۱]

سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری　　ایسی بجائی کشن کنھیّا نے بانسری

---

(۱) مرچنگ ...

بن میں اگر بجاتے تو واں تھی یہ اُس کی چاہ
کرتی دھن اُس کی پنچھی بنوں کے دل میں راہ
بستی میں جو بجاتے تو کیا شام و کیا پگاہ
پڑتی ہی دھن وہ کان میں بلہاری ہو کے چاہ

سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیّا نے بانسری

کتنے تو اُس کی دھن کے لیے رہتے بے قرار
کتنے لگائے کان اُدھر رکھتے بار بار
کتنے کھڑے ہو راہ میں کرتے انتظار
آئے جدھر بجاتے ہوئے شام جی مُرار

سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیّا نے بانسری

موہن کی بانسری کی میں کیا کیا کہوں جتن
لے اُس کی من کی موہنی دُھن اُس کی چِت ہرن
اس بانسری کا آن کے جس جا ہوا بجن
کیا جل پون نظیرؔ پکھیرو کیا ہرن

سب سننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنہیّا نے بانسری

کھیل کود کنہیّا جی کا

تعریف کروں میں اب کیا کیا اُس مُرلی دھر بجیّا کی
نت سیوا کنج پھرّیا اور بن بن گئو چریّا کی
گوپال بہاری بنواری دکھ ہرنا مہر کریّا کی
گردھاری سندر شام برن اور ہلدھر جو کے بھیّا کی

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیّا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنہیّا کی

اک روز خوشی سے گیند تڑی نے موہن جمنا تیر گئے
واں کھیلن لاگے ہنس ہنس کے یہ کِرشن گوالن اور بالن سے
جو گیند پڑے جا جمنا میں پھر جا کر لاوے جو پھینکے
وہ آپ ہی انتر جامی تھے کیا اُن کا بھید کوئی پاوے

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیّا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنہیّا کی

واں کشن مدن من موہن نے سب گوالن سے یہ بات کہی
اور آپ ہی جھپ گیند اُٹھا اُس کالی دہ میں ڈال دئی

پھر آپ جھپ سے کود پڑے وہ جمنا جی میں ڈبکی لی — سب گوال سکھا حیران رہے پر بھید نہ سمجھے اک رتی

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی

رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

یہ بات سنی برج نارن نے تب گھر گھر اس کی دھوم مچی — نند اور جسودا آ پہونچے سدھ بھول گئی اپنے تن کی

جمنا پر غل شور ہوا اور ٹھٹھ بندھے اور بھیڑ لگی — کوئی آنسو ڈالے ہاتھ ملے یہ بھید نہ جانے کوئی بھی

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی

رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

جس دہ میں کودے من موہن واں آن چھپا تھا اک کالی — سرہانوں سے اُن کے آلپٹا اس دہ کے بھیتر دیکھتے ہی

پھن مارے پہونچا زور کئیے او پھیروں تک واں کشتی کی — پھنکاریں نہیں بل تیج کئیے پر کشن رہے واں ہنستے ہی

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی

رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

جب کالی نے سو پیچ کئیے پھر ایک کلا واں شیام نے کی — اس چھور بڑھایا تن اپنا جو اس کا کس لاگا جی

پھر ناتھ لیا اس کالی کو اک پل بھر میں نا دیر لگی — وہ ہار گیا اور استت کی ہر ناگن بھی پھر پانوں پڑی

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی

رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

اُس دہ میں سندر شیام برن اُس کالی کو جب ناتھ چکے — لے ناتھ کو اُس کی ہاتھ اپنے ہر پھن کے اوپر برت گئے

کر اپنے بس میں کالی کو مسکیانے مرلی ادھر دھرے — جب باہر آئے من موہن سب خوش ہو جے جے بول اٹھے

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی

رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

تھے جمنا پر اُس وقت کھڑے واں جتنے آکر نر ناری — دیکھا ان کو سب خوش حال ہوئے جب باہر نکلے بنواری

دکھ چنتا من سے دور ہوئے آنند کی آئی پھر باری — سب درشن پا کر شاد ہوئے اور بولے جے جے بلہاری

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی — رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

نندا ۔ بھول گے ۔ ڈر کہیں ۔ ۱۳ ۔ تیج ۔ ۱۴ ۔ بھی ۔

نند اور جسودا کے من میں سدھ بھولی بسری پھر آئی
سکھ چین ہوئے دکھ بھول گئے کچھ دان اور پن کی ٹھہرائی
سب برج باسن کے ہردے میں آنند خوشی اس دم چھائی
اس روز انھوں نے یہ بھی نظیرؔ اک لیلا اپنی دکھلائی
یہ لیلا ہے اس نند للن من موہن جسمت چھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

بیاہ کنھیّا کا

جہاں میں جب وقت کشن جی کی او سنا سدھ بدھ کی یاد آئی
سنبھالا ہوش اور ہوئے سیانے وہ بالپن کی ادا بھلائی
بڑھا قد ان کا کچھ اس طرح سے کہ قمری جس کی فدا کہائی
نکالیں طرزیں پھر اور ہی کچھ بدن کی سج دھج نئی بنائی
ہوئی خوشی نند کے جو من میں بہت ہوئیں خوش جسودا مائی

جو سدھ سنبھالی تو کشن کیا کیا لگے پھر اپنی پھبن دکھانے
جگہ جگہ پر لگے ٹھٹکنے ادا سے بنسی لگے بجانے
وہ بچھڑے گووں کو ساتھ لے کر لگے خوشی سے بنوں میں جانے
جو دیکھا نند اور جسودا نے یہ کہ شیام اب تو ہوئے سیانے
یہ ٹھہری دونوں کے من میں آ کر کریں اب ان کی کہیں سگائی

پھر آپس وہ یہ من میں سوچے کہ ان کی اب ایسی جا ہو نسبت
بڑا ہو گھر در بڑے ہوں ساماں بہت ہو دولت بہت ہو حشمت
ہماری گوکل میں ہر جو خوبی اسی طرح کی ہو ان کی حرمت
وہ لڑکی جس سے کہ ہو سگائی سو وہ بھی ایسی ہو خوبصورت
ہیں جیسے سندر [1] کشور موہن نول دولارے کنور کنھائی

گئیں جو ناری وہ بوڑھیاں تھیں جسودا جی نے انھیں بلایا
کسی کو ادھر کسی کو ادھر سگائی ڈھونڈھن کہیں بھیجایا
جو بھید تھا اپنے من کے بھیتر سو ان سبھوں کے تئیں جتایا
پھریں بہت ڈھونڈھتی وہ ناریں تھا جسودا نے جو سنایا
نہ دیکھا ویسا گھر اک انھوں نے نہ ویسی کوئی دولاری پائی

وہ ناریاں جب یوں ہیں پھر آئیں تو بولی یوں اور ایک ناری
ہے یہ جو برسانا اس میں ہے گی برکھ بھان کی نول دلاری
ہیں رادھکا نام اس کا کہتے بہت ہے سندر نپٹ پیاری
کہی یہ میں نے تو بات تم سے اب آگے مرضی جو ہو تمھاری
کرو سگائی للن کی اس جا کہ اس میں ہو گی بہت بھلائی

یہ سن جسودا نے جب خوشی ہو ادھر کو ناری کئی پٹھائیں
چلیں وہ گوکل سے دل میں خوش ہو وہیں وہ برسانے بیچ آئیں

---

(۱) چھبیں ۔

جہاں وہ گھر کو بیاں کیا تھا وہ ناریاں سب اُدھر کو دوڑیں — اُنھوں نے آدر بہت سا کر کے سندر کی ماں نے وہ سب بٹھائیں

جو بیٹھیں یہ تو لگیں سنانے اِدھر اُدھر کی بہت بڑائی

جو کہہ چکیں یہ اِدھر اُدھر کی تو پھر سگائی کی بات کھولی — بڑے ہو تم بھی بڑے ہیں وہ بھی یہ بات ہووے تو خوب ہوگی

ہے جیسا سندر انھوں کا لڑکا تمھاری سندر ہے ویسی لڑکی — اِدھر بھی دولت اُدھر بھی حشمت خوشی و خوبی طرح طرح کی

انھوں نے اپنی بہت جمائی پر اُن کے دل میں کچھ نہ سمائی

جو رادھکا کی وہ ماں تھی کیرت یہ سن کے باتیں وہ بولی ہنس کر — وہ ایسے کیا ہیں جواب ہمارے جو دھن و دولت کے ہوں برابر

ہیں جیسے وہ تو سوا ہیں ایسے گئے ہمارے گھر کے تو کتنے چاکر — ہم اپنی لڑکی انھیں نہ دیں گے وہ ایسا کیا گھر وہ ایسا کیا ہے

کرو ہمارے نہ گھر میں تم یاں اب اس سگائی کی بات کہائی

سنا جب اُن ناریوں نے یہ تو چلیں اِدھر سے وہ شرم کھائیں — بہت ہی من میں ہو سست اپنے وہ پھر کے گوکل کے بیچ آئیں

سنی جو باتیں تھیں وہ اُنھوں نے وہ سب جسودا کو آ سنائیں — یہ باتیں سن کر جسودا من میں بہت خفا ہو بہت لجائیں

سوائے خفگی کے آگے کچھ واں جسودا مائی سے بن نہ آئی

جب اُس سگائی نہ ہونے سے واں بُرا جسودا نے من میں مانا — جو بھید اُن کا کلا سے اپنی یہ بن جتائے ہی ہر نے جانا

کہا یہ من میں کہ کوئی لیلا کو چاہیے اب اُدھر دکھانا — بنا کے موہن سروپ نٹ پر ہی خوب برسانے بیچ جانا

گئے وہیں ہر پھر اُس مکاں میں اور اپنی بنسی وہ جا بجائی

بجی جو موہن کی بانسری واں تو دھن کچھ اس کی عجب ہی نکلی — پڑی وہ جس جس کے کان میں آ اُسے سُدھ اپنے بدن کی بسری

بھلائی منھ نے کچھ تو سُدھ بدھ اُدھر جھلک جو سروپ کی تھی — ہر اک طرف کو ہر اک مکاں پر جھلک وہ ہر کی کچھ ایسی چمکی

کہ جس کی ہر اک جھلک سے دیکھتے تمام بستی وہ جگمگائی

سہیلیوں سنگ رادھکا جی کہیں اُدھر کو جو آن نکلی — سروپ دیکھا وہ کشن جی کا اُدھر سے اُن کی سنی وہ مرلی

جو میں وہاں رادھکا جی آئیں سو ایسی موہن نے موہنی کی — دکھایا اپنا سروپ ایسا کہ اُن کی صورت کو دیکھتے ہی

اِدھر تو رادھا کے ہوش کھوئے ہر اک سہیلی کی سُدھ بھلائی

دکھا کے روپ اور بجا کے مرلی پھر آئے گوکل میں نند لالا — پھر اک کلا کی وہ کتنے دن میں کہ رادھا گوری کو ماندا ڈالا

بہت دوائیں انھوں نے کیں واں پہ فائدے نے نہ سر نکالا — پھر آپ موہن نے بید بن کر دوا کی تھیلی کو واں سنبھالا

نسخہ وہ ایسے کیا ہیں جواب ہمارے۔ جو ہنس و دولت کے ہوں برابر۔ (۱) مندر کے بھیتر۔ مندر کے اندر۔ نسخہ (۲)۔ ہر کی۔ نسخہ (۳) دھن
نسخہ (۴)۔ اور۔ [illegible]

پکاسے برسانے بیچ جا کر اچھی کرتے ہیں ہم دوائی

ادھر تھے ہارے دوا میں کر کے سنی انھوں نے جو بات ان کی
بلا کے جلدی مندر کے بھیتر دکھائی رادھا جو وہ دکھی تھی

انھوں نے واں کچھ دوا بھی دی اور دکھایا کچھ جھوٹھ منتر بھی
پڑھنت کیا تھی وہ اک کلا تھی ہوئیں اچھی رادھکا جی

ہر اک نے کی واہ واہ ہر دم اور اپنی گردن بہت جھکائی

ہوئیں جو چنگی وہ رادھکا جی تو جب مندر میں خوشی کی ٹھہری
وہ دیکھ بھالی و رسبھی کرم کے یہ بات من بیچ آ کے ٹھہری

کہ رادھکا کی سگائی ان سے کریں تو ہو گی یہ بات اچھی
جو رسم ہوتی سگائی کی ہو وہ سب انھوں نے خوشی سے کر دی

نظیر کہتے ہیں اس طرح سے ہوئی ہو کشن کی سگائی

دسم کتھا

اے دوستو یہ حال سنو دھیان رکھ ذرا
اور ہر طرف سے دھیان کے تئیں ٹک ادھر کو لا

چرچا ہو اس کا واسطے سب کے تئیں بھلا
کہتا ہوں میں یہ اگلے زمانے کا ماجرا

ہو نام اس بیان کا یارو دسم کتھا

سکھدیو نے یہ پہلے پریچھت سے ہے کہی
اس نے سنی تو اس کا ہوا دل بہت خوشی

پھر بھیکم ایک راجہ مندر کی تھی مندری
تھے پانچ بیٹے اس کے بہت سندر اور بلی

گھر بار اس کا دولت و حشمت سے بھر رہا

بیٹا بڑا تھا اس کا سو اس کا رکم تھا نام
اور رکمنی ہو بیٹی بہت خوب خوش خرام

روپ اور سروپ اس میں تھے سر پاؤں سے تمام
سکھیوں سہیلیوں میں وہ رہتی تھیں خوش خرام

گہنا لباس تن پہ بہت تھا جھمک رہا

نارد منی اک دن آئے جہاں پر تھی رکمنی
اور اس سے بات انھوں نے وہ کشن کی کہی

لیلا سنائیں وہ سبھی روپ اور سروپ کی
جب رکمنی نے خوبی وہ کشن کی سنی

سنتے ہی ان کی ہو گئی جی جان سے فدا

ف ۱ - تو سب مندر میں خوشی بر آجی - ف ۲ - بر آجا سو بھی - ف ۳ - بہت - ف ۴ - ہو مندری بھی - ف ۵ - خوش مدام
ف ۶ - رہا تھا جھمک دکھا - ف ۷ - جہاں تھی وہ - ف ۸ - اُن پہ -

ٹھہری یہ رکمنی کے وہیں دل میں آن کر — برنی جبھی میں جاؤں ملے جب وہ مجھ کو بر
دن رات دھیان اپنا لگی رکھنے وہ اُدھر — آنکھوں کو اپنی کرنے لگی آنسوؤں سے تر

بے چین دل میں رہنے لگی سب سے ہو خفا

چھپتی نہیں چھپائے سے صورت جو چاہ کی — سکھیاں سہیلیاں جو تھیں اور لڑکیاں سبھی
دیکھی جو رکمنی کی انھوں نے یہ ڈھب کلی — جانا کہ رکمنی کا لگا ساتھ ہر کے جی

کہنے لگیں انھوں کی وہ باتیں بنا بنا

بولے وہ سب کرشن تو اوتار ہیں بڑے — جو خوبیاں ہیں اُن میں کہاں تک کوئی کہے
روپ اور سروپ ان کے کی کیا کیا صفت کرے — لیلا ہوئیں ہیں اُن سے جو ہوں کب وہ اور سے

ما دیوکی ہے اُن کی وہ بسدیو جی پتا

جنمی وہ مدھ پوری میں تو جب آدھی رات تھی — بسدیو اُن کو لے چلے گوکل اُسی گھڑی
جمنا نے ان کے چھو کے چرن جلد راہ لی — پہونچے جو گھر میں نند جسودا کے کانھ جی

سب نیگیوں نے نیگ بدھائی کا واں لیا

بسدیو جی نے بھیجا گرگ پنڈتا کو واں — تو نام اُن کا جاکے وہاں پر کرے بیاں
سبھ نام جو کہ ہووے بیاں کر اُسے عیاں — گوکل میں آ مسر نے بہت ہو کے شادماں

اُن کا کرشن نام بہت سودھ کر رکھا

تھے پالنے میں جھولتے ہر دم کرشن جی — جب کنس نے وہ پوتنا بھیجی کہ لیوے جی
اُس نے جو چھاتی زہر بھری اُن کے منہ میں دی — منہ لگتے ہی انھوں نے وہ جان اُس کی کھینچ لی

اُس کے پران کڑھ گئے اور کچھ نہ بس چلا

کاگا سُر آیا دُشٹ لیا اُس کو مار بھی — پھر ترناورت کی بھی ہوا دور کی سبھی
سکٹا سُر آیا اُس کی بھی گاڑی اُلٹ ہی دی — آیا بری دھر اُس کی بھی مٹی خراب کی

جتنے وہ دُشٹ آئے سبھوں کو اُلٹ دیا

پھر پاؤں چلنے لاگے جو دھرتی پہ نند لال — آئے وہ جن کی گود میں اُن کو کیا نہال

نۂ۱ ۔ وہ ۔ نۂ۲ ۔ بولیں ۔ نۂ۳ ۔ کر بہت دھیان ۔ نۂ۴ ۔ گوکل میں آکے مسر ۔

سیانے ہوئے تو ساتھ لیے اپنے گوال بال مُرلی کی دھن سُنا کے کیا سب کا جی نڈھال

گوویں چراتے بَن میں وہ بنسی بجا بجا

دھرکا کے گوالنوں سے لیے دودھ اور دہی کھانے کھلائے اُن کو جو تھے ساتھ میں سبھی

جب گوالنوں نے آکے جسودا سے یہ کہی جھڑکا اُنھوں نے سانٹی اُٹھا کر جو اُس گھڑی

تڑ تک کھول مُنھ اُنھیں ہر نے دکھا دیا

جملاؤ ارجن اور وہ دو دیوتا جو تھے دو تاڑ بن گئے تھے کسی کی سراپ سے

مدت تلک وہ بن میں یونہیں تھے کھڑے ہوئے لیلا سے اپنی کشن نے اُس بن میں آن کے

ویسا ہی دیوتا اُنھیں اک پل میں کر دیا

راچھس بہت جو کشن پہ آنے لگے وہاں نند اور جسودا کی لگی دیکھ اُن سے جانے جاں[1]

لے کر کٹم سب اپنا جو تھے خُرد اور کلاں آکر وہ بندرابن کے لگے رہنے درمیاں

گوکل کا باس سب نے اُسی دن سے پھر تجا

لے گوال بال جانے لگے شیام من ہرن گوویں لگے چرانے جہاں ہر یہ گور دھن

واں بھی بنا سُر آیا بکا سُر بھی بگلا بن مارا اور اُس کی چونچ کو چیرا سمیت تن

آیا اگھا سُر اُس کے بھی سر کو اُڑا دیا

دکھلائی اپنی ہر نے جو لیلا وہ بچھ ہرن دیکھ اُس کو سب نے چوم لیے کشن کے چرن

دھنگ راچھس آیا پھر جو بنا کر وہ مکر و فن مارا اُسے بھی ہر نے جہاں ہر یہ تال بن

کالی کو دہ میں ناتھ کیا تیر نرملا

گوویں کھڑے چراتے تھے بن میں جو شیام جی اُس بن میں ایک دن جو یہیں آگ آن کر لگی

سب گوال بال جھک رہے گوویں کھڑی سبھی لیلا سے واں بھی ہر نے وہ دیکھ اُن کی بے بسی

اُس آگ سے سبھوں کو لیا آن میں بچا

پھر کی جو لیلا چیر ہرن ہر نے خوب تر سر بٹ نے پھر وہ کوپ کیا اُن پہ آن کر

سر بٹ کو واں اُٹھا لیا بنسی اُپر ادھر پھر سر دا ہی میں شیام نے لی ناریاں سندر

---

[1] دکھ پانے اُن سے جان نذر — لکھا شر

مُرلی بجا کے ترت کیا راس کو بنا

مارا وہ سانپ پانوں پہ لپٹا جو نند کے — لیں گوپیاں چھوڑا وہیں پھر شنکھ چوڑ سے

ہر گا سُر اور کیشی و بھوما سُر آ گئے — اپنے سے مکر ہر سے اُنھوں نے بہت کیے

ہر نے اُنھیں بھی مار کے بھوں پر دیا گرا

اک روز بندرابن سے یے آئے اُنھیں جو واں — چلنے کو ساتھ اُن کے ہٹیں سب وہ گوپیاں

جمنا میں پھر نہائے جو اک روز شاد ماں — ہر نے دکھائے واں اُنھیں لیلا سے یہ نشاں

جو ہر ہی ہر دکھائی دیے اُن کو جا بہ جا

جب بندرابن میں آئے تو دھوبی کو کنس کے — مارا وہیں اور اُس کے لیے چیر جتنے تھے

سوجی سے لے لباس دیے پھر بہت اُسے — چندن جو کُبجا لائی تو خوش ہو کے شیام نے

سب کھو دیا جہاں تئیں کُبڑا پن اُس کا تھا

ڈیوڑھی پہ آئے جب تو وہ توڑا دھنک کے تئیں — رنگ بھوم میں گرا دیا پربل[ن۱] کو بر زمیں

درشن دیے وہ راجہ جو قیدی تھے سہم گیں — پھر کنس کے بھی کیس پکڑ کھینچ کر وہیں

سر اُس کا اِک اشارے میں تن سے جُدا کیا

پھر آئے واں جہاں تھے وہ بسدیو دیو کی — چرنوں پہ سیس رکھ[ن۲] کے بہت سی آسیں لی

یہ باتیں ہر کی سُن کے وہاں رُکمنی نے بھی — چاہا یہی کہ دیکھوں میں صورت کرشن کی

بے تاب و بے قرار لگی رہنے سُکھ گنوا

اس کو یہ باتیں کشن کی خوش آئی تھیں سبھی — سنتی وہ ساتھیوں سے اُنھیں کو گھڑی گھڑی

ماں باپ رُکمنی کے بھی اور چاروں بھائی بھی — بر رُکمنی کے ہوں وہی تھے چاہتے یہی

پر وہ رُکم جو تھا سو پسند اُس کو یہ نہ تھا

رکھتا[ن۳] تھا نام اُس کا جسد و بنس ہر جنم — کاندھے پہ اُس کے کامری رہتی ہر دم بہ دم

گوئیں چراتا پھرتا ہر بن بن میں رکھ قدم — دولت میں اور ذات میں اُس سے بڑے ہیں ہم

"سسپال چندیری کا جو بر ہو تو ہو بھلا"

ن۱۔ پھر بل۔ ن۲۔ میں رکھا۔

تکتی تھی ہر کی راہ نہ کھاتی نہ سوتی تھی　　بے کل کی طرح پھرتی تھی اور ہوش کھوتی تھی

کچھ رکمنی کو روئے سوا بن نہ آتا تھا

کہتی تھی کیوں یہ کشن مراری نے دیر کی!　　موہن نول کشور بہاری نے دیر کی

برج راج، روپ، مکٹ سنواری، نے دیر کی　　یا چاہ بے اثر یہ ہماری نے دیر کی

باہمن جو میں نے بھیجا تھا وہ بھی نہیں پھرا

اِس میں مکند پور کے جو ہر آئے عن قریب　　جھلکی کلس وہ رتھ کی ہوئی روشنی عجیب

خوش رکمنی کا جی ہوا جوں گل سے عندلیب　　بولی[1] خوشی ہو من[2] میں کہ "جاگے مرے نصیب"

باہمن نے بھی وہ آنے کو ہر کے دیا سُنا

بن ٹھن کے جب خوشی ہو وہ پوجا کے تئیں چلی　　ساتھ اُس کے ناریاں چلیں گاتی بہت خوشی

سُندر کی جاتی پانوں کی پائل جو باجتی　　روپ اور سروپ اُس کا بیاں کیا کرے کوئی

پہونچی خوشی سے واں جہاں تھی پوجنے کی جا

جس جس کو پوجا واں یہی اُس[3] نے کیا بیاں　　"کرپا کرو جو مجھ کو ملیں برج راج یاں[4]

"لینے کو درس اس کے ہوئی ہوں میں نیم جاں　　جلدی ملاؤ تم جو رہے لاج میری یاں[5]"

ہر دیوتا سے وہ یہی کرتی تھی اِلتجا

جب دیوی دیوتا کی وہ پرکرما[6] دے چکی　　سُندر دلاری آگے کو چل کر ٹھٹھک رہی

اِس واسطے کہیں مجھے درشن دیں کشن جی　　تو دیکھ وہ سروپ مری ہووے زندگی

بچ جاوے جی یہ لاج بھی میری رہے بجا

سندر نویلی روپ کا میں کیا کروں بیاں　　مکھ واں[7] جھمک رہا تھا کہ جوں ماہ آسماں

پوشاک بھی بدن پہ جھمکتی تھی زر فشاں　　سر پانوں سے بھری تھی وہ گہنے کے درمیاں

کیا وصف اُس کا ہو سکے زیب و سنگار کا

دیکھا مکند پور کے جو لوگوں نے ہر کو واں　　سب درشن اُن کے پا کے ہوئے جی میں شادماں

آپس میں سب وہ کہتے تھے نر اور ناریاں　　"بر رکمنی کے یہ ہوں تو ہر من کو سکھ ہو یاں"

ن۱۔ بولیں ن۲۔ جی۔ ن۳۔ اس سے ن۴۔ آن۔ ن۵۔ مان۔ ن۶۔ پرکما۔ ن۷۔ یوں۔

یہ باتیں واں رکم سے جو سنتی تھی رکمنی   بے کل بہت[۱] وہ ہوتی تھی اور دل میں کڑھتی تھی
جب بے کلی بہت ہوئی اور رہ سکا نہ جی   اک چٹھی اپنے حال کی ہر کے تئیں لکھی
باہمن کے ہاتھ دوارکا میں دی وہیں بھیجا

باہمن جو ہر کی ڈیوڑھی پہ آ پہونچا راہ سے   دیکھا وہاں ہیں چیری و چاکر بہت کھڑے
جانے میں تھے مندر کے جو دربان روکتے   سن کر خبر یہ ہر نے بلایا وہیں اسے
پرنام کر کے اونچے مکاں پر دیا بٹھا

باہمن کی منتی کر کے لگے کہنے کشن جی   تم نے ہمارے حال پہ کرپا بڑی یہ کی
اس نے زبانی کہہ کے جو احوال تھا سبھی   پھر رکمنی کی چٹھی جو لایا سو ہر کو دی
ہر نے پڑھا اسے کہ جو احوال اس میں تھا

اے برج راج، کشن، منوہر، مدن گوپال   میں درشنوں کی آپ کے مشتاق ہوں کمال
دن رات تم سے ملنے کو رہتی ہوں میں نڈھال   درشن سے اپنے مجھ کو بھی آکر کرو نہال
سب دھیان میں تمھارے ہی رہتا ہو من لگا

سسپال بیاہنے کو مرے اب تو آتا ہے   سب راج اور ساتھ جراسندھ لاتا ہے
یہ غم تو میرے دل کو نہایت ستاتا ہے   اس اپنی بے بسی پہ مجھے رونا آتا ہے
تم ہر ہو میرے من کی کرو دور سب بتھا

اے کشن جی تم آؤ کہ اب وقت ہے یہی   اپنے چرن سے لاج رکھو میری اس گھڑی
ہر نے وہ چٹھی پڑھ کے منگا رتھ وہ جگمگی   ہو کر سوار جلد چلے واں سے کشن جی
باہمن بھی اپنے ساتھ وہ رتھ میں لیا بٹھا

سسپال اس میں آن کے پہونچا شتاب واں   اگوانی اس کی لینے کو بھیسکم گیا دواں
باجے منڈلے گھر میں لگیں گانے ناریاں   آنکھوں سے رکمنی کے وہ آنسو ہوئے رواں
سندر کا منہ وہ آنسو کے بہنے سے بھر گیا

جوں جوں وہ ہر کے آنے میں واں دیر ہوتی تھی   کوٹھے پہ اپنے رکمنی واں چڑھ کے روتی تھی

نسخہ ا۔ وہ بہت۔

ہر دم اسی مُراد کی مانگیں تھے[1] سب دعا

بھیکم جو ہر کے لینے کو آیا بہت خوشی — درشن جو ہر کے پائے تو منتی بہت سی کی
اتنے میں رکمنی جو تھی ہر کے لیے کھڑی — درشن جو پائے آگیا واں اُس کے جی میں جی
ہر نے پکڑ کے ہاتھ لیا رتھ میں واں بٹھا

سسپال اپنے لے کے کٹک آگیا وہاں — بان اُس کے ہر نے کاٹ بھگایا اُسے ندان
آیا رکم جو بان دھنک لے کے اور سناں — اُس کو بھی ہر نے باندھ لیا کاٹ اُس کے بان
منتی سے رکمنی نے دیا اُس کا جی چھٹا

سسپال کا بھی ہر نے دیا پل میں گرب کھو — جو تھا غرور اُس کا سو سب ڈالا دم میں دھو[2]
آیا رکم بلی جو بہت کر کے گرب کو — بالوں سے اُس کے ہاتھ بندھے اور رہا وہ رو
سچ کہتے ہیں کہ گرب ہر جگ میں بہت بُرا

جب رکمنی سے کہنے لگے ہنس کے واں یہ ہر — سسپال کو گرب نے کیا سب میں خوار تر
کھویا رکم کو اور جُراسندھ کو اودھر — آئے تھے جس گرب سے وہ لڑنے کو اب ادھر
آخر اُسی گرب نے دیا اُن کا سر جھکا

سسپال اور رکم کا ہوا جب یہ حال واں — بلدیو جی نے اُن کی کٹک سب بھگائی واں
لے رکمنی کو ہر ہوئے پھر دوارکا رواں — جب آن پہونچے خوش ہوئے سب نر و ناریاں
دیکھا جمال اُن کا تو پایا بہت بھلا

پھر دیو کی جو آئیں بہت ہو کے خوش ادھر — پانی پیا انھوں نے وہیں ہر پہ وار کر
سب ناریاں بھی آن کے بیٹھیں اِدھر اُدھر — جتنا صحن تھا گھر کا رہا سب وہ اُن سے بھر
شادی کے باجے بجنے لگے شور و غل مچا

سب دوارکا میں دھوم یہ شادی کی مچ گئی — باجے مجیرے طبلے دما میں بھی اور تُرئی
در پر براتیوں کی بہت بھیڑ آ لگی — سُوبھا سے دوار پر وہ بندھن وار بھی بندھی
پنڈت بُلا سگن سے وہ پھیرے دیئے پھرا

---

[1] نسخہ — منگیں تھے۔ [2] نسخہ — کھو۔

بیٹھے تھے دوارکا کے وہاں خرد اور کبیر　　ہوتے تھے راگ رنگ خوشی تھے جوان و پیر
ساماں تھے ہزاروں ہی شادی کے دل پزیر　　جو خوبیاں ہوئیں سو وہ کیا کیا کہے، نظیر،
اِس ٹھاٹھ سے وہ بیاہ عجب کشن کا ہوا

ہر کی تعریف

میں کیا کیا وصف کہوں یارو اُس شام برن اوتاری کے　　سری کشن کنھیا مُرلی دھر، من موہن، کنج بہاری کے
گوپال منوہر سانولیا، گھنشام اٹل، بنواری کے　　نندلال دُلارے سندر چھب، برج چند مکٹ جھلکاری کے
کر دھوم لُٹیا دودھ ماکھن، چت چھور نول گردھاری کے　　بن کنج پھریا راس رچن، سکھ دائی کانھ مُراری کے
ہر آن دکھائے روپ نئے، ہر لیلا نیاری نیاری کے　　پت لاج رکھیا، دکھ بھنجن، ہر بھگتی بھگت اُدھاری کے
نت ہر بھج، ہر بھج رے بابا، جو ہر سے دھیان لگاتے ہیں
جو ہر کی آسا رکھتے ہیں، ہر ان کی آس پجاتے ہیں

جو بھگتی ہیں سو اُن کو تو نت ہر کا ناؤں سہاتا ہے　　جس گیان میں ہر سے نیہہ بڑھے، وہ گیان انھیں خوش آتا ہے
نت من میں ہر ہر بھجتے ہیں، ہر بھجنا اُن کو بھاتا ہے　　سکھ من میں اُن کے لاتا ہے، دکھ اُن کے جی سے جاتا ہے
من اُن کا اپنے سینے میں دن رات بھجن ٹھہراتا ہے　　ہر نام کی سمرن کرتے ہیں، مکھ چین انھیں دکھلاتا ہے
جو دھیان بندھا ہے چاہت کا، وہ اُن کا من بہلاتا ہے　　دل اُن کا ہر ہر کہنے سے، ہر آن نیا سکھ پاتا ہے
ہر نام کے جپنے سے من کو خوش نیہہ جتن سے رکھتے ہیں
نت بھگتی جتن میں رہتے ہیں اور کام بھجن سے رکھتے ہیں

جو من میں اپنے نسچے کر، ہیں دوار ہر کے آن پڑے　　ہر وقت مگن ہر آن خوشی، کچھ نہیں من میں ہیں لاتے
ہر نام بھجن کی پرواہ ہے اور کام اُسی سے ہیں رکھتے　　ہے من میں ہر کی یاد لگی، ہر سمرن میں خوش ہیں رہتے
کچھ دھیان نہ ادھر اودھر کا، ہر آسا پر ہیں من دھرتے　　جس کام سے ہر کا دھیان رہے ہیں کام وہی ہر دم کرتے
کچھ آن اٹک جب پڑتی ہے، من بیچ نہیں چنتا کرتے　　نت آس لگائے رہتے ہیں من بھیتر ہر کی کرپا سے
ہر کاج میں ہر کرپا سے وہ من میں بات نہارت ہیں　　من موہن اپنی کرپا سے نت اُن کے کاج سنوارت ہیں

ئیا - بنا بلا ہے - ختم - بھگتی ۔ ۳۰ - کچھ سوچ نہیں من میں لاتے ۔ ۴۰ - چنتا

بیکشن کی جو جو کرپا ہیں کب مجھ سے اُن کی ہو گنتی   ہیں جتنی اُن کی کرپائیں اک یہ بھی کرپا ہو اُن کی
مذکور کروں جس کرپا کا وہ میں نے ہو اس بھانت سُنی   جو اک بستی ہر جو ناگڈھ واں رہتے تھے مہتا نرسی
تھی نرسی کی اُس نگری میں دوکان بڑی صرّافی کی   بیوپار بڑا صرّافی کا تھا بستا لیکھن اور بہی
تھا روپ گھٹا اور فرش بچھا پرتیت بہت اور ساکھ بڑی   تھے ملتے جلتے ہر اک سے اور لوگ تھے اُن سے بہت خوشی

کچھ لیتے تھے کچھ دیتے تھے اور بہیاں لکھا کرتے تھے
جو لین دین کی باتیں تھیں پھر اُن کا لیکھا کرتے تھے

دن کتنے میں پھر نرسی کا بیکشن چرن سے دھیان لگا   جب بھگتی ہر کے کہلائے سب لیکھا جوکھا بھول گیا
سب کاج بسارے کام ہر ناؤں بھجن سے من لاگا   جا بیٹھے سادھ اور سنتوں میں نت سنتے رہتے کِشن کتھا
تھا جو کچھ دوکان بیچ رکھا وہ درب جمع اور پونجی کا   مدھ پریم کے ہو کر متوالے سب سادھوں کو ہر ناؤں دیا
ہو بیٹھے ہر کے دوارے پر سب منت کرم سے ہاتھ اُٹھا   سب چھوڑ بکھیڑے دنیا کے نت ہر سمرن کا دھیان لگا

ہر سمرن سے جب دھیان لگا پھر اور کسی کا دھیان کہاں
جب چاہت کی دوکان ہوئی پھر پہلی وہ دوکان کہاں

کیا کام کسی سے اُس من کو جس من کو ہر کی آس لگی   پھر یاد کسی کی کیا اُس کو جس من نے ہر کی سمرن کی
سکھ چین سے بیٹھے ہر دوارے سنتوکھ ملا آنند ہوئی   بیوپار ہوا جب چاہت کا پھر کیسی لیکھن اور بہی
نے کپڑے لتّے کی پروا نہ چنتا لوٹیا تھالی کی   جب من کو ہر پریت ہوئی پھر اور ہی کچھ پرتیت ہوئی
دھن سمپت اور دین کی تھی سب من کو بھولی اور بسری   نت دھیان لگا ہر کرپا سے ہر آن خوشی اور خوش وقتی

تھی من میں ہر کی پریت بھری اور بھلی کرتوتیں تھے
کچھ فکر نہ تھا سندیہ نہ تھا ہر نام بھروسے جیتے تھے

نت من میں ہر کی آس دھرے خوش رہتے تھے واں نرسی   اک بیٹی آنکھ سُکھنی تھی سو دور کہیں وہ بیاہی تھی
اور بیٹی کے گھر جب شادی واں ٹھہری بالک ہونے کی   تب آئیں پھر اُودھر سے سب ناریاں اس کے کنبے کی
مل بیٹھیں گھر میں ڈھول بجا آنند خوشی کی دھوم مچی   سب بیٹھیں گا گا آپس میں ہر ریت جو شادی کی ہوتی
کچھ شادی کی خوش وقتی تھی کچھ سونٹھ سٹھورے کی ٹھہری   کچھ جھمک جھمک تھی ابرن کی کچھ خوبی کاجل مہندی کی

---

(۱) درب - (۲) منتر اُپدیش - (۳) بیوہار - (۴) اُن کے - (۵) اُس - (۶) جھمک جھمک - (۷) ی

ہر رسم یہی گھر بیٹی کے جب بالک مُنہ دکھلاتا ہے

تب بالک اُس کی چھوچھک کا ننھیال سے بھی کچھ جاتا ہے

واں ناریاں جتنی بیٹھی تھیں سمدھیانے میں آ نرسی کے ۔۔۔ جب نرسی کی واں بیٹی سے یہ بولیں ہنس کر طعنہ دے

کچھ ریت نہیں آئی اب تک اے لال تمہارے میکے سے ۔۔۔ اور دل میں تھیں یہ چاہتی سب وہ کیا ہیں اور کیا بھیجیں گے

تب بولی بیٹی نرسی کی اُن ناریوں کے آگے آ گے ۔۔۔ "وہ بھگتی ہیں بیراگی ہیں جو گھر میں تھا سو کھو بیٹھے"

وہ بولیں کچھ تو لکھ بھیجو یہ بولی کیا ان کو لکھیے ۔۔۔ کچھ ان کے پاس دھرا ہوتا تو آپ ہی وہ بھجوا دیتے

"جو چٹھی میں لکھ بھیجو گے وہ بانچ اُسے پچھتا دیں گے

اِک دمڑی اُن کے پاس نہیں وہ چھوچھک کیا بھجوا دیں گے"

اُن ناریوں کو تو کرنی تھی اُس وقت ہنسی واں نرسی کی ۔۔۔ بلوا کے لکھیا جلدی سے یہ بات اُنھوں نے لکھوا دی

"سامان ہیں جتنے چھوچھک کے سب بھیجو چٹھی پڑھتے ہی ۔۔۔ وہ چیزیں اتنی لکھوائیں بن آئیں نہ اُن سے ایک کبھی

کچھ جیٹھ جیٹھانی کا گہنا کچھ باتیں ساس اور نندوں کی ۔۔۔ کچھ دیورانی کی بات لکھی کچھ ان کی جو جو تھی بیٹی

تھی ایک ٹہلنی گھر کی جو سب بولیں تو بھی کچھ کہتی ۔۔۔ وہ بولی اُن سے ہنس کر واں منگواؤں کیا میں پتھر جی

وہ لکھنا کیا تھا واں لوگو من چھل ہنسی پر دھرنا تھا

واں چیزوں کے لکھ بھیجنے سے شرمندہ اُن کو کرنا تھا

جب چٹھی نرسی پاس گئی تب بانچتے ہی گھبرا سے گئے ۔۔۔ پچھتائے من میں اور کہا یہ ہو سکتا ہے کیا مجھ سے

یہ ایک نہیں بن آتا ہے ہیں جو جو چٹھی بیچ لکھے ۔۔۔ ہر یہ تو کام کٹھن اس دم واں کیوں کر میری لاج رہے

وہ بھیجے ایسی چیزوں کو یاں کچھ بھی ہو مقدور جسے ۔۔۔ کچھ چھوٹی سی یہ بات نہیں اس آن بھلا کس سے کہیے

اس وقت بڑی ناچاری ہے کچھ بن نہیں آتا کیا کیجے ۔۔۔ پھر دھیان لگا ہر آسا پر اور من کو دھیرج اپنے دے

وہ ٹوٹی سی اک گاڑی تھی چڑھ اُس پر لے وسواس چلے

سامان کچھ اُن کے پاس نہ تھا نہ کچھ شیام کی من میں آس لیے چلے

ہر نام بھروسا رکھ من میں چل نکلے واں سے جب نرسی ۔۔۔ گو تھیلے میں کچھ چیز نہ تھی پر من میں ہر کی آسا تھی

تھی سر پر میلی سی پگڑی اور چولی جامے کی مسکی ۔۔۔ کچھ ظاہر میں اسباب نہ تھا کچھ صورت بھی لجیائی سی

---

(۱) میں بالک کی۔ (۲) کہہ رہی۔ (۳) اک۔ (۴) کب۔ (۵) اتنی۔

تھے جاتے رستے بیچ چلے تھی آس لگی ہر کرپا کی
کچھ اس دم میرے پاس نہیں واں چاہییں چیزیں بہتیری

واں اتنا کچھ لکھ بھیجا ہر میں فکر کروں اب کس کس کی
جو دھیان میاں نے لاتے تھے کچھ بات نہیں بن آتی تھی

جب اس نگری میں جا پہونچے سب بولے نرسی آئے ہیں
اور لانے کی جو کچھ بات کہو اک ٹوٹی گاڑی لائے ہیں

کوئی بات نہ آیا پوچھنے کو جب جاتے دیکھا نرسی کو
اور جتنا جتنا دھیان کیا کچھ پاس نہ دیکھا ان کے تو

جب بیٹی نے یہ بات سنی کہہ بھیجا کیا کیا لائے ہو؟
جو چھوچھک کے سامان کیے سب گھر میں جلدی بھجوا دو

دو ہنس ہنس اپنے ہاتھوں سے یاں بٹنا ہو اب جس جس کو
یہ بولے تب اس بیٹی سے ہر کرپا اوپر دھیان دھرو

تھا پاس ہمارے کیا بیٹی اب لانے کو کچھ مت پوچھو
کچھ دھیان جو لانے کا ہووے سیکشن کہو سیکشن کہو

اس آن جو ہر نے چاہا ہر اک پل میں ٹھاٹھ بنا دیں گے
ہر جو جو یاں سے لکھ بھیجا اک آن میں سب بھجوا دیں گے

سیکشن بھر دے جب نرسی یہ بات جو منہ سے کہہ بیٹھے
کیا دیکھتے ہیں واں اترے ہیں سب ٹھاٹھ وہ اس جا آ پہونچے

کچھ چھکڑوں پر اسباب کسے کچھ بھینسوں پر کچھ اونٹ لدے
تھے ہنسلی کھڑوے سونے کے اور تاش کی ٹوپی اور کرتے

کل کپڑوں پر انبار ہوئے اور ڈھیر کناری گوٹوں کے
کچھ گہنے جھمکے چار طرف کچھ جھمکے چیر جھبلا جھل کے

تھا نیگ میں دینا ایک جسے سو اس کو بیس اور تیس دیے
اب واہ واہ کی اک دھوم مچی اور شور اہا ہا کے ٹھہرے

تھی وہ جو ٹہلنی ان کے ہاں، وہ بھولی جس دم دھیان پڑی
سو اس کے لیے پھر اوپر سے اک سونے کی سل آن پڑی

واں جس دم ہر کی کرپا نے یوں نرسی کی تب لاج رکھی
اس نگری بھیتر گھر گھر میں، تب نرسی کی تعریف ہوئی

بہتیرے آدر مان ہوئے اور نام بڑائی کی ٹھہری
جو لکھ بھیجی تھی طعنے سے ہر بابا سے وہ سانچ ہوئی

سب لوگ کٹم کے شاد ہوئے خوش وقت ہوئی پھر بیٹی بھی
وہ نیگی بھی خوش حال ہوئے تعریفیں کر کر نرسی کی

واں لوگ سب آئے دیکھنے کو اور دور دوارے اور بھیڑ لگی
یہ ٹھاٹھ جو دیکھے سب چھوچھک کے سب بستی بھیتر دھوم پڑی

جو ہر سے کام رکھیں ان کا پھر کیوں کر کام نہ ہو
جو ہر دم ہر کا نام بھجیں پھر کیوں کر ہر کا نام نہ ہو

---

(۱) اب ۲۰ (۲) اکھو جولانے کا (۳) چھکے (۴) ۲۰ دیکھن۔

سیکشن نے واں جب پوری کی سب نرسی کے من کی آسا — اک پل میں کر دی دور سبھی جو اُن کے من کی تھی چنتا
ایسی چھوچھک لے جاتے سو اِن میں تھا مقدور یہ کیا — یہ آدر مان وہاں پلتے یہ اِن سے کب ہو سکتا تھا
جو ہر کرپا نے ٹھاٹھ کیا وہ ایک نہ اِن سے بن آتا — یہ اتنی جس کی دھوم مچی سو ٹھاٹھ وہ تھا ہر کرپا کا
یہ کرپا اُن پر ہوتی ہے جو رکھتے ہیں ہر کی آسا — ہر کرپا کا جو وصف کہوں وہ باتیں ہیں سب ٹھیک بجا

ہیں شاہ نظیرؔ اب ہر دم وہ جو ہر کے نت بلہاری ہیں
سیکشن کہو سیکشن کہو سیکشن بڑے اوتاری ہیں

سیکشن و نرسی مہتا

دنیا کے شہروں میں میاں جس جس جگہ بازار ہیں — کس کس طرح کے ہیں ہنر کس کس طرح کے کار ہیں
کتنے اسی بازار میں زر کے ہی پیشہ دار ہیں — بیٹھے ہیں کر کر کوٹھیاں زر کے لگے انبار ہیں
سب لوگ کہتے ہیں اُنھیں یہ سیٹھ ساہوکار ہیں

ہیں فرش کوٹھی میں بچھے تکیے لگے ہیں زر فشاں — بہیاں کھلیں ہیں سامنے لکھتے ہیں لکھیے کارداں
کچھ بیٹھ کچھ پر بیٹھ کی آتی ہیں باتیں درمیاں — لاکھوں کی لکھتے درشنی سو سیکڑوں کی ہنڈیاں
کیا کیا مِتی اور سود کی کرتے سدا تکرار ہیں

کچھ مول کے مذکور ہیں کچھ بیاج کا ہے ٹھاٹ ٹھکا — پھیلاویں کھیر بج کی بیچک کا چرچا ہو رہا
دلّال ہنڈی بیٹھ کی باھن پرکھیے سدھ سوا — اُڑت بٹھاتے ہر جگہ چٹھی لکھاتے جا بہ جا
کچھ رکھنے والے کے پتے کچھ جوگ کے اقرار ہیں

تھوڑی سی پونجی جن کی ہے بیٹھے ہیں وہ بھی مل کے یاں — ایدھر [illegible] اودھر دھری ہیں کوڑیاں
اور جو بہا حدث پوچھے وہ کوڑیوں کی تھیلیاں — کاندھوں پہ رکھ جاتے ہیں یاں لگتی جہاں ہیں گڈریاں
دیکھا تو یہ سب پیٹ کے دھندے میں ورلستار ہیں

ہر یہ جو صرافہ میاں ہیں ان میں کتنے اور بھی — ہمت کے پرکھیے کا درب چاہت کی جو کبھی اشرفی
جو گیانی دھیانی ہیں بڑے کہتے اُنھیں کو سیٹھ جی — دھن دھیان کے کل ڈھیر ہیں کوٹھی ہی ہر کوٹھی بڑی

ن۱ ۔ کرکے ۔ ن۲ ۔ کاندکور ہر ۔ ن۳ ۔ ہیں جو ن۴ ۔ گذریاں ن۵ ۔ بھی

من کے پریم اور پریت کا کرتے سدا بیوپار ہیں

ہیں روپ درشن آس کے جن کے پڑے من میں بھرے ‏ ہنڈی لکھیں اُس ساہ کو جانے ہی جو پل میں سٹے
لیکھے سے لیکھا چاہ کا جت کے سُرت سے لکھ رہے ‏ جس جوگ میں ہر من لگا اُس باس کی بسنی بجے

نت پریم کی ہوں بیچ میں بہیاں دھریں دو چار ہیں

بیچک لگاتے ہیں جہاں دھوکا نہیں پڑتا ذرا ‏ جس بات کی مدّہ میں لکھیں وہ ٹھیک پڑتی ہیں سدا
ہر جمع دل ہر بات سے نُن اصل مطلب سے لگا ‏ حاجت تقاضے کی نہیں لینا سب آتا ہو چلا

جو بات کرنے جوگ ہو اُس میں بڑے ہشیار ہیں

رہتے ہیں خوش جی میں سدا دل گیر کچھ رہتے نہیں ‏ بیوپار کرتے ہیں بڑے ہر آن رہتے ہیں وہیں
جھگڑا نہیں کرتے ذرا غصہ نہیں ہوتے کہیں ‏ مت کی ہُنی سے من لگا سکھ چین ہر جی کے تئیں

کھوٹے ٹکٹ سے کام کیا اُن کے کھرے ہتکار ہیں

کرتے ہیں نت اس کام کو جو ہر سمایا گیان میں ‏ جو دھیان ہر من میں بندھا رہتے ہیں خوش اُس دھیان میں
سندیہ کا بیساٹکا رکھتے نہیں دوکان میں ‏ نت من کی سمرن سادھ کر ہر وقت میں ہر آن میں

جس تار کا آدھار ہو اُس سے لگائے تار ہیں

جس من ہر محبوب سے من کی لگائی چاہ ہو ‏ سب لین کی اور دین کی اُن کو اُسی سے راہ ہو
جو دل کی لیکھن سے لکھا اُس سے وہی آگاہ ہو ‏ اُن کو اُسی سے ساکھ ہو اُن کی وہی اک راہ ہو

کوڑی سے لے کر لاکھ تک اُن کے وہی بیوپار ہیں

اِس بھید کا اے دوستو اس بات میں دیکھو پتا ‏ تھے نرسی مہتا ایک جو صرافی کرتے تھے سدا
محظوظ تھے خوش حال تھے دوکان میں زر تھا بھرا ‏ سری کشن جی کے دھیان میں رہتا تھا اُن کا من لگا

سُن لو یہ اُن کی پیت اور پرتیت کے اُپکار ہیں

جوں جوں بڑھا ہر دم میں مت مدھ پریم کا پیالہ پیا ‏ بیساٹکا جو پاس تھا سب سادھ سنتوں کو دیا
سب کچھ تجا ہر دھیان میں اور نام ہر کا لے لیا ‏ نت داس متوالے رہے ہر کا بھجن ہر دم کیا

پرگھٹ کیے سب دیہہ پر جو پنتھ کے آثار ہیں

---

۱ مدتیں۔ ن۲ بیوہار۔ ن۳ متی۔ ن۴ من۔ ن۵ ان کا وہی اک ساہ۔ ن۶ بیوہار۔

سب تج دیا ہر دھیان میں، یہ پیت کا ٹھہرا جتن — کرتے بھجن سیکشن کا، ہر حال میں رہتے مگن
نرسی کی ہرسی[1] ہوگئی دے کر من موہن کو من — چاہت میں سانول شاہ کی، اپنا بھلایا تن بدن

سب بھگت باتیں ساتھ لیں، جو اِشٹ میں درکار ہیں

دن رات کی مالا پھری سیکشن جی، سیکشن جی — ٹھہرا زباں پر ہر گھڑی، سیکشن جی، سیکشن جی
کہتا سدا سپنے میں جی، سیکشن جی، سیکشن جی — جاتے جہاں کہتے یہی، سیکشن جی، سیکشن جی

جو پریم کے پورے ہوئے اُن کے یہی اطوار ہیں

کہتے ہیں یوں اِک دیس میں رہتے جو کتنے سادھو تھے — وہ درشنوں کے واسطے، جب دوارکا جی کو چلے
آپہونچے اُس نگری میں جب نرسی جہاں بستے تھے تب بھرے — اُترے خوشی سے آن کر، اور واں کئی دن تک رہے

پوجا بھجن کرنے لگے، سادھوں کے جو اطوار ہیں

وہ سادھ جو اُترے تھے واں، کچھ تھے روپے اُن کے گنے — چاہا اُنھوں نے درشنی ہنڈی لکھا لیں سیٹھ سے
یعنی روپے ہنڈی دکھا جب دوارکا میں پہنچ کے — کارج سنواریں دھرم کے، جو نیک نامی واں سے ملے

کرتے ہیں کارج پریم کے، جاتے جو اُس دربار ہیں

لوگوں سے جب اس بات کا سادھوں نے واں چرچا کیا — اور ہر کسی سے اُس گھڑی گھر پوچھا ساہوکار کا
اُس چھوٹی نگری میں بڑا نرسی کا یہ بیوپار تھا — سیکشن جی کی چاہ میں بیٹھے تھے سب اپنا گنوا

مفلس سے کب وہ کام ہوں، کرتے جو اب زردار ہیں

کتنے جو ٹھٹھے باز تھے جس دم اُنھوں نے یہ سنا — دل میں ہنسی کی راہ سے سادھوں سے یوں جاکر کہا
اِک نرسی مہتا ہیں بڑے صراف یاں کے واہ وا — تم درشنی ہنڈی جو ہو، تو ہاتھ سے اُن کے لکھا

"ہر ساکھ اُن کی یاں بڑی جتنے یہ ساہوکار ہیں

وہ سادھ کیا جانیں کہ یاں یہ کرتے ہیں ہم سے ہنسی[2] — لے کر روپے اور پوچھتے آئے بہت ہو کر خوشی
نرسی کے آئے پاس جب یہ دل کی بات اپنے کہی — لکھ دو ہمیں کرپا سے تم اس وقت ہنڈی درشنی

ہم دوارکا کو آجکل جلدی سے چلنے ہار ہیں

نرسی نے یوں سن کر کہا میں تو غریب دلی ہوں جی — سادھو، مری دوکان تو مدت سے ہے خالی پڑی

---

(۱). کے ہرسی ہوگئے۔ (۲)۔ یہ لوگ کرتے ہیں ہنسی۔

نے ہم مری آرت کہیں لے میت میرا ہو کوئی
نے پاس میرے لیکھنی نے ایک ٹوٹی سی بہی
"یہ بات واں کیسے جہاں نت ہنڈیاں ہر بار ہیں"

جا کر لکھا وا اور سے پر نیت سادھو کیا مری
ہر بیر بے پڑ رہے کویاں ٹوٹی سی اپ ایک جھڑی
تن پر مرے کپڑا انہیں نے گھر میں تھالی کر جھلی
میں تو سٹری خبطی ساہوں کیا ساکھ میری بات کی
سب نانوں رکھتے ہیں مجھے جو میرے ناتے دار ہیں

یہ بات سن کر سادھ واں زرسی سے بولے اس گھڑی
لکھ دیجیے کرپا سے تم ہم کو یہ ہنڈی درشنی"
کر یاد سانول ساہ کی زرسی نے واں ہنڈی لکھی
سادھو لے ہنڈی لے کے واں سے دوارکا کی راہ لی
کہنے چلے لینے روپے اب ان تو بے تکرار ہیں

لوگوں نے جانا اب بہت زرسی کی خواری ہووے گی
لکھ دی انھوں نے اچنبھا کاہے کو یہ ہنڈی پٹی
پھر دوارکا سے سادھ یاں آ دیں گے پھر جس گھڑی
پکڑیں گے ان کو آن کر لوگوں میں ہووے گی ہنسی
کھوئے ہیں پت انسان کی جھوٹے جو کاروبار ہیں

زرسی نے وہ لیکر روپے رکھ دھیان ہر کی آس کا
تھے جتنے سادھ اور سنت واں سب کو لیا اس دم بلا
پوری کچوری اور دہی شکر مٹھائی بھی منگا
سب کو کھلایا کتنے دن اور سب غریبوں سے کہا
من مانتا کھاؤ پیو یہ جو لگے انبار ہیں

برفی جلیبی اور لڈو سب کو واں برتا دیے
جب سوچ آیا من میں یوں ہونا ہے کیا اب دیکھیے
وہ سادھ ہنڈی درشنی لے دوارکا میں جب گئے
کوٹھی کو سانول ساہ کی واں ڈھونڈھتے ہر جا پھرے
ہم جس کو ہیں یاں ڈھونڈھتے یاں وہ نہیں زنہار ہیں

بے آس ہو کر جس گھڑی وہ سادھ بیٹھے سر جھکا
اتنے میں دیکھا ور سے اک رتھ ہر داں آتا چلا
کلسی جھمکتی جگمگا چھتری سنہری خوش نما
اک شخص بیٹھا اس میں ہو سانول برن موہن ادا
رتھ کی جھلک سے اس کی واں روشن عجب انوار ہیں

وہ سادھ دیکھ اس ٹھاٹھ کو کچھ من میں گھبرا سے گئے
جلدی اٹھے اور سامنے رتھ کے ہوئے آ کر کھڑے
پوچھا انھوں نے کون ہو تب سادھو یوں کہنے لگے
"زرسی کی ہنڈی درشنی ہر جوگ سانول ساہ کے
سو ہم کو وہ ملتے نہیں اب ہم بہت ناچار ہیں"

---

(۱) ناچار - لاچار

یہ کہہ کے ہنڈی درشنی جس دم انھوں نے دی دکھا
سیکشن جی نے پیار سے ہر حرف ہنڈی کا پڑھا
جتنے روپے تھے واں لکھے، وہ سب لیے اُن کو دلا
وہ خوش ہوئے جب کشن نے یوں ہنس کے سادھوں سے کہا

یہ اب جنھوں نے ہے لکھی، ہم اُن سے رکھتے پیار ہیں

،،اب جو لوگے اُن سے تم کہیو ہماری اُور سے
جو تھے روپے تم نے لکھے وہ ہم نے سب اُن کو دیے
یہ کام کیا تم نے کیا، تھوڑے روپے جواب لکھے
آگے کو اب سمجھو یہی، اتنے روپے کیا چیز تھے

،،لاکھوں لکھو گے تم اگر، دینے کو ہم تیار ہیں،،

وہ سادھو اپنے لے روپے، پھر شہر کے بھیتر گئے
کارج جو کرنے تھے اُنھیں، من مانتے وہ سب کیے
پھر دوارکا سے چل کے وہ، نرسی کی نگری میں گئے
نرسی سے لوگوں نے کہا، نرسی بہت دل میں ڈرے

دوں گا کہاں سے میں روپے، یہ تو بپت کے بھار ہیں

جب سادھو ملنے کو گئے نرسی وہیں چھپنے لگے
وہ منتیاں کرنے لگے، اور پانوں نرسی کے چھوے
پرشاد لائے اور روپے کچھ روبرو اُن کے دھرے
اور جو سندیسا تھا دیا، سب وہ بچن اُن سے کہے

نرسی نے جانا کشن کی کرپا کے یہ اسرار ہیں

من میں جو نرسی خوش ہوئے سب سادھو یوں کہنے لگے
سب ہم نے بھر پائے روپے، اور ہر کے درشن بھی کیے
ہنڈی بڑی لکھتے رہو، ہر نے کہا ہر آپ سے
نرسی یہ بولے اُن سے واں، اب کس سے کرپا ہو سکے

جو جو کہا سب ٹھیک ہے، وہ تو مہا اوتار ہیں

نرسی کی سانول شاہ نے جب اس طرح کی پت رکھی
اور یوں کہا آگے کو تم، ،،لکھتے رہو ہنڈی بڑی
بلہاری نرسی ہو گئے، سیکشن نے کرپا یہ کی
جس کو نظیر ایسوں کی ہے، جی جان سے چاہت لگی

وہ سب طرح ہر حال میں، اُس کے نباہن ہار ہیں

درگا جی کے درشن

سُن باس نہ کیجیے کیوں کہ ہے کاشی نگری برسن کی
ہر تیرتھ گیانی دھیانی کی، ہر پنڈت اور دُھن سرسن کی
جو بسنے ہارے دُور کے ہیں، یہ بھم ہر اُن من ترسن کی
اس دیوی دیونی نٹ کھٹ کی ہر چاہ چرن کے پرسن کی
پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہر ہرسن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درسن کی

تعریف بھیروں کی

دیکھا ہے جب سے میں نے تیرا جمال بھیروں　　رکھتا ہوں تب سے دل میں تیرا خیال بھیروں
دن رات ہے یہ میرا تجھ سے سوال بھیروں　　اب درد و غم سے آ کر مجھ کو سنبھال بھیروں

تیری سرن گہی ہے، کر تو نہال بھیروں
اے پرت پال دیوت، مدھ مست کال بھیروں

آنکھوں میں چھا رہا ہے، تیرا سروپ کالا　　تن میں بھبھوت مل کر گل بیچ منڈ مالا
آنکھیں دیا سی روشن ہاتھوں میں مے کا پیالا　　ہوں دل سے داس تیرا سن اے مرے دیالا

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرت پال دیوت، مدھ مست کال بھیروں

کیا کیا مچی ہیں تیرے، دربار کی بہاریں　　بھگتی کلا یہ تیری جی جان اپنا واریں
سب اپنا اپنا کارج من مانتا سنواریں　　سیوک چرن کو چومیں انشٹی کھڑے پکاریں

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرت پال دیوت، مدھ مست کال بھیروں

ماتھے پہ تیرے ٹیکا سیندور کا براجے　　مدھ پیوے پاس کھاوے جو تو کرے سو چھاجے
ترسول کاندھے اوپر ڈھورو کی گت بھی باجے　　سب تج کے میں نے اب تو تیری دیا کے کاجے

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرت پال دیوت، مدھ مست کال بھیروں

نوراچھوں کے تن سے ہر آن سر اکھاڑے　　چاہے جسے بسا دے، چاہے جسے اجاڑے
جو تجھ سے دوبدو ہو، اک آن میں لتاڑے　　دانون کو چیر ڈالے، دیئنت کو پچھاڑے

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرت پال دیوت، مدھ مست کال بھیروں

اُس منڈل بیچ جگت میں جو دیبی آپ براجت ہیں — تن ابرن ایسے جھلکت ہیں جو دیکھ چندرماں لاجت ہیں
دُھن پوجا کھن ٹھن کی ایسی نت نوبت مانو باجت ہیں — اس سندر مورت دیبی کا جو برنن ہو سب چھاجت ہیں

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہر ہر سن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درسن کی

جو مہر سے اِس دیبی کی وہ دور دیسا سے دھاوت ہے — جو دھیان لگا کر دھاوت ہے سب واکی آس پجاوت ہے
جب کرپا واکی ہووت ہے تب درسن واکے پاوت ہے — مکھ دیکھت ہے وا مورت کا ہن تن میں سیس نواوت ہے

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہر ہر سن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درسن کی

جو نمی ہیں وا مورت کے وہ اُن کی بات سُدھارن ہے — سکھ چین جو وا میں مانگت ہیں وہ اُن کی چنتا ہارن ہے
ہر گیانی واکی سرن ہے ہر دھیانی سادھ اُدھارن ہے — جو سیوک ہیں اُس مورت کے وہ اُن کے کاج سنوارن ہے

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہر ہر سن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درسن کی

جب ہولی پاچھے اُن جاگہہ دن آگرہ منگل ہوتا ہے — ہر چار طرف اُس ڈیول میں انبوہ منگل ہوتا ہے
ٹک دیکھو جیدھر آنکھ اٹھا کر ناری کا دل ہوتا ہے — ہر سن میں منگل ہوتا ہے آنند پرچھ پھل ہوتا ہے

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہر ہر سن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درسن کی

جو باغ لگے ہیں مندر تک وہ لوگوں سے سب بھرتے ہیں — وہ چہلیں ہوتی ہیں جتنی سب من کے رنج بسرتے ہیں
کچھ بیٹھے ہیں خوش وقتی سے دل عیش و طرب پر دھرتے ہیں — کچھ دیکھ بہاریں خوباں کی ساتھ اُن کے سیریں کرتے ہیں

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہر ہر سن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درسن کی

جو جیتیں میلوں میں کہتی ہیں سب اُس جا آن جھمکتی ہیں — پوشاکیں جن کی زریں ہیں وہ تن پر خوب جھلکتی ہیں
محبوبوں سے بھی حسینوں کی ہر آن نگاہیں لگتی ہیں — یوں نام نظیر اب کس کس کا جو خوباں آن جھمکتی ہیں
پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہر ہر سن کی — تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درشن کی

غصے میں تو جو آکر، اپنی جٹا ہلا دے — دھرتی، اکاس، پربت، پاتال دہل جاوے
سر کاٹ راچھسوں کے جھونٹے پکڑ ہلاوے — جھانکے کلال خانہ، کتنوں کو خوں چٹاوے

تیری سرن گہی ہے، کر تو نہال بھیروں
اے پریت پال دیوت، مدھ مست کال بھیروں

جوگی اتیت، جنگم تیرے چرن سے لاگیں — سیویں جو تجھ کو اُن کے سوتے نصیب جاگیں
جب نام لے کے تیرا بھڑکا دیں تپ کی آگیں — جن دیو ہاتھ جوڑیں، بھوت اور پریت بھاگیں

تیری سرن گہی ہے، کر تو نہال بھیروں
اے پریت پال، دیوت، مدھ مست کال بھیروں

ہر کون اب جو نکلے، تجھ مست سے اکڑ کر — دُشٹوں کو لات کی مونڈی کے سر کو ٹکر
کرپا ہے تیری میرے حق میں تو قند و شکر — اب سب طرح سے میں نے تیری دیا کو تک کر

تیری سرن گہی ہے، کر تو نہال بھیروں
اے پریت پال دیوت، مدھ مست کال بھیروں

میرا تو کوئی اس جا، اپنا ہے نے بیگانا — بے کس ہوں، بے سر ہوں، اور ہے بُرا زمانا
اے بے کسوں کے والی، میری مدد کو آنا — تیرے سوا کسی جا، میرا نہیں ٹھکانا

تیری سرن گہی ہے، کر تو نہال بھیروں
اے پریت پال دیوت، مدھ مست کال بھیروں

پوجا کتھا میں تیرے میں گن بکھانتا ہوں — تجھ کو ہی پوجتا ہوں، تجھ کو ہی مانتا ہوں
دھول اب ترے چرن کی ماتھے پہ سانتا ہوں — تیرا ہی ہو رہا ہوں تجھ کو ہی جانتا ہوں

تیری سرن گہی ہے، کر تو نہال بھیروں
اے پریت پال دیوت، مدھ مست کال بھیروں

تو شاہ میں بھکاری میں کیا کہوں کہ کیا دے — جو دل میں تیرے آوے داتا مجھے دلا دے
مجھ سے بگڑ چلے کو، اب مہر کر بنا دے — اب جس طرح سے چاہے، چنتا مری مٹا دے
تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں — اے پریت پال دیوت، مدھ مست کال بھیروں

اب غم مرے جگر کو تیروں سے چھانتا ہے اور گردبے کسی کی نت سر پہ چھانتا ہے
کس سے کہوں میں جاکر کون آہ مانتا ہے جو دکھ ہے میرے جی پر سو تو ہی جانتا ہے

تیری سرن گہی ہے کرتو نہال بھیروں
ہے پرتِ پال دیوت مدھ مست کال بھیروں

جو دکھ ہے میرے جی پر اب کس کو جا سناؤں کس سے پناہ مانگوں یہ دکھ کسے دکھاؤں
اب بے کسی میں اپنی، جاکر کسے سناؤں تیرا کہا سے اب میں کس کا بھلا کہاؤں

تیری سرن گہی ہے کرتو نہال بھیروں
اے پرتِ پال دیوت مدھ مست کال بھیروں

اب کس طرح جتاؤں میں اپنی بے کلی کو نے سکھ ہے میرے دل کو نے چین میرے جی کو
پوچھے جو میرے دکھ کو اب کیا پڑی کسی کو مجھ سے بھلے بُرے کی اب لاج ہے تجھی کو

تیری سرن گہی ہے کرتو نہال بھیروں
اے پرتِ پال دیوت مدھ مست کال بھیروں

ہر جن کا اب جہاں میں تجھ اشٹ کا سہارا دن رات جاپتا ہے اُن کا سدا اُتارا
ہے بے نظیر تیری، کرپا کا ٹھاٹھ سارا مانگ جنی گہے ہے بھیروں سرن تمہارا

تیری سرن گہی ہے کرتو نہال بھیروں
اے پرتِ پال دیوت مدھ مست کال بھیروں

توکل یا ترک طمع

لے صبر و قناعت ساتھ میاں سب چھوڑ یہ باتیں لوبھ بھری جو لوبھ کرے اُس لوبھی کی نہیں کھیتی ہوتی جان ہری
سنتوکھ توکل ہے زنوں نے جب حرص کی کھیتی آن چری پھر دیکھ تماشے قدرت کے اور لوٹ بہاریں ہری بھری

جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے ہم تشنگر لوبو ہری ہری

ٹک اپنی ہمت دیکھ میاں تو آپ بڑا داتاری ہے پر حرص و طمع کے کرنے سے اب تیرا نام بھکاری ہے

ہر آن مرے ہر لالچ پر ہر ساعت لوبھ اُدھاری ہے
اک لالچ مارے لوبھ بھرے سب حرص ہوا کی خواری ہے

جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے بم شنکر بولو ہری ہری

گر حرص ہوا اور لالچ کی ہے دولت تیرے پاس دھری
تو خاک سمجھ اس دولت کو کیا سونا روپا لال زری
ہاتھ آیا جب سنتوکھ درب تب سب دولت پر دھول پڑی
کر عیش مزے سنتوکھی بن جے بول مرلیا والے کی

جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے بم شنکر بولو ہری ہری

اس حرص ہوا کے پھیلاؤ کو جو لوگ دل میں بوتے ہیں
وہ چھینا مارے لوبھ بھرے انت خوار [illegible] ہوتے ہیں
جو لوگ بیچارے لالچ کر وہ ہاتھا کوٹ کے روتے ہیں
اور ہاتھ جنھوں نے کھینچ لیا وہ پاؤں پسارے سوتے ہیں

جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے بم شنکر بولو ہری ہری

اس لوبھ پری کی گلیوں کی جب منہ پر تیرے دھول پڑی
بے چین رہے گا ہر ساعت آرام نہ ہوگا ایک گھڑی
ہٹ لوبھ کے سر پر جوتی مار اور لوبھی تن پر مار چھڑی
کر سمرن کنج بہاری کی جے بول مکت کی کھڑی گھڑی

جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے بم شنکر بولو ہری ہری

یہ شہد بھرا ہے لالچ کا اس میٹھے کو مت کھا پیارے
یہ شہد نہیں یہ زہر نرا اس زہر اوپر مت جا پیارے
جو مکھی اس میں آن پھنسی پھر پنکھ رہے لپٹا پیارے
سر ٹیکے روئے ہاتھ ملے ہے لالچ بڑی بلا پیارے

جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے بم شنکر بولو ہری ہری

یہ لوبھ بری پت کھوتا ہے اس لوبھی لالچ مارے کی
یہ لوبھ چمک کھو دیتا ہے ہر آن چمکتے تارے کی
تو ایک ٹیک[۱] کر لالچ پر بن صورت لال انگارے کی
کر یاد بدن متوالے کی جے بول کنھیا پیارے کی
جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے بم شنکر بولو ہری ہری

---

(۱) ۔ آگ ٹیک ۔

گر حرص ہوا کے پھندے میں تو اپنی عمر گنوا دے گا ۔۔۔ نا کھانے کا پھل دیکھے گا نے پانی کا سکھ پاوے گا
اک دو کپڑے کے تار سوا کچھ ساتھ نہ تیرے جاوے گا ۔۔۔ اے لوبھی بندے لوبھ بھرے تو مر کر بھی پچھتاوے گا

جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے ہم شنکر بولو ہری ہری

اس حرص ہوا کی جھولی سے ہے تیری شکل بھکاری کی ۔۔۔ پر تجھ کو اب تک خبر نہیں ہے لوبھی اپنی خواری کی
سنتوکھی سادھو سرو تن من [illegible] نر اور ناری کی ۔۔۔ لے نام کشن من موہن کا جو بول اٹل [illegible] کی

جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے ہم شنکر بولو ہری ہری

ہے جب تک کچھ تجھ میں لوبھ بھرا تو چور اچکا ٹھگڑا ہے ۔۔۔ ہے پیچ پرائی پگڑی سے جو سر پر تیرے پگڑا ہے
ہر آن کسی سے قصہ ہے ہر وقت کسی سے جھگڑا ہے ۔۔۔ کچھ من میں نہیں کچھ میٹھا نہیں سب حرص ہوا کا جھگڑا ہے

جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے ہم شنکر بولو ہری ہری

اب دنیا میں کچھ چیز نہیں اس لوبھی کے لشکارے کی ۔۔۔ ہر کیچڑ اُس پر لپٹ رہی سب حرص ہوا کے گارے کی
کیا کہیے واکی بات نظیرؔ اُس لوبھی لوبھ سنوارے کی ۔۔۔ سب یارو چل کر جے بولو اس بات پہ نند دلارے کی

جب آسا ترشنا دور ہوئی اور آئی گت سنتوکھ بھری
سب چین ہوئے آنند ہوئے ہم شنکر بولو ہری ہری

کنھیا جی کی راس

کیا آج رات فرحت و عشرت اساس ہے ۔۔۔ ہر گل بدن کا رنگیں و زریں لباس ہے
محبوب دل بروں کا ہجوم آس پاس ہے ۔۔۔ بزمِ طرب ہے عیش ہے پھولوں کی باس ہے

ہر آن گوپیوں کا یہی سکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیا کی راس ہے

بکھرے پڑے ہیں فرش پہ مقیش اور زری ۔۔۔ بجتے ہیں تال گھنگرو مردنگ خنجری

سکھیاں پھریں ہیں ایسی کہ جوں حور اور پری — سُن سُن کے اُس ہجوم میں موہن کی بانسری

ہر آن گوپیوں کا یہی مُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیّا کی راس ہے

آئے ہیں دھوم سے جو تماشے کو گل بدن — گویا کہ کھل رہے ہیں گلوں کے چمن چمن
کرتے ہیں نرت کنج بہاری بصد برن — اور گھنگروؤں کی سُن کے صدائیں چھنن چھنن

ہر آن گوپیوں کا یہی مُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیّا کی راس ہے

پہونچے ہے آسماں تئیں مردنگ کی کمک — آواز گھنگروؤں کی قیامت جھنک جھنک
کرتی ہے مست دل کو مکٹ کی ہر اک جھلک — ایسا سماں بندھا ہے کہ ہر دم للک للک

ہر آن گوپیوں کا یہی مُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیّا کی راس ہے

حلقہ بنا کے کشن جو ناچیں ہیں ہاتھ جوڑ — پھرتے ہیں اِس مزے سے کہ لیتے ہیں دل مروڑ
اگر کسی کو پکڑیں ہیں دیں ہیں کسی کو چھوڑ — یہ دیکھ دیکھ کشن کا آپس میں جوڑ توڑ

ہر آن گوپیوں کا یہی مُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیّا کی راس ہے

ناچیں ہیں اس بہار سے بن ٹھن کے نندلال — سر پر مکٹ براجے ہے پوشاک تن میں لال
ہنستے ہیں چھیڑتے ہیں ہر اک کو دکھا جمال — سکھیوں کے ساتھ دیکھ کے یہ کانھ جی کا حال

ہر آن گوپیوں کا یہی مُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیّا کی راس ہے

ہر روپ کشن جی کا جو دیکھو بہت انوپ — اور اُن کے ساتھ چمکے ہے سب گوپیوں کا روپ
مہتابیاں چھٹیں ہیں گویا کھل رہی ہے دھوپ — اس روشنی میں دیکھ کے وہ روپ اور سروپ

ہر آن گوپیوں کا یہی مُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیّا کی راس ہے

ہلتی ہوئی جو پھرتی ہیں ساتھ اُن کے گوپیاں — ہیں اُن میں رادھا ایسی کہ تاروں میں چندرماں
کرتی ہیں کرشن جی سے ہر اک آن آن بان — آپس میں اُن کے رمز و اشارات کر کنھیاں

ہر آن گوپیوں کا یہی سُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیا کی راس ہےعہ

یوں یک طرف خوشی سے جو کرتے ہیں نرت گان H — اور یک طرف کو رادھکا جی با ہزار شان
آپس میں گوپیوں کے کھلے ہیں نشان بان — دل سے پسند کرکے اُس انداز کا سمان

ہر آن گوپیوں کا یہی سُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیا کی راس ہے

گر ہاں لیلا دیکھو تو دل سے ہے پر بہار H — اور رادھے جی کا روٹھنا اور کشن کی پکار
باہم کبت کا پڑھنا بہ اندوہِ بے شمار — اِس ہجر، اِس فراق پہ سو جی سے ہو نثار

ہر آن گوپیوں کا یہی سُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیا کی راس ہے

لیلا یہاں تلک ہیں کہاں تک لوں اُن کا نام H — کرتے ہیں کشن رادھے بہم اُن کا اہتمام
درشن انھوں کے دیکھ کے ہیں مست خاص و عام — ڈنڈوت کرکے، بادۂ فرحت کے پی کے جام

ہر آن گوپیوں کا یہی سُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیا کی راس ہے

اس شہر میں نظیر جو بے کس غریب ہے — رہتا ہے مست حال میں اپنے بغیر دُ
شب کو گیا تھا اس میں کچھ کرکے راہ طے — جا کر جو دیکھتا ہے تو واں بیچ ہے کرکے جے

ہر آن گوپیوں کا یہی سُکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیا کی راس ہے

عہ جن بندوں کے سامنے یہ نشان H ہے وہ دیوانِ نظیر مطبوعہ مطبع الٰہی سنہ ۱۲۸۲ھ سے نقل کیے گئے ہیں۔

مہادیوجی کا بیاہ

پہلے ناؤں گنیش کا، لیجے سیس نوائے
جاسے کارج سِدّھ ہوں سدا مہورت لائے

بول بچن آنند کے، پیم پیت اور چاہ
سُن لو یارو دھیان دھر، مہادیو کا بیاہ

جوگی جنگم سے سنا، وہ بھی کیا بیان
اور کتھا میں جو سُنا اُس کا بھی پرمان

سننے والے بھی رہیں ہنسی خوشی دن رین
اور پڑھیں جو یاد کر اُن کو بھی سکھ چین

اور جس نے اس بیاہ کی مہمان کہی بنائے
اُس کے بھی ہر حال میں شیوجی رہیں سہائے

خوشی رہے دن رات وہ کبھی نہ ہو دلگیر
مہماں اُس کے بھی رہے جس کا نام نظیرؔ

(٭)

یوں کہتے ہیں اس دنیا میں اک راج پتی ہیماچل تھا
وہ دھرمی عدلی نیک چتر مکھ چندر لاد بھجبل تھا

گڑھ کوٹ بڑے گر پربت سے اور فوج سپہ کا دنگل تھا
گنج نعمت اوپچے جھول زری انباری ہودے کنجل تھا

رتھ بہلیں میانہ لال پہ تھیں چنڈول پہ اطلس مخمل تھا
خوش رنگ تورنگاں تیز قدم پر زین جھمکتا ہر پل تھا

سب ساز جڑاؤ گنج گاہیں کوئی چنچل تھا کوئی کومل تھا
ہر لشکر چہرہ بھلا جھل کا دھن دولت پلو آنچل تھا

پکھراج زمرد لعل منون مِن گنتا بھی بے اٹکل تھا
محلات سنہرے رنگ بھرے دربار سے اور سکھ منڈل تھا

گل برتن سونے روپے کے اور ہیرا جیری کا دل تھا
باغات بڑی تیاری کے ہر ڈالی پہ گل اور پھل تھا

زر زیور ٹھاٹھ اسباب بہت اور عیش خوشی کا بھر دل تھا
گھر جگمگات جگمگ کرتا تھا سکھ چین آنند اور منگل تھا

ہر آن طرب ہر دم چہلیں جی جان ہر اک اوقات خوشی
وہ راجہ بھی ہر وقت خوشی اور پرجا بھی دن رات خوشی

اب یاں سے آگے سنو خوبی سے رکھ دھیان
پاربتی کے وصف کا، جتنا ہوا بیان

---

(۱) ہتھ (۲) رتھیں (۳) ہر (۴) ہر دل۔

اس راجہ ہماچل کے گھر میں اک لالی[ن۱] سندر بیٹی تھی — مکھ اُس کا چندر گگن کا تھا نام اُس کا گورا پاربتی

لب لعل یمن اور غنچہ دہن، تن رنگ سمن قد سرو سہی — پوشاک جھلکتی تاش زری، ان گنتی پہنے من موتی

وہ کنٹھلے کنگن کندن کے، وہ بالے جھمکے اور مُندری — وہ جھانجھن بجتی چاندی کی اور چوہرے[ن۲] گھنگرو چوراسی

ماں باپ کی پیاری ناز بھری انکھوں آگے نِس دن پھرتی — نت رہتی ہاتھوں چھاؤں میں، اور رہائی اُس مرادوں کی

سکھ بھوجن نورس[ن۳] اور میوے پکوان مٹھائی دودھ دہی — سو ساٹھ سہیلی ساتھ پھریں ہم عمر بھی بالی بھولی

سب پیار کریں تن من واریں سنگ کھیلیں جس میں بہلے جی — سب گہنے میں سر پانو لدیں تن سوہا سالو اور چُنری

کوئی اُچھلے کودے سوانگ کرے کوئی ہنس ہنس کرتی اٹکھیلی — دن رات ہنسیں اور چین کریں ہر آن کی خوبی خوش وقتی

تھی رہتی گورا پاربتی، ان روپ سروپوں برن میں

سب طور خوشی سے بھرتی تھی نت اپنے گھر اور آنگن میں

اب یاں سے آگے سنو اُس کی یہ تقریر

جیسے گورا کی نسبت، کی ہوئی تدبیر

اک رات وہ راجہ رانی تھے بیٹھے اپنے مندل سُکھ سے — مکھ پان بڑا چیں دونوں کے اور ہنس ہنس باتیں کرتے تھے

وہ بالی سندر پاربتی خوش بیٹھی آگے دونوں کے — ہر چیری باندھے ہاتھ کھڑی، پوشاکیں پہنے اور گہنے

مکھ دیکھ دلاری کنیا کا یوں بولے راجہ رانی سے — اب اپنی گورا پیاری کی کچھ فکر سگائی کی کریے

تب بولی رانی راجہ سے کر جوڑ بہت بنتی[ن۴] کر کے — جو آپ کے من میں سوچ ہوا ہو وہی من میں ہے میرے

تم صاحب ہو تم مالک ہو، ہے سو بھلا سب کی اب تم سے — دو حکم پروہت کو اپنے، رکھ دھیان سگائی کا اُس کے

جو راج پتی گھر اونچا ہو، ہر شہر نگر میں جا ڈھونڈھے — وہ بر بھی ایسا سندر ہو، جو میری گورا کو سوہے

ہے جیسے گورا چندر مکھی ویسا ہی بر اس کا ہووے — یہ بات جو ٹھہری دونوں میں، رکھ من میں اُسکو سوئے رہے

جب صبح ہوئی تو راجہ کے من میں تھا وہی دھیان بھرا

دربار میں آئے خوش ہوتے سنگاسن اوپر پانوں دھرا

اب یاں سے آگے سنو اور بچن اس آن

نسبت گورا کی ہوئی جگ میں جس عنوان

ن۱ - بالی - ن۲ - چوڑے - ن۳ - اور نورس - ن۴ - منتی -

جب راجہ اپنے محلوں سے سنگاسن پر بیٹھے آ کر — دربار ہوا کل لالہ سا، سب حاضر نوکر اور چاکر

یہ بات کہی جب راجہ نے لے آؤ پروہت کو جا کر — اُس وقت پروہت آپہونچے آشیرباد سنا لا کر

پھر پاگ بڑائی کی سو ہے اور چندن رولی ماتھے پر — تن جامہ خاصہ ململ کا اکلائی رنگین پٹمبر

کچھ پان گلے موتی مالا اور دونگا سونا بھی اکثر — خوش صورت سیرت نیک بچن قابل عاقل دانشور

مکھ دیکھ پروہت کا اپنے یوں راجہ بولے خوش ہو کر — تم جاؤ سگائی گورا کی اب ڈھونڈھو اچھی ساعت دھر

ہیں جتنے شہر پھر وان میں اور سیر کرو ملک اور نگر — جس دیس میں دیکھو راج پتی ہو اونچا گھر اور بر سندر

ٹھہراؤ سگائی گورا کی شبھ ساعت سے تم اُس کے گھر — جب ٹھہر چکے وان خوبی سے دو اس کی ہم کو آن خبر

جس وقت پروہت سے اپنے یہ راجہ نے فرمان کیا
خوش حال پروہت نے ہو کر وان ڈھونڈھنے کا سامان کیا

اب یاں سے آگے سنو بات پروہت آن
چلے سگائی ڈھونڈھنے گورا کی رکھ دھیان

ہو شاد پروہت چلنے کو اس شہر سے جب تیار ہوئے — یوں جلد چلے اُس نگری سے جوں پون سحر کے وقت چلے

ہر دیپ گئے ہر نگر گئے ہر شہر بسے ہر دیس پھرے — پر ایک نہ پایا ایسا بر جو راجہ کے پرسند پڑے

مقدور تلک تو دیکھ پھرے اور اپنے بس تک ڈھونڈھ چکے — تدبیر بہت سی کی لیکن جو چاہے سو تقدیر کرے

جو بات لکھی ہو کرموں میں ہر طور وہی آ کر ہووے — جو چاہے پھیرے کوئی اُسے کیا بات جو تل بھر پھیر سکے

جب کھینچی باگ نصیبوں نے پھر اُس کے آگے ہار گئے — وان پھرتے پھرتے آخر کو کیلاس کے اوپر جا پہونچے

کیا دیکھیں وان کیلاس اوپر شو آپ اکیلے ہیں بیٹھے — کی استت اور خوش وقت ہوے سکھ پایا اُن کے درشن سے

جب من کو سکھ آنند ہوئی پھر تھوڑی سی وان کیسر لے — کر ٹیکا اُس کا جلد بہت خوش ہو کر ماتھے پر شو کے

جس آن پروہت کھینچ چکے وہ کیسر ٹیکا شادی کا
پھر وان سے اپنے دیس پھرے کر کاج مبارکبادی کا
اب یاں سے آگے سنو اس کا کیا بیان
بات پروہت نے کہی راجہ سے جب آن

دن کتنے میں واں راجہ سے اِس بگ کی آ بات کہی ، سُن ناؤں سدا شیو شنکر کا ہوئی راجہ کے گھر بہت خوشی

سب خویش کُٹم دل شاد ہوئے اور پرجا کو ہوئی خوش وقتی ، گھر بار سندیلے ڈھول بجا آنند خوشی کی دھوم مچی

کوئی بولی ہر دم خوش ہو کر ہوئی سگائی گورا کی ، کوئی گود چڑھا کر کہتی تھی آ میری گورا پاربتی

کوئی آنکھیں چومے پیار کرے کوئی دوڑ اُنہیں لپٹتی تھی ، جب گھر گھر میں مشہور ہوئی یہ بات خوشی آنند بھری

تب راجہ نے بر پنڈت سے واں لگن مہورت کی پوچھی ، سب بولے ماہ مہینے کی سبھ ساعت ہر اور نیک گھڑی

دن ٹھہرا بیاہنے آنے کا سبھ ساعت شادی[1] لگن دھری ، تب راجہ نے شیو شنکر کو اس بات کی پتری لکھ بھیجی

وہ پتری شیو کے پاس گئی لے ہاتھ انھوں نے سب بانچی ، ہو نادیا پر اسوار چلے اور آئے نگری راجہ کی

واں آن کے اُترے بیاہنے کو تھا اُس جا اک میدان[2] بڑا
خوش وقت نویلے چاؤ بھرے کر جوگی کا ساماں بڑا

اب یاں سے آگے سنو یہ برنن اِس آن
جب واں سے شیو نے کیا جوگی کا ساماں

واں جانے بوجھے کون اُنھیں تھے یہ تو اُترے جوگی بن ، ترسول چکر تھا کاندھے پر راکھ بھرا سب مکھ اور تن

اک سیلی گدڑی پیٹھ پڑی اور آکھ دھتورے کا بھوجن ، وہ سنکھ پدم تھا لال متاع وہ گھنڈا کھپر جھولی دھن

جل پان کریں واں شیو جس سے وہ تونبا تونبی کا برتن ، اور سیس لٹائیں بکھر رہیں مرگ چھالا کا ڈالے آسن

مکھ راکھ بھرا اور لال آنکھیں کن مُندرے کر میں اک سمرن ، اس جوگی پن میں شیو جی کا تھا دولھا کا بھی نور برن

وہ راکھ ملی جو مکھ تن پر وہ راکھ نہ تھی وہ تھا اُبٹن ، اور لال سہانا باگا تھا وہ گھیر دار انگا پیراہن

وہ سمرن تھی یوں پہونچے پر جوں باندھو دولھا ہاتھ کنگن ، وہ سیس لٹائیں یوں بکھریں جوں باندھے سہرا نیک سگن[3]

وہ مُندرے کانوں بیچ پڑے یوں جیسے موتی ہو کانن ، وہ لڑیاں سیلی کی ایسی جوں زیور ہووے زیب بدن

کچھ ٹھاٹھ نہ باجا گاجا تھا اور کوئی سنگ نہ ساتھی تھا
وہ آپ سدا شیو دولھا تھے اور نادیا بیل براتی تھا

اب یاں سے آگے سنو اُس جوگی کی بات
لوگوں نے جس دم سُنی ملے ہر ایک نے ہات

---

(١) سادھی (٢) میدان (٣) شگن

واں لوگ براتی آنے کے تھے دن رات سبھی مشتاق بڑے — معلوم نہ تھا یہ دولھا ہیں تھے راہ خوشی کے سب تکتے

ہر چار طرف خوش وقتی سے کچھ بیٹھے تھے کچھ پھرتے تھے — واں سب نے جوگی جان اُنھیں ہر دیس نگر پھرتے رہتے

یوں اُن سے پوچھا جوگی جی کوئی دیکھی رات برات آتے — اُس وقت سدا شیو ہنس بولے ہیں بیاہنے ہم ہی تو آئے

یہ بات سُنی جب لوگوں نے تب سن کر سب کے ہوش گئے — دل سست ہوئے اور من بھی گھٹے پھر جا کر آگے راجہ کے

یہ بات کہی اُس جوگی کی تب راجہ بھی حیران ہوئے — تحقیق کیا تو ٹھیک ہی تقدیر سے روئے ہاتھ ملے

سب محلوں مندر شور مچے یہ بھاگ تھے کیسے گورا کے — کوئی ماتھا کوٹے سیس دُھنے کوئی آنسو ہر دم بھر لائے

کوئی دیکھ کے صورت گورا کی رو دیوے ٹھنڈی سانس بھرے — کوئی بولے کرموں لکھیا نے جو کرم لکھی ہو سو ہووے

وان جن جن نے یہ بات سُنی افسوس اُسے فی الفور ہوا

جو چاہا تھا کچھ اور ہی تھا اور پرگھٹ یاں کچھ اور ہوا

اب یاں سے آگے سنو دھیان اِدھر کو لاے

آزردہ جی سے ہوئی پاربتی کی ماے

رو چھین کے دھر ہاں گورا کی سن جوگی پہ یوں اُٹھ بولی — یہ کیسی بپتا آن بنی کس مشکل نے صورت کھولی

یہ میری گورا پاربتی بالی بھولی سندر بھولی — یہ پالی دھن اور دولت کی یہ پھول ترازو کی تولی

مکھ جس کا چمکے چاندنی میں اور مصری ہونٹوں میں گھولی — وہ الکیں مکھ پر چھوٹ رہیں کستوری نے جس سے بولی

ہر کنگن جس کا بیش بہا ہر پہونچی جس کی انمولی — سو پلے باندھی ایسے کے جو پہنے کنٹھا اور جھولی

تن راکھ ملے گدڑی اوڑھے کھا آکھ دھتورے کی گولی — کیس بکھیرے لال نین جوں لال مہاور کی گولی

نے محل مکاں نے زر زیور نے بہل میانہ رتھ ڈولی — چڑھ بیل بجا تا سنکھ پھرے بن پربت کھاتا جھکجھولی

اب لاج گئی کُل بیر موری سب دشمن بدلیں کُل بولی — تدبیر نہیں کچھ بن آتی تقدیر جو ہونی تھی ہولی

تھی میری گورا پیاری کی یہ بات چھٹی کی رات لکھی

کچھ اور نہ ہو ہو انت وہی جو ماتھے میں ہو بات لکھی

اب یاں سے آگے سنو تنھو نے جب اُس آن

اپنی مایا سے کیے کیا کیا وہاں سامان

تب راجہ نے بھی رس کھا کر دربار پروہت بلوائے
جب آئے تو یہ بات کہی یہ کیسا ٹیکا کر آئے

سب لوگوں نے بھی نانوں دھرے تب چپ ہو شیو کے پاس آئے
لچھا نا دیکھ پروہت کو واں ٹھاٹھ یہ شیو نے دکھلائے

جو بادنے جھاڑے خار و خسک دربادل پانی چھڑکائے
بانات قناتیں شمیانے دل بادل تمبو تنوائے

نمگیرے جھالر موتی کے کمخواب مشجر جھلکائے
کل فرش حریر اور دیبا کے خوش رنگ چمکتے بچھوائے

منقش زری کے گچھے بھی پھر جا گہ جا گہ لٹکائے
گل عطر و گلاب اور پان دھرے کستوری عنبر رکھوائے

بھر تھال الائچی لونگوں کے پھر خوب طرح سے چنوائے
چنگیر دھریں سوزیب بھریں اور طرہ ہا بھی گندھوائے

ہر چار طرف تیاری کے اسباب طرب کے ٹھہرائے
جو ٹھاٹھ بڑے ہیں شادی کے اک پل بھر میں سب جھمکائے

آکاس کے دیوت جتنے ہیں بن خوب براتی آن بھرے
وہ پہلا بھی میدان بھرا، اور ویسے سو میدان بھرے
اب یاں سے آگے سنو خوش ہو کر اس آن
جیسے شیو دولھا بنے، اس کا کیا بیان

جب بیٹھے شیو کی شادی میں کل تینتیس کوٹ جو ہیں دیوتا
بشن آپ تھے آئے اور برہما اور اندر نارد منی اس جا

انگرک[1] اور برسپت بھی اور نانوں سنیچر ہے جن کا
وہ روپ سروپ اور پوشاکیں وہ اونچی شانیں ہیں پھرا

اس وقت خوشی سے مسند پر شیو بیٹھے بن کر یوں دولھا
مکھ پان کی لالی کر منہدی اور آنکھوں بیچ لگا کجرا

ہر تار چمکتا ہیرے کا اور تاش سنہری کا باگا
اس تار زری کے چہرے پر جوں مہر چمکتا مکٹ دھرا

ہر کان مرصع کندن تھے اور مکھ پر سونے کا سہرا
وہ سہرا مکھ پر یوں چمکے جوں سورج ہووے کرن بھرا

وہ موتی مالے گلے جھلکیں اور ان میں لعلوں کی مالا
وہ بانک جڑاؤ بازو پر اور کنگنا پہونچے جھمک رہا

جب بیٹھے شیو یوں دولھا بن سب پریوں کا واں ناچ ہوا
اور کرنا سرنا جھانجھ بجے نقارہ گونجے شور مچا

یہ ٹھاٹھ بنا کر دکھلایا جب شیو نے مایا اپنی کا
ہر چار طرف آنند ہوئے غل شور ہوا خوش وقتی کا
اب یاں سے آگے سنو اس شادی کے طور
دیکھ اسے جی سے خوشی لوگ ہوئے ہر ٹھور

---

[1] ۔ منگل

یہ دھوم مچی واں آپس میں کیوں لوگو کیسا یہ جوگی
ہم سمجھے اس کو جوگی تھے اور نکلا یہ تو راج ہی
زناری نکلے جھوڑ منڈر رکھ من میں چاہ تماشے کی
اور بوڑھیا بوڑھے طفل جواں اور کبڑے لنگڑے پیری بھی
سب دیکھنے کو واں آن بھرے سو بیٹھے ہوئے اور بھیڑ لگی
یہ بات سنی جب راجہ نے تب چڑھ کر کوٹھے پر جلدی
جب دیکھا تو واں کو سوں تک ہے زور برات آکر اتری
خوش وقت ہوئے خوش حال ہوئے بر آئی سب منتا من کی
ہوئی محلوں مندر بیچ خوشی اور عیش و طرب کی دھوم مچی
دل شاد ہوئے سب کنبے کے ماں گورا کی بھی شاد ہوئی
منہ دیکھ کے خوش ہو بیٹی کا اور رہا تھا چومے گھڑی گھڑی
کوئی پاربتی کے پاؤں چھوئے کوئی ہووے ہر دم بلہاری
کوئی دھن دھن بھاگ کہے رہ رہ کوئی واری ہو سو سو باری
اب چاہئے وہی او چاہ یہی جو دیکھیں صورت دولھا کی

تھے جیسے جوگی دیکھ انھیں واں غم سے دل پامال ہوئے
جب ٹھاٹھ یہ دیکھے شادی کے سب شاد ہوئے خوش حال ہوئے

اب یاں سے آگے سنو بھوجن کے سامان
جس کی ہر تعریف سے میٹھا ہوا بیان

جب راجہ نے یہ حکم کیا تیاری ہو اب بھوجن کی
منگوائے میدے لاکھوں من اور بورے مصری شکر گھی
حلوائی ہزاروں آ بیٹھے کر گرم کڑھاؤ رکھ تھالی
کھوئے ستھرے[۲] دودھ منگا اور ڈالی چینی شکر تری
پھر ڈالا خوب گلاب اس میں اور ڈالی ڈلیاں مصری کی
انبار لگائے پیڑوں کے اور ڈھیر گلابی اور برفی
پھر لڈو بھی تیار کیے وے قند بہت بادام گری
براق مگد[۳] اور خرمے بھی خوش رنگ امرتی[۴] اور بیرلی
وہ خوب جلیبی اور کھجلے وہ کھیور بالوسائی بھی
سب اتنے واں تیار ہوئے جو ٹھانوں[۵] نہ رکھنے کو پائی
کی عرض یہ جا کر راجہ سے سب جنس وہ اب تیار ہوئی
ٹک دیکھو تم بھی آن اسے جو ہے کتنی اور ہے کیسی
جو حکم ہوا تھا اتنی تو سو خوبی سے ہوا ڈالی
جب راجہ نے بھی آنکھ اٹھا ہر جنس بہت ستھری دیکھی

مسرور[۶] ہوئے یہ کہہ من میں جب آن براتی آویں گے
سب اپنے من بھر کھاویں گے اور ڈھیر پڑے رہ جاویں گے

اب یاں سے آگے سنو عیش خوشی کی بات
جیسے جیسے ٹھاٹھ سے شیو کی چڑھی برات

---

(۱) ہیرے - (۲) ستھری - (۳) مگد - (۴) پرنی - (۵) ٹھور - (۶) مسرور -

جب رات ہوئی تب شیو شنکر خوش وقتی سے اسوار ہوئے — سب آگے پیچھے دولہا کے دل شاد براتی ساتھ چلے

فانوسیں رنگیں جھلملیاں اور جھاڑ بڑی گل کاری کے — ہر آن ہرا اور چنور ڈھلیں اور سیس کے اوپر چھتر پھرے

وہ پریاں ناچیں تختوں پر پوشاکیں گہنے جھمک رہے — نقارے نوبت طبل نشان الغوزے بجتے اور دف لے

ہر سرنامیں دھن میں تیں کی اور کرناٹری جھانجھ بڑے — کر دھونسے دھوں دھوں باج رہے اور تاشے بجتے کڑ کڑ سے

مردنگ مندیلے تال بجیں اور سارے گھنگرو بھی جھنکے — وہ ڈھول دھما دھم شور کریں اور چھینے بھی چھم چھم کرتے

وہ ہاتھی کنجل اور رکنے انباری ہودے اور بنگلے — وہ جھومتے چلتے قدم قدم اور بجتے جاتے گھنٹا لے

وہ جھاڑ مشعلیں پنج شاخے سب روشن اونچے مشعلوں کے — وہ صحرا جھمکا کوسوں تک ابر جھو اُجالی جا پہونچے

وہ گھوڑے میانے گھور بہل رتھ اونچے پہیے ڈھلتے تھے
سب باجے بجتے جاتے تھے اور ہولے ہولے چلتے تھے

اب یاں سے آگے سنو چلے جو بھولا ناتھ
اور براتی بھی ہوئے ایسے اُن کے ساتھ

پھر اور ہزاروں ساتھ چلے جو بھوت پریت اور راچھس تھے — ڈیل اونچے اُن کے برج نمن اور سیس بھی اُن کے گمٹ سے

ہر ایک ان کا سومن کا اور موٹے رسوں کے پٹکے — اور بگڑوں پگڑوں کی طرح تھے ساکھو کے برکھے

کوئی ننگے سر وہ بال اس کے جو بانس بڑے دس دس گز کے — کوئی منڈ کوئی رنڈ اور کوئی بن پاؤں ناچے اور کودے

کوئی ہاتھی رکھے کاندھے پر کوئی اونٹ بغل میں دبکائے — کوئی ارنا بھینسا گود لیے کوئی گینڈا سر پہ بٹھلائے

کوئی سانپ گلے میں لپٹائے پھن اُن کے دم بدم چومے — کچھ لمبے سونٹے لوہے کے کچھ ہاتھ لیے بھاری لکڑے

کوئی گاوے پھاڑ گلا اپنا کوئی نرت کرے چک پھیری کے — کوئی شور کرے خوش حالی سے یوں جیسے ہاتھی چنگھاڑے

کوئی ہاتھ نچاوے رہ رہ کر کوئی نین خوشی سے مٹکاوے — کوئی لمبے لمبے ڈگ رکھے کوئی دس دس گز کی جست کرے

کچھ رنگ عجب کچھ ڈھنگ نئے سب ہنس ہنس دھج دکھلاتے تھے
تھے دھوم مچاتے رستے میں ہر آن اُچھلتے جاتے تھے

اب یاں سے آگے سنو شادی کے اطوار
چلے سدا شیو جس طرح، پارتی کے دوار

ن۱- میں ہیں۔ ن۲- جھلری۔ ن۳- ہر کھور۔

جب کہاواں کے لوگوں نے وہ کوسوں تک اُجیالا
وہ سرنا کی آواز سنی اور نقاروں کا شور سُنا

سب بولے برات اب آتی ہے یہ شور اُجالا ہے اُس کا
تب راجہ نے بھی بھیج دیا ہرکارے پر واں ہرکارا

وہ آتے جاتے جلد بہت جو دیکھتے واں سو کہتے آ
کوئی کہتا اب واں آ پہونچے کوئی کہتا آئے اب اُس جا

کوئی کہتا بہت براتی ہیں اور ساتھ لیے ہیں ٹھاٹھ بڑا
کوئی کہتا اتنے ہاتھی ہیں کچھ چھور نہیں جن کا سلسلا

کوئی کہتا گھوڑے ہاتھی ہیں انبوہ رتھوں کا ہے آتا
یہ باتیں سُن کر راجہ نے گھر آ کے من کے بیچ کہا

یاں لوگ بہت سے آتے ہیں اِس خیمہ کے بیچ کہاں یہ جا
یہ بھیڑ کب اُس میں مل بیٹھے کچھ بن نہیں آتا کریے کیا

پردھان کھڑے تھے جو آگے جب اُن سے اپنا بھید کہا
یہ ٹھاٹھ جو اب یاں آتا ہے کچھ تم نے اِس کا فکر کیا

وہ بولے کیا تدبیر کریں اور کیا کیا اس کا دھیان کریں
آجاوے اتنا ٹھاٹھ جہاں واں کس کس کا سامان کریں

اب یاں سے آگے سنو باتیں ہیں یہ ٹھیک
آئے تیئیں جس طرح واں دوارے کے نزدیک

جس آن برات آئی در پر یہ خوبی ٹھہری زیب بھری
وہ پریاں ناچیں تھیوں پر جھنکاریں مار مجیروں کی

وہ ڈنکے لگتے دھونسے پر دُھن کرنا سرنا کی اونچی
دروازے کو تھے گونج رہے اور سہانی اُن کی تھی

وہ طبل بجیں اور ڈفلے بھی نقارے تاشے اور تُرئی
وہ ڈھول طبل گھنٹی باج رہے اور گھر گھر میں آواز گئی

کل زیب براتی چار طرف اور بیچ سواری دولہا کی
سب چھجے چھجے کوٹھوں پر واں دیکھیں زینت اور خوبی

سب واہ کریں اور چاہ کریں اور ٹھاٹھ کو دیکھیں گھڑی گھڑی
ہوں دیکھ کے صورت دولہا کی واں سو دل سے وہ بلہاری

وہ آتے تھے جو ساتھ لڑی اور آتش بازی بھی چھوٹی
مہتاب انار اور پھل جھڑیاں ہتھ پھول ہوائی خوب کڑی

اک پہر تلک دروازے پر واں پھول رہی پھلواری سی
سب ہاتھی گھوڑے میل اٹھلیں غل شور ہوا اور دھوم مچی

سب شاد ہوئے خوش وقت ہوئے یہ دیکھ تماشے خوبی کے
کر وصف بہت بلہار ہوئے اُس دولہا کی محبوبی کے

اب یاں سے آگے سنو شادی کے رسم اور
جس کی ہر اک رسم سے جی خوش ہو فی الفور

---

١ اٹھے گھر گھر میں آواز گئی۔ ٢ جھڑی ز ٣۔ سو سو دل سے بلہاری ز ۴۔ آئی تھی۔ ز ٥ = چلے۔ ز ٦ چھٹتی۔ د ٧۔ جون۔

جب راجہ کے دروازے پر ہوئی آن برات اس ٹھور کھڑی ۔ سب باجے باجے دیر تلک اور چھوٹی آتش بازی بھی
جب سمدھی آئے ملنے کو اور سمدھ ملاوے کی ٹھہری ۔ اُس وقت بلایا دولھا کو تو ہووے زیب[1] مندر کا بھی
جب دولھا ڈیوڑھی بیچ گئے تب نکلی سندر سو چیری ۔ لے آئیں مندر میں دولھا کو تو ہووے زیب[2] وہ مندر کی بھی
وہ چاند سا مکھ وہ سر سہرا وہ پہنچے کنگنا تار زری ۔ وہ روپ سہانا جب دیکھا ہوئی سب کے من کے بیچ خوشی
کوئی بولا دولھا خوب ملا اس دولھا کے میں بلہاری ۔ کوئی بولی میں اس دولھا پر اب وارو‌ں بھر بھر من موتی
کوئی دیکھے[3] ہوئی شاد بہت کوئی وار کے پانی پیتی تھی ۔ چھن کہہ کر اس دولھا نے لی نیگ اشرفی بہتیری
اس طور کہے چھن خوبی سے جو ہر اک منہ کو دیکھ رہی ۔ سب محلوں مندر بیچ ہوئی آنند خوشی اور خوش وقتی

جب بیٹھے دولھا مندر میں من بیچ خوشی کی بات لیے
جنماسے بیچ برات اتری وہ ٹھاٹھ خوشی کا ساتھ لیے

اب یاں سے آگے سنو اس صورت کی بات
جنماسے میں جس طرح بیٹھی آن برات

جب جنماسے کے بیچ گئے کچھ بیٹھے جا دالانوں میں ۔ کچھ آنگن میں کچھ بیٹھک میں کچھ بیٹھے بالاخانوں میں
کچھ آن براجے ڈیوڑھی میں مشغول خوشی کی باتوں میں ۔ کچھ باہر آکر بیٹھ رہے کچھ بیٹھے رتھ اور میانوں میں
ہر ٹھور بجیں کرنا سرنا اور تری طبل بھی محلوں میں ۔ ہر جانب[4] ڈھول دھوں باج رہے نقارے تے کوچوں میں
اور باجیں نوبت جھانجھ بڑی[5] اور شادی کی رنگ رلیوں میں ۔ کچھ بات نہ سمجھے کان دھری ان باجوں میں ان دھونسوں میں
کچھ میانے رتھ اور گھوڑ بہلیں لا ان کھڑی کی راہوں میں ۔ کچھ گھوڑے اچھلے بیل اڑے کچھ ہاتھی جھومے گلیوں میں
بکتے چلتے واں بازار بنے اترے ان بازاروں میں ۔ اور جتنے واں تھے باغ لگے کچھ اترے جا ان باغوں میں
جب ٹھور نہ پائی بستی میں کچھ اترے شہر سوادوں میں ۔ واں ڈیرے تنبو تان لیے اور بیٹھے خوش ویرانوں[6] میں

وہ تھے[7] واں جس جس طور اپر کل فرحت کے آہنگ ہوئے
غل شور ہوئے اور ناچ ہوئے اور راگ ہوئے اور رنگ ہوئے

اب یاں سے آگے سنو اس کا بھی بستار
جس طور[8] سے آن کر ٹھہری وان جیونار

[1] زینت مندر کی بھی ۔ [2] زینت مندر کا ۔ [3] دیکھ کے ہوئی ۔ [4] ہر جانب ڈھولنے باج رہے نقارے بجتے کوچوں میں ۔ [5] بڑی ۔ [6] ان ڈیروں میں ۔
[7] بیٹھے جس جس ٹھور ۔ [8] صورت ۔

جس وقت برات بیٹھ چکے تب راجہ نے واں لوگوں کو
یہ حکم کیا اب خوبی سے ان سب کو جا کر بھوجن دو

سب جا کر نوکر جلد چلے اور جنماسے میں آ کر وو
یوں بولے اب سب کرپا کر جیونار مندر کے بیچ چلو

اب تم بھی جمواو ر اُن کو دلواو جنھیں دلوانی ہو
سکتے ڈھیر مٹھائی کے درکار ہوں جتنے اُتنے دو

اس بات کو سُن کر بعض بولے ہی خوب پر اتنی بات سنو
یہ دو بالک جو بیٹھے ہیں تم پہلے ان کو جموا دو

وہ گود اٹھا کر خوش ہو نے جیونار میں لائے دونوں کو
تھے جتنے واں انبار لگے اور ڈھیر مٹھائی کے تھے جو

اک ڈھیر نوالا کر تھے پھر چلے اب کچھ اور رکھو
اُن لوگوں کے تب ہوش گئے اور بھاگے واں سے لرزاں

یہ بات کہی جب راجہ سے تب وہ بھی اپنی سدھ بدھ کھو
حیران ہوئے اور چپ ہو گئے من بیچ بہت شرمندہ ہو

مغرور ہوئے تھے کہہ کر یوں جا بھوجن کے انبار کریں
سو اُس کی تو یہ شکل ہوئی اک کے ہے کو جیونار کریں

اب یاں سے آگے سنو خوش ہو کر یہ بیان
جیسے دولہا کے ہوئے پھیروں کے سامان

جب ساعت آئی پھیروں کی تب ٹھہری اُس جا یہ خوبی
گھر بیچ بُلایا دولہا کو اور پھیروں کی تیاری کی

کچھ بیٹھے لوگ ادھر اودھر سب اپنے من کے بیچ خوشی
جو فرش مقرر ہے اُس پر آ بیٹھے دولہا دولھن بھی

جب دولہا دولھن مل بیٹھے تب ریت ہوئی گنٹھ جوڑے کی
وہ پنڈت آئے ہوئے کیا سب لا کر اس کی چیز رکھی

سب پنڈت بیٹھے بید پڑھیں کوئی ہیٹا ڈالے شکر گھی
گنیش کی پوجا کر کے واں پھر پوجا کی نوگرہوں کی

بھر تھال جواہر نیگ ملیں لیں جلدی سو اسے اور نیگی
اور لے لے نیگ دعائیں دیں سب دولہا دولھن کو نیگی

شبھ ساعت نیک مہورت سے وہ دولہا دولھن روپ بھری
اس طور پھرے مل آپس میں ہر ریت جو ہوتی پھیروں کی

جب پھیرے چار ہوئے آ کر کل عیش و طرب کی دھوم مچی
ہر جا طرف چمکی خوش حالی خوبی خوش وقتی

ہر تن میں سو سو عیش بھرے اور فرحت سے پہچان ہوئی
ہر جگ میں جو آنند خوشی وہ ظاہر سب اس آن ہوئی

اب یاں سے آگے سنو اور بچن دو چار
آئے باہر شاد ہو دولہا جس اطوار

وہ پھیرے بھی جس وقت ہوئے اس خوبی اور خوش وقتی سے ۔ جو رسمیں اور ریتیں وہاں تھیں اُن سے بھی سب شاد ہوئے

دس روز ہوئے پھر محلے میں اور چاؤ بڑھائے سب دل کے ۔ شیبو باہر آئے منڈل سے جوں سورج وقت سحر نکلے

وہ چیرا سر پر چمک رہا وہ مکٹ جڑاؤ بھی دمکے ۔ تن باگا جھلکے ہر ساعت اور لعلوں کی مالا چمکے

کچھ کانوں موتی چمک رہے کچھ ہاتھ کنگن جھمکے بازو کے ۔ سو زیب جھمک سے خوش ہوتے آ مسند پر اپنے بیٹھے

وہ خوبی سو بھا دولہا کی سب دیکھیں واں کے لوگ کھڑے ۔ سب ہو کر خوش یہ بات کہیں یہ دولہا اور بڑھا ہے بڑے

وہ دیکھیں اپنی آنکھوں سے ہوں جگ میں بھاگ بڑے جن کے ۔ وہ راجہ رانی شاد بہت اور لوگ خوشی سب کنبے کے

وہ چیرا چیری بھی خوش ہیں اور نوکر چاکر خوش پھرتے ۔ اُس نگری کے طالع چمکے اُن لوگوں کے بھی بخت کھلے

جس طور ہوئی وہ خوش حالی کب اس کی حالت جائے کہی

ہر چار طرف خوش وقتی کے شور ہوئے اور دھوم ہوئی

اب یاں سے آگے سنو بات خوشی آمیز

جو جو راجہ نے دیا اُس جا دان دہیز

جس آن ہوئے شیبو چلنے کو تب لا کر یہ اسباب دھرے ۔ پوشاکیں گہنے زیب بھرے ہر تار پڑا جن کا جھمکے

زر زیور کے واں ڈھیر لگے جو باہر ہووے گنتی سے ۔ وہ موتی ہیرے انمولے وہ لعل زمرد کے ڈبے

وہ کلسے بٹے چاندی کے وہ تھال کٹورے سونے کے ۔ وہ فرش سنہرے نقش بھرے جو بچھنے محلوں بیچ بڑے

وہ چیرے خوب لباسوں کے وہ گنتی میں بہتیرے سے ۔ وہ چیری یاں اچھی صورت کی ہر بانوں ملک زیور پہنے

وہ گنجن جھول جھلکنی کے انباری جن پر اور ہودے ۔ وہ گھوڑے گلگوں مثل ہوا زر دوزی جن پر زین بندھے

چنڈول جھلکتے وہ جن پر بانات زری کے تھے پردے ۔ ہتھ بہلیں اور گھوڑ بہلیں سب ٹھاٹھ چمکتے جن کے تھے

وہ رنگین جھالر دار تھیں وہ بیل بہت جن کے اونچے ۔ یہ ٹھاٹھ رکھا اور دروازے پر دار بندی بوجھ اٹھانے کے

تھے جتنے شادی بیاہ رسم سامان جو واں تیار ہوئے

ہر ٹھاٹھ کے واں دروازے پر ہر جانب تو انبار ہوئے

اب یاں سے آگے سنو راجہ نے اُس آن

جو باتیں شیبو سے کہیں اُن کا کیا بیان

---

(۱) ہیں واں ۔ (۲) اور یہ ۔ (۳) رانی ۔ (۴) بیٹے ۔

یہ ٹھاٹھ کیے دھن دولت کے تب راجہ شیو سے یوں بولے — کچھ بن نہیں آیا جو ہم سے من بیچ ہوئے ہم شرمندے

کس لائق ہیں جو دیتے ہم اسباب تمھارے لائق کے — تم اچھے جگ میں ایسے ہو جو پاتے ہو لاکھوں ہم سے

ہیں بھاگ ہمارے بہت بڑے جو چرن تمھارے ہم دیکھے — اس نگری میں اس منڈل میں تم آئے اپنی کرپا سے

تم تھام نہ لیتے جو ہم کو پھر کہیے کیوں کر ہم تھمتے — جو کرپا تم نے ہم پر کی کب استت اس کی ہو ہم سے

ہم چیز نہیں کچھ گننے کی اور تم ہو لاکھوں خوبی کے — اس آن دیا جو آپ نے کی وہ دیکھی کاہے کو ہم نے

ہر وقت ہماری بانہہ رہو گر کرپا سے اپنی گہتے — من بیچ ہوئے ہم بہت خوشی اور بھاگ ہمارے جاگ اٹھے

تم لاج ہماری رکھنے کو ہر آن رہو کرپا کرتے — جو من میں تھی سو بات کہی اب اور کہیں کیا ہم آگے

جب راجہ نے یہ بات کہی اور ہر دم آدھک ادھینی کی
تب شیو نے ہنس کر راجہ کے واں من کی بہت تسلی کی

اب یاں سے آگے سنو من ایدھر کو لائے
پاربتی واں جس طرح گھر سے ہوئی بدائے

جب شیو نے واں حکم کیا تیاری ہو اب چلنے کی — اور آپ مندر کے بیچ گئے تو ہوئے بداواں دلھن کی

یہ بات بدا کی سنتے ہی واں گورا کی ماں یوں بولی — سب طور تم اس کے مالک ہو یہ چیری میں نے تم کو دی

من اس کا بہت رکھیو خوشی مت میلا کیجو اس کا جی — پیاری ہے من کی میرے اور روشنی میری آنکھوں کی

یوں کہہ کر بولی گورا سے مل مجھ سے میری پاربتی — جب گورا پیاری دوڑ گلے واں اپنی ماں کے آلپٹی

وہ ماں بھی روئی دیکھ اسے اور روئیں جتنی تھیں گھر کی — ماں دیکھ کے روتی گورا کو کر پیار اسے یوں کہتی تھی

تو آنکھیں نہ رو رو لال نہ کر میں تیرے مکھ کے بلہاری — کچھ اپنے من کے بیچ نہ لائیں تجھ کو جلد بلاؤں گی

پھر آخر واں اس وقت کو کر پیار بہت سا گھڑی گھڑی — چنڈول منگا کر ڈیوڑھی پر واں سب نے روتی بٹھلائی

سچ پوچھو تو ماں باپ کے تئیں ہے بیٹی سے یاں پیار بہت
جس وقت وہ بیاہی جاتی ہے جب ہوتے ہیں ناچار بہت

اب یاں سے آگے سنو اتنی یہ بھی بات
جیسے واں اس دیس سے شیو کی چلی برات

نذ۱ - جو - نذ۲ - یہ - نذ۳ - روتی - نذ۴ - بہت - نذ۵ - بٹھلا دی - نذ۶ - لاچار -

جب ڈیوڑھی سے چنڈول اُوٹھا، دروازے پر سو خوبی سے
نوچھاور اتنی کی اُس پر گل موتی پھول زری کھِمرے

اُس وقت بہت خوش وقتی سے شیوشنکر بھی اسوار ہوئے
وہ خوبی حشمت چار طرف سب ساتھ براتی زیب بھرے

اسواری دولہا کی آگے، چنڈول دولھن کا تھا پیچھے
وہ باجے لائے ساتھ جو تھے سب ہر دم بجتے ساتھ چلے

اسباب دیے جو راجہ نے تھے اُس کے جانے اونٹ لدے
وہ جتنے چیر اچیری تھے سب تھا اور دیانوں میں بیٹھے

وہ ہاتھی گھوڑے ہر جانب انباری زین جھمکتے تھے
اس دیس کے رہنے والے بھی سب دیکھنے نکلے گھر گھر سے

ہر کوٹھے کوٹھے بھیڑ لگی، اور رستے رستے لوگ بھرے
غل شور خوشی کے چار طرف سب دیکھیں ان وہ ٹھاٹھ بڑے

جس طور خوشی سے بیاہنے کو شیو آئے گھر میں راجہ کے
پھر ویسی ہی خوش وقتی سے کیلاس کے اوپر جا پہونچے

یوں ٹھاٹھ ہوا یوں بیاہ ہوا بس اور نہ آگے ربڑ لو لو
ڈنڈوت کرو ہر آن نظیرؔ اور ہر دم شیو کی جے بولو

حصہ ۳

غزلیں (۱)

ہوں کیوں نہ ترے کام ہیں حیران تماشا
یارب تری قدرت میں ہے ہر آن تماشا

ہے عرش سے تا فرش نئے رنگ نئے ڈھنگ
ہر شکل عجائب ہے ہر اک شان تماشا

افلاک پہ تاروں کے جھمکتے ہیں طلسمات
اور روئے زمیں پر گل و ریحان تماشا

جنّات، پری، دیو، ملک، حور بھی نادر
انسان عجوبہ ہیں، تو حیوان تماشا

جب حسن کے جاتی ہے مرقع پہ نظر، آہ! (ق)
کیا کیا نظر آتا ہے ہر اک آن تماشا

چوٹی کی گندھاوٹ کہیں دکھلاتی ہے لہریں
رکھتی ہے کہیں زلف پریشان تماشا

گر عشق کے کوچے میں گزر کیجے تو واں بھی (ق)
ہر وقت نئی سیر ہے ہر آن تماشا

منہ زرد، بدن خشک، جگر چاک، الم ناک
غل شور، تپش نالہ و افغان تماشا

ہم پست نگاہوں کی نظر ہے تو نظیرؔ آہ!
سب ارض و سما کی ہے گلستان تماشا

وہ رشکِ چمن کل جو زیبِ چمن تھا
چمن جنبشِ شاخ سے سینہ زن تھا

گیا میں جو اس بِن چمن میں تو ہر گل
مجھے اس گھڑی اخگرِ پیرہن تھا۔

یہ غنچہ جو ہے دردِ گل چیں سے توڑا | خدا جانے کس کا یہ نقشِ دہن تھا
تنِ مردہ کو کیا تکلف سے رکھنا (ق) | گیا وہ تو جس سے مزیّن یہ تن تھا
کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا | مشیّن بدن تھا معطّر کفن تھا
جو قبر کہن اُن کی اُکھڑی تو دیکھا | نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

نظیر آگئے ہم کو ہوس تھی کفن کی
جو سوچا تو ناحق کا دیوانہ پن تھا

جوشِ نشاط و عیش ہے ہر جا بسنت کا | ہر طرفہ روزگار طرب زا بسنت کا
باغوں میں لطفِ نشو و نما کی ہیں کثرتیں | بزموں میں نغمہ خوش دلی افزا بسنت کا
پھرتے ہیں کر لباس بسنتی وہ دل براں | ہر جن سے زرنگار سراپا بسنت کا
جا در پہ یار کے یہ کہا ہم نے صبح دم | "اے جان ہے اب تو ہر کہیں چرچا بسنت کا
تشریف تم نہ لائے جو کر کر بسنتی پوشش | کہیے گناہ ہم نے کیا کیا بسنت کا"
سنتے ہی اس بہار سے نکلا کہ جس کے تئیں | دل دیکھتے ہی ہوگیا شیدا بسنت کا

اپنا وہ خوش لباس بسنتی دکھا نظیر
چمکایا حسنِ یار نے کیا کیا بسنت کا

شورِ افگنِ جنوں ہے جس جا نگاہ کرنا | رکھتا ہے کام ہم دم واں ضبطِ آہ کرنا
جانا بھی آگے اس کے اکثر پے نظارہ | باعث بھی بہرِ اخفا پھر رد بہ راہ کرنا
ملنا بھی اس روش سے جس میں گمانِ الفت | گر کچھ بھی ہو تو وہ ہیں دور اشتباہ کرنا
پوچھا اگر اُس صنم نے ہم حسن میں ہیں کیسے | تو بے شعوری اپنی بنفس کر گواہ کرنا

کیا کیا نظیر تجھ میں مکر و فریب ہیں جو
اس رمز آشنا سے اس ڈھب کی چاہ کرنا

سحر اس جھمک سے آیا نظر اک نگار رعنا | کہ خور اُس کے حسنِ رخ کو لگا تکنے ذرہ آسا
خد و خال خوبی آگیں لب لعل یاں سے رنگیں | نظر آفتِ دل و دیں، مژہ صد مضرت افزا

دزار جو ہو کر۔

کھلی رُخ پہ زلفِ پُر خم سی رشکِ رنگِ نیلم
غرض اس طرح کا عالم کہ پری کہے "اہا ہا"

کہا ہم نے "اے سمن بر پری چہرہ مہر پیکر
جو چلی ہو یوں جھمک کر کہو عزم ہے کدھر کا

ہے جو قصدِ سیرِ بُستاں چلیں ہم بھی ساتھ اے جاں"
کہا سُن کے یہ "ارے میاں کوئی تم بھی ہو تماشا

نہ کچھ آشنائی اگلی نہ شناخت اِک دو دن کی
جو ہے دل کی وہی مرضی تو ہے سوچ پھر یہ کیسا"

کہا جب نظیرؔ ہم نے یہی دل میں ہم تو[1] گہتے[2]
تو کہا جو نیکی ہووے تو پھر اِس کا پوچھنا کیا"

وہ مجھ کو دیکھ کچھ اس ڈھب سے شرمسار ہوا
کہ میں حیا ہی پہ اُس کی فقط نثار ہوا

سبھوں کو بوسہ دے ہنس کے اور ہمیں گالی
ہزار شکر بھلا اِس قدر تو پیار ہوا

ہمارے مرنے کو ہاں تم تو جھوٹ سمجھے تھے
کہا رقیب نے "لو اب تو اعتبار ہوا"

قرار کر گئے نہ آیا وہ سنگ دل کافر
پڑیں قرار پہ پتھر یہ کچھ قرار ہوا

گلے کا ہار جو اس گل بدن کا ٹوٹ پڑا
تو ڈر نظر کا وہیں اُس کو ایک بار ہوا

کسی سے اور تو کچھ بس چلا نہ اُس کا "نظیرؔ"
نداں میرے ہی آکر گلے کا ہار ہوا

اے شوخ ہر گھڑی نہ ہوس آشنا کو چھیڑ
ایسا ہی چھیڑتا[3] ہے تو اہلِ وفا کو چھیڑ

چھیڑے گا[4] جب تو پیش نہ جاوے گا کچھ فسون
اے دل نہ اُس کے افعیٔ زلفِ دوتا کو چھیڑ

چھیڑیں تو یاد مجھ کو بھی ہیں گی بہت ولے
دل کی خوشی یہ ہے کہ نہ اُس دل ربا کو چھیڑ

رک رک کے اشکِ چشم کے لایا ہے عن قریب
اے غنچہ لب تو اب[5] نہ دلِ مبتلا کو چھیڑ

اک حرف چھیڑ کا تو صریحاً نہ کہہ نظیرؔ
چھیڑے اگر تو پردے[6] میں اُس پُر جفا کو چھیڑ

کب شکلِ شیشہ اُن کا کسی سے برآئے دل
پتھر جنھیں خدا نے دیا ہو بجائے دل

جب لے چلا وہ دل مرے پہلو سے کھینچ کر
دل سے مرے صدا یہی نکلی کہ ہائے دل!

آوے اگر بُتاں کے تئیں رسمِ دل بری
تو تو جہاں میں پھر کہیں ڈھونڈھا نہ پائے دل

نٹ۱ - دل میں - نٹ۲ - رکھتے - دٹ۳ - چھیڑنا - نٹ۴ - چھیڑے گا - نٹ۵ - بس اب - دٹ۶ - پردے پردے - ٹ۷ - وہ شوخ -

اب تو تری جفا سے یہ مانگو ہوں میں دعا (ق) ظالم خدا کرے کہ کہیں تو لگائے دل
اور جس پہ تو فدا ہو وہ ظالم ہو اس قدر جو مطلقاً ترا وہ نہ خاطر میں لائے دل
تجھ پر بھی چند روز تو یہ کشمکش رہے دُر دُر اُدھر کرے وہ اِدھر کو ستائے دل
ناچار جیسے تجھ سے چھڑاتا ہوں دل کو میں ایسا ہی تو بھی اُس سے لگا کر چھڑائے دل
شیدا ہوں میں تو لیلی و مجنوں کی چاہ پر خالق نے کیا ہی خوب ہی اُن کے بنائے دل
تھے اُس کے پا کے آبلے چھاتی پہ اس کی آہ کیا اتحاد جسم تھا اور کیا صفائے دل

ہیں یہاں پڑے جو اہل دل اکثر یہ کہتے ہیں
چھوٹا سا اک نظیر بھی ہو خاک پائے دل

کر گئی ہر اُس کی مژگاں کی جھپک بےکل ہمیں کل اگر چاہے تو ہم دم اس گھڑی کچھ کل ہمیں
کچھ تو جاتا دل سے خار بے قراری کا خلش کاش وہ نوک مژہ دیتی قرار اک پل ہمیں
وہ کف پا ہم نے سہلائی ہو نازک نرم نرم کیا جتاتی ہو تو اپنی نرمی اے مخمل ہمیں
اُس پری رو کی گلی میں پا نہاں یا آشکار جس طرح سے ہو سکے اے ہم نشیں لے چل ہمیں
ہم تو سوں کھیں ترے پر کیا کریں اے چشم یار ہوش میں آنے نہیں دیتا ترا کاجل ہمیں
دل خم ابرو کو دیتے ہیں تو کس کس پیچ سے دام میں لیتا ہو اُس کاکل کا اک اک بل ہمیں

ہم تو اس کے چاہنے والے ہیں مدت سے نظیر
اور نیا گنتا ہو اب تک وہ صنم چنچل ہمیں

کہتے ہیں یاں کہ مجھ سا کوئی مہ جبیں نہیں پیارے جو ہم سے پوچھو تو یاں کیا کہیں نہیں
تجھ سا تو کوئی حسن میں یاں نازنیں نہیں یوں نازنیں بہت ہیں پہ ناز آفریں نہیں
ساقی کو جام دیتے ہیں اُس خوش نگہ کو آہ ہر دم اشارتیں ہیں کہ اُس کے تئیں نہیں
جب اُس نہیں کے کہنے سے مانے ہی وہ بڑا آپ ہی پھر اُس کو کہتا ہوں ہنس کر نہیں نہیں!
اتنا تو چھیڑتا ہوں کہ کہتا ہو جب وہ شوخ بندہ تو ہیرا مول خریدا نہیں نہیں!
ساقی تجھے قسم ہو دے جا مجھے تو جام یاں دم میں دم ہی ہوتی نہیں جب نہیں نہیں
پوچھے ہو اس سے جب کوئی قتل نظیر کو کہتا ہو ہم نے مارا نہ ہاں ہاں نہیں نہیں"

ہم دم چھپا وے واں کوئی کیا دل کی چاہ کو — شاہد جہاں سمجھتے ہیں پہلی نگاہ کو
دکھلا حنائی دست لیا جھپ سے دین و دل — کیا دست رس ہے دیکھیے اِس دست گاہ کو
بیٹھا جو چاندنی میں تو رُخ کی جھلک دکھا — خجلت تھی کون سی کہ نہ دی روے ماہ کو
ناصح تو راست کہتا ہے لیکن وہ کیا کرے — دے بیٹھے اپنا دل جو کسی کج کلاہ کو
جھڑکی سے اُس نے ہم کو خفا دیکھ کر کہا — "کیا ناپسند گنتے ہو اِس رسم و راہ کو؟
"جانے ہیں جھڑکیوں میں ہماری وہ لذتیں — جو چاہ میں سمجھتے ہیں بہتر نگاہ کو"

گر عار ہے کچھ اس میں تمہیں تو بس یاں نظیر
لے جاؤ اپنے اِس دل عزت پناہ کو"

کہا جو ہم نے "ہمیں در سے کیوں اُٹھاتے ہو؟" — کہا کہ "اِس لیے تم یاں جو غُل مچاتے ہو"
کہا "لڑاتے ہو کیوں ہم سے غیر کو ہر دم؟" — کہا کہ "تم بھی تو ہم سے نگہ لڑاتے ہو"
کہا جو حالِ دل اپنا تو اُس نے ہنس ہنس کر — کہا "غلط ہے، یہ باتیں جو تم بناتے ہو"
کہا "جتاتے ہو کیوں ہم کو روز ناز و ادا؟" — کہا کہ "تم بھی تو چاہت ہمیں جتاتے ہو"
کہا کہ "عرض کریں ہم پہ جو گذرتا ہے" — کہا "خبر ہے ہمیں کیوں زباں پہ لاتے ہو"
کہا کہ "روٹھے ہو کیوں ہم سے کیا سبب اس کا؟" — کہا "سبب ہے یہی تم جو دل چھپاتے ہو"

کہا کہ "ہم نہیں آنے کے یاں" تو اُس نے نظیر
کہا کہ "سوچو تو کیا آپ سے تم آتے ہو؟"

نکلے ہو کس بہار سے تم زرد پوش ہو — جس کی نوید پہنچی ہے رنگ بسنت کو
دی بر میں اب لباس بسنتی کو جیسے جا — ایسے ہی تم ہمارے بھی سینے سے آ لگو
گر ہم نشے میں بوسہ کہیں دو تو لطف ہے — تم پاس منہ کو لا کے یہ ہنس کر کہو کہ "لو"
بیٹھو چمن میں نرگس و صد برگ کی طرف — نظارہ کر کے عیش و مسرت کی داد دو
سن کر بسنت مطرب زریں لباس سے — بھر بھر کے جام پھر مئے گُل رنگ کے پیو
کچھ قمریوں کے نغمے کو دوسائیں[1] راہ تم — کچھ بلبلوں کا زمزمہ دل کش سنو

---

(۱) دوسا معنے میں راہ -

مطلب ہے یہ نظیرؔ کا یوں دیکھ کر بسنت
ہو تم بھی شاد دل کو ہمارے بھی خوش کرو

زاہدو، روضۂ رضواں سے کہو "عشق اللہ" — عاشقو، کوچۂ جاناں سے کہو "عشق اللہ"

جس کی آنکھوں نے کیا بزم دو عالم کو خراب — کوئی اُس فتنۂ دوراں سے کہو "عشق اللہ"

یارو، دیکھو جو کہیں اُس گل خنداں کا جمال — تو مرے دیدۂ گریاں سے کہو "عشق اللہ"

ہیں جو وہ کشتۂ شمشیر نگاہ قاتل — جا کے ان گنج شہیداں سے کہو "عشق اللہ"

آہ کے ساتھ مرے سینے سے نکلے ہے دھواں — اے بُتاں مجھ دل بریاں سے کہو "عشق اللہ"

یاد میں اُس کے رُخ و زلف کی ہر آن، نظیرؔ
روز و شب سنبل و ریحاں سے کہو "عشق اللہ"

دیکھ عقد ثریا ہمیں انگور کی سوجھی — کیوں بادہ کشو ہم کو بھی کیا دور کی سوجھی

موسیٰ کے تئیں گو شجر طور کی سوجھی — پر ختم رسالت کو بہت دور کی سوجھی

ہم نے تو اُسے دیکھ کے جانا کہ پری ہے — پریوں نے جو دیکھا تو انھیں حور کی سوجھی

غش کھا کے گرا پہلے ہی شعلے کی جھلک سے — موسیٰ کو بھلا کہیے تو کیا دور کی سوجھی

دیکھا جو نہانے میں وہ گورا بدن اُس کا — بلور کی چوکی پہ جھلک نور کی سوجھی

سر پانوں سے جب پھنس گئے اُس زلف سیہ میں — تب ہم کو سیاہی شب دیجور کی سوجھی

جنت کے لیے شیخ جو کرتا ہے عبادت — کی غور جو ظاہر میں تو مزدور کی سوجھی

مصنوع میں صانع نظر آوے تو "نظیرؔ" آہ!
نزدیک ہی کیا ہے کہ جہاں دور کی سوجھی

رُخ پری، چشم پری، زلف پری، آن پری — کیوں نہ اب نام خدا ہو ترے قربان پری

جھمکے جھلکے وہ ثریا کے کرن پھول وہ پھول — بندے بالے پری، موتی پری اور کان پری

رشک خورشید جبیں، ابر سیہ سے پٹی — لہر چوٹی کی غضب، زلف پریشان پری

حُسن گل زار قمر، شکل صراحی گردن — مہ جبیں، سیب ذقن، چاہ زنخدان پری

... - ظاہر - ذرا - ہمارے تو بہت۔

اروغمزے کی بلا، تیر نگہ، دشت سناں
تیغ ابرو کی ستم، ترکش مژگاں پری

مسکرانے کی ادا جیسے جھمک بجلی کی
آن ہنسنے کی قیامت، لب دنداں پری

آنکھ مستی کی بھری، شوخ نگاہیں چنچل
نہر کاجل کی کھچاوٹ، مسی و پان پری

بینی اور نتھ کا یہ عالم کہ چھدے دل جس سے
جو چنی کی جھلک، گوہر غلطاں پری

دھک دھکی چاند سی، جگنوں بھی ستاروں کی مثال
عطرداں طرفہ وہ، توڑے بھی درخشاں پری

چاک سینے کا غضب، صاف بدن موتی سا
انگیا تصویر سی، کرتی کا گریباں پری

پشت گل برگ، شکم سیم، کمر تار نگاہ
ساق بلور، گلاوٹ میں ہر اک ران پری

گھیر اشپواز کا وہ جس کے کناری قرباں
چال آفت کی نشاں، جنبش داماں پری

کیا کہوں اس کے سراپا کی میں تعریف نظیرؔ
قد پری، دھج پری، عالم پری اور شاں پری

نہ سرخی غنچۂ گل میں ترے دہن کی سی
نہ یاسمن میں صفائی ترے بدن کی سی

میں کیوں نہ پھولوں کہ اس گل بدن کے آنے سے
بہار آج مرے گھر میں ہے چمن کی سی

یہ برق ابر میں دیکھے سے یاد آتی ہے
جھلک کسی کے ڈوپٹے میں نورتن کی سی

گلوں کے رنگ کو کیا دیکھتے ہو اے خوباں
یہ رنگتیں ہیں تمھارے ہی پیرہن کی سی

جو دل تھا وصل میں آباد، تیرے ہجر میں آہ!
بنی ہے شکل اب اس کی اجاڑ بن کی سی

تو اپنے تن کو نہ دے نسترن سے اب تشبیہ
بھلا تو دیکھ یہ نرمی ہے تیرے تن کی سی

ترا جو پانوں کا تلوا ہے نرم مخمل سا
صفائی اس میں ہے کیسے تو نسترن کی سی

نظیرؔ ایک غزل اس زمیں میں اور بھی لکھ
کہ اب تو کم ہے روانی ترے سخن کی سی

نہیں ہوا میں یہ بو نافۂ ختن کی سی
لپٹ ہے یہ تو کسی زلف پرشکن کی سی

میں ہنس کے اس لیے منہ چومتا ہوں غنچے کا
کہ کچھ نشانی ہے اس میں ترے دہن کی سی

خدا کے واسطے گل کو نہ میرے ہاتھ سے لو
مجھے بو آتی ہے اس میں کسی بدن کی سی

سنہ ساق۔

ہزار تن کے چلیں بانکے خوب رو لیکن
کسی میں آن نہیں تیرے بانکپن کی سی

مجھے تو اُس پہ نہایت ہی رشک آتا ہے
کہ جس کے ہاتھ نے پوشاک تیرے تن کی سی

کہا جو تم نے کہ منکا ڈھلا تو آؤں گا
ہر بات کچھ نہ کچھ اس میں بھی مکر و فن کی سی

دگرنہ سچ ہے تو ای جان، اتنی مدت میں
یہی بس ایک کہی تم نے میرے من کی سی

وہ دیکھ شیخ کو لاحول پڑھ کے کہتا ہے
"یہ آنے دیکھیے داڑھی لگا کے سن کی سی"

کہاں تو اور کہاں اُس پری کا وصل، نظیر،
میاں، تو چھوڑ یہ باتیں دوانے پن کی سی

دیکھ کر کُرتی گلے میں سبز دھانی آپ کی
دھان کے بھی کھیت نے اب آن مانی آپ کی

کیا تعجب ہے اگر دیکھے تو مُردہ جی اُٹھے
چین نیفے کی ڈھلک ہیرے وہ آنی آپ کی

ہم تو کیا ہیں، دل فرشتے کا بھی کافر چھین لے
ٹک جھمک دکھلا کے پھر انگیا چھپانی آپ کی

آپڑے دو سو جہاں سے مردۂ بے جاں میں جان
جس کے اوپر دو گھڑی ہو مہربانی آپ کی

چھلّے غیروں پاس تو وہ خاتم زر، ای نگار
ہے ہمارے پاس بھی اب تک نشانی آپ کی

وقت تو جاتا رہا پر بات باقی رہ گئی
ہے یہ جھوٹی دوستی اب ہم نے جانی آپ کی

کیا عجب صورت رقیبِ روسیہ کی دیکھ کر
خوف سے حالت ہوئی ہو پانی پانی آپ کی

ایک عالم کوہکن کی طرح سر پھوڑے گا اب
گر اِسی صورت رہی شیریں زبانی آپ کی

کیا ہمیں لگتی ہے پیاری جب وہ کہتی ہے، نظیر،
ہے میاں کچھ ان دنوں نامہربانی آپ کی

مل کر صنم سے اپنے ہنگام دل کشائی
ہنس کر کہا یہ ہم نے ای جاں بسنت آئی

سنتے ہی اُس پری نے گُل گُل شگفتہ ہو کر
پوشاک زرفشانی، اپنی وہیں رنگائی

جب رنگ آ گئی اُس کی پوشاک پُر نزاکت
سرسوں کی شاخ پُر گُل پھر جلد اک منگائی

اک پنکھڑی اُٹھا کر نازک سی انگلیوں میں
رنگت کو اُس کی اپنی پوشاک سے ملائی

جس دم کیا مقابل کسوت سے اپنے اُس کو
دیکھا تو اُس کی رنگت اُس پہ ہوئی سوائی

پھر تو بہ صد مسرت اور سو ہزار گتوں سے
نازک بدن پر اپنے، پوشاک وہ کھپائی

چمپے کا عطر مل کر موقع سے پھر خوشی ہو ۔ سیمیں کلائیوں میں، ڈالے کڑے طلائی
بن ٹھن کے اس طرح سے پھر راہ لی چمن کی ۔ دیکھی بہارِ گلشن، بہرِ طرب فزائی
جس جس روش کے اوپر جا کر ہوا نمایاں ۔ کِس کِس روش سے اپنی آن و ادا دکھائی
کیا کیا بیاں ہو جیسے چمکی چمن چمن میں ۔ وہ زر دپوشی اُس کی، وہ طرزِ دل ربائی
صد برگ نے صفت کی، نرگس نے بے تامل ۔ لکھنے کو وصف اُس کا اپنی قلم اٹھائی
پھر صحن میں چمن کے آیا بہ حسن و خوبی ۔ اور طرفہ تر بسنتی، اک انجمن بنائی
اُس انجمن میں بیٹھا، جب ناز و تمکنت سے ۔ گل دستہ اُس کے آگے ہنس ہنس بسنت لائی
کی مطربوں نے خوش ہو، آغازِ نغمہ سازی ۔ ساقی نے جامِ زرّیں بھر بھر کے مے پلائی

دیکھ اُس کو اور محفل اُس کی نظیرؔ ہر دم
کیا کیا بسنت آکر اُس وقت جگمگائی

ہنسے، روئے پھرے رسوا ہوئے، جاگے بندھے چھوٹے ۔ غرض ہم نے بھی کیا کیا کچھ محبت کے مزے لوٹے
کلیجے میں پھپھولے، دل میں داغ، اور گل ہیں ہاتھوں پر ۔ کھلے ہیں دیکھیے ہم میں بھی یہ اُلفت کے گل بوٹے
تفاوت کچھ نہیں گل چیں میں اور بے درد خوباں میں ۔ جو اُس کے ہاتھ گل ٹوٹے تو اِن کے ہاتھ دل ٹوٹے
ہزاروں گالیاں دیں پھر ذرا ہنس کر ادھر دیکھا ۔ بھلا اتنی تسلی سے پھپھولے دل کے کب پھوٹے
کھلے ہو مجھ سے تم میں یہ مانگوں ہوں دعا دل میں ۔ کوئی دل بر مرے آگے تمھیں بھی خوب سا کوٹے
زباں کی کر کے مقراض اور بنا دشنام کا کاغذ ۔ ہمارے حق میں کیا کیا آپ نے کترے ہیں گل بوٹے
یہ کہتے ہیں کہ عاشق چھوٹ جاتا ہے اذیت سے (ق) جب اُس کی عمر کو لشکر اجل کا آن کر لوٹے

ہماری روح تو پھرتی ہے معشوقوں کی گلیوں میں •
نظیرؔ اب ہم تو مر کر بھی نہ اس جنجال سے چھوٹے

تو ہنس ہنس کے تم اغیار سے گل دستوں سے ۔ اتنی ضد بھی نہ رکھو اپنے جگر خستوں سے
قند قیمیں بزم میں دیکھ اُس کے سرانگشتوں سے ۔ رشتۂ ربط نے لی راہ کفِ دستوں سے
رد بہ رد ہوئیے جو چشمانِ بُتاں سے ای دل ۔ ڈرتے رہنا ہی مناسب ہے سیہ مستوں سے

نزلہ کی ۔ نسخہ ۲۰ ۔ راہ کفِ گل ۔ دن ہو ہوتا ۔

دست صیاد سے چھوٹے تو اُچھل پے در پے
ورنہ کیا فائدہ اے آہوئے دل اُچھلتوں سے

پیش جاتی نہیں ہرگز کوئی تدبیر نظیرؔ
کام جب آن کے پڑتا ہے زبردستوں سے

تھے آگے بہت جیسے کہ خوش یار ہمیں سے
ایسے ہی تم اب رہتے ہو بیزار ہمیں سے

ہیں سب سے تو اے ماہ اشارات ولیکن
رہتی ہے پھری ابروئے خم دار ہمیں سے

محفل میں جو دیکھا تو اِدھر تم ہو خفا اور
ساقی کو بھی ہے حجت و تکرار ہمیں سے

اوروں سے جو کہتے ہو کہ ہم اُن سے ہیں ناخوش
اس کو تو فقط کرنا ہے اظہار ہمیں سے

گلگشت چمن کرتے ہو جب ہمرہ یاراں
واں بھی غرض آتی ہے تمھیں عار ہمیں سے

اقرارِ ملاقات ہے ہر اک سے بہ صد مہر
کی غور تو ہوگا تمھیں انکار ہمیں سے

سمجھے گا جو رتبے کو نظیرؔ اہلِ وفا کے
تو ملنے لگے گا وہ طرح دار ہمیں سے

خوشی دوچند تمھیں سیرِ ماہتاب میں ہے
جلو میں چاہیے وائے قمر رکاب میں ہے

لیا ہے ہم سے جو دل دیں بھی ہو طلب کرتے
دل اس تقاضے سے اپنا تو پیچ و تاب میں ہے

کہا کہ "دفترِ حسنِ پری رخوں کی نظیرؔ
تمھیں خبر نہیں یہ بھی اسی حساب میں ہے"

وہ شب کو کیا کیا دوالی میں نشاط و عیش ہے
سب مہیا ہے جو اس ہنگام کے شایاں ہے غرض

اس طرح ہیں کوچہ و بازار پُر نقش و نگار
ہو عیاں حسن نگارستان کی جن سے خوب رو

گرم جوشی اپنے باہم ہے چراغاں لطف سے
کیا ہی روشن کر رہی ہے ہر طرف روغن کی مَے

مائل سیرِ چراغاں خلق ہر جا دم بہ دم
حاصلِ نظارۂ حسن شمع رویاں پے بہ پے

عاشقاں کہتے ہیں معشوقوں سے باعجز و نیاز
ہے اگر منظور کچھ لینا تو حاضر ہیں روپے

گر مکرر عرض کرتے ہیں تو کہتے ہیں وہ شوخ
ہم سے لیتے ہو میاں تکرار حجت تا بہ کے

کہتے ہیں اہلِ قمار آپس میں گرم اختلاط
ہم تو ذب میں سو روپے رکھتے ہیں تم رکھتے ہو کے

[illegible]

جیت کا پڑتا ہی جس کا دانوں وہ کہتا ہی یوں — "سوے دست راست ہی میرے کوئی فرخندہ پے"

ہر دسہرے میں بھی یوں گر فرحت و زینت نظیرؔ
پر دوالی بھی عجب پاکیزہ تر تیوہار ہی

دُرجِ غم میں چشم نے گوہر اُگل کر بھر دیے — اشک نے جنگل کی جنگل دم میں ڈھل کر بھر دیے
جلوہ گر محفل میں رات اُس حسن کے شعلے کو دیکھ — شمع داں شمعوں نے اپنے سب پگھل کر بھر دیے
کل جو ٹک رو دیا کسی کو یاد کر وہ گل بدن — اشک تھے آنکھوں میں یا موتی مچل کر بھر دیے
جام کم بھرنے میں ساقی کو ذرا چھیڑا جو میں[۱] — اُس نے اک دو چار ساغر مجھ کو جل کر بھر دیے
ذبح کرتا تھا وہ قاتل مجھ تپش آلودہ نے — خوں میں سب دامن کے پاٹ اُس کے اُچھل کر بھر دیے
زخم شانے کے تری زلفوں نے اے وعدہ خلاف — آخرش لیت و لعل سے آج کل کر بھر دیے
کہتے ہیں اے باغباں جتنے کہ خالی تھے چمن — جوشِ گل نے اب کے سب وہ پھول پھل کر بھر دیے

اب ترے رونے کا عالم حد سے گزرا ہی نظیرؔ
اشک نے تیرے تو سب جل تھل نکل کر بھر دیے

در صنعت واسع الشفتین

آیا نہیں جو کر کر اقرار ہنستے ہنستے — جُل دے گیا ہی شاید عیار ہنستے ہنستے
اتنا نہ ہنس دل اُس سے ایسا نہ ہو کہ چنچل — لڑنے کو تجھ سے ہووے تیار ہنستے ہنستے
لے کر صریح دل کو وہ گل عذار یارو — ظاہر کرے ہی کیا کیا انکار ہنستے ہنستے
ہنس ہنس کے چھیڑ اُس کو زنہار تو نہ اے دل — ہو گا گلے کا تیرے یہ ہار ہنستے ہنستے
ہنسنے کی آن دکھلا لیتا ہی دل کو گل رو — کرتا ہی شوخ یار یہ کار ہنستے ہنستے
جھنجھلا کے حال دل کا کہنا نہیں روا ہی — لائق یہاں تو کرنا انکار ہنستے ہنستے
دستار سُرخ سج کر طرّہ زری کا رکھ کر — آیا جو دل کو لینے دلدار ہنستے ہنستے
آنکھیں لڑا کے اُس نے ہنس کر نگہ کی ایسی — جو لے گیا دل آخر خوں خوار ہنستے ہنستے

۱۔ جو نہیں۔

آیا ہے دیکھنے کو ترے نظیرؔ اے گُل
دکھلا دے ٹک تو اُس کو دیدار ہنستے ہنستے

غزلیں (۲)

(جو صرف کلیات نظیرؔ مطبوعہ مطبع الٰہی آگرہ میں ملتی ہیں۔ ان کے بعض شعر اور نسخوں میں بھی ہیں)

دل ہوا جس روز بسمل ابروے دل خواہ کا
تھا وہی پہلا دن اِس بسمل کی بسم اللہ کا

جس نے دیکھا وہ رُخِ انور تو اُس کو مہر
پھر نہ روے مہر خوش آیا نہ چہرہ ماہ کا

ایک دن آگئے خلیل اللہ کے اک شخص سے (ق)
ایک بہ یک آکر لیا مُنہ سے جو نام اللہ کا

اور کہا "اے شخص پھر بہر خدا یہ نام لے
میں بہ جاں مشتاق ہوں اِس اسم خاطر خواہ کا"

گر وہ لیتا نام پھر اللہ کا تو بالیقیں
جی نکل جاتا وہیں حضرت خلیل اللہ کا

حاصل اس کہنے سے اُس کی چاہ کچھ آساں نہیں
جب کوئی ایسا ہو جب لے نام اُس کی چاہ کا

دی ہیں اُس نے نفختُ فیہ من روحی سے جاں
مال بھی ہم کو دیا عرفاں کی رسم و راہ کا

اس میں کیا طاقت جو مالک ہو کوئی بُت اے نظیرؔ
جان بھی اللہ کی اور مال بھی اللہ کا

دیکھ لے عالم جو اُس کے حُسنِ بالا دست کا
حوصلہ اتنا کہاں اپنی نگاہِ پست کا

نیست رہتے ہم تو یہ سیریں کہاں سے دیکھتے
یہ فقط احسان ہے اُس ذاتِ پاکِ ہست کا

بے صدا آکر لگا اور ہو گیا سینے کے پار
یہ خدنگ صاف تھا کس بے نشاں کے شست کا

پنجۂ خورشید رنگیں خونِ حسرت سے ہوا
برق ساں چمکا جو رنگ اُس کے حنائی دست کا

بات کچھ کہتا ہے اور نکلے ہے کچھ مُنہ سے نظیرؔ
یہ نشہ تجھ کو ہوا کس کی نگاہِ مست کا

مرا خط ہے جہاں یارو وہ زنگی چور لے جانا
کسی صورت سے واں تک تم مرا مذکور لے جانا

اگر وہ شعلہ رو پوچھے مرے دل کے پھپھولوں کو
تو اُس کے سامنے اک خوشۂ انگور لے جانا

جو یہ پوچھے کہ اب کتنی ہے اُس کے رنگ پر زردی
تو یارو تم گلِ صد برگ یا کافور لے جانا

اگر پوچھے مرے سینے کے زخموں کو تو اے یارو — کہیں سے ڈھونڈ کر اک خانۂ زنبور لے جانا

رقیبِ روسیہ کے حال کا گر ماجرا پوچھے — تو اُس کے سامنے جنگل سے اک لنگور لے جانا

نظیرؔ اک دن خوشی سے یار نے ہنس کر کہا مجھ کو
کہ تو بھی ایک بوسہ ہم سے اے رنجور لے جانا

کل مرے قتل کو اس ڈھب سے وہ بانکا نکلا — مُنہ سے جلاد فلک کے بھی "اہا ہا" نکلا

آگے آہوں کے نشاں پیچھے پرے اشکوں کے — آج اس دھوم سے ظالم ترا شیدا نکلا

یوں تو ہم کچھ نہ تھے پر مثلِ انار و مہتاب — جب ہمیں آگ لگائی تو تماشا نکلا

کیا غلط فہمی ہے صد حیف کہ مرتے دم تک — جس کو ہم سمجھے تھے قاتل وہ مسیحا نکلا

غم میں ہم بھان متی بن کے جہاں بیٹھے تھے (ق) — اتفاقاً کہیں وہ شوخ بھی واں آ نکلا

سینے کی آگ دکھانے کو دہن سے میرے — شعلے پر شعلہ بھبوکے یہ بھبھوکا نکلا

مت شفق کہہ یہ ترا خون فلک پر ہے نظیرؔ
دیکھ ٹپکا تھا کہاں اور کہاں جا نکلا

آن رکھتا ہے عجب یار کا لڑ کر چلنا — ہر قدم ناز کے غصے میں اکڑ کر چلنا

جتنے بن بن کے نکلتے ہیں صنم نامِ خدا — سب میں بھاتا ہے مجھے اُس کا بگڑ کر چلنا

ناتوانی کا بھلا ہو جو ہوا مجھ کو نصیب — اُس کی دیوار کی اینٹوں کو پکڑ کر چلنا

اُس کی کاکل ہے بری مان کہا اے افعی — دیکھیو اُس سے تو کاندھا نہ رگڑ کر چلنا

چلتے چلتے نہ خلش کر فلکِ دوں سے نظیرؔ
فائدہ کیا ہے کمینے سے جھگڑ کر چلنا

اُس کے شرارِ حسن نے شعلہ جو اک دکھا دیا — طور کو سر سے پاؤں تک پھونک دیا جلا دیا

پھر کے نگاہ چار سو ٹھہری اُسی کے روبرو — اُس نے تو میری چشم کو قبلہ نما بنا دیا

میرا اور اُس کا اختلاط ہو گیا مثلِ ابر و برق — اُس نے مجھے رلا دیا میں نے اُسے ہنسا دیا

میں ہوں پتنگ کاغذی ڈور ہے اُس کے ہاتھ میں — چاہا اِدھر گھٹا دیا چاہا اُدھر بڑھا دیا

تیشے کی کیا مجال تھی یہ جو تراشے بیستوں — تھا وہ تمام دل کا زور جس نے پہاڑ ڈھا دیا

شکوہ ہمارا ہے یہ جا مفت بروں سے کس لیے — ہم نے تو اپنا دل دیا ہم کو کسی نے کیا دیا

سن کے یہ میرا عرض حال یار نے یوں کہا نظیر
"چل بے زیادہ اب نہ بک تو نے تو سر پھرا دیا"

نہ آیا رات بھی کتنا ہی انتظار کیا — قرار کر مجھے کافر نے بے قرار کیا

چمن میں اس گل رنگیں کی جا نہ پی نے — ہر ایک گل کے گریباں کو تار تار کیا

کیا ہے کیا مہ کنعاں پہ حسن نے احساں — کہ اس کے دور میں تجھ کو نہ آشکار کیا

وہ کیا ہنر تھا کہ مجنوں نے رام کی لیلیٰ — ہنر تو اس نے کیا جس نے تجھ کو یار کیا

نظیر آج تصدق کو کچھ نہ تھا ہم پاس
وہی جو باقی تھا اک جی وہی نثار کیا

تجھے کچھ بھی خدا کا ترس ہے اے سنگ دل ترسا — ہمارا دل بہت ترسا، ارے ترسا، نہ اب ترسا

میں اس پر مبتلا وہ غیر مذہب شوخ ابتر سا — قیامت ہے مسلماں عاشق اور معشوق ہو ترسا

فقط تیر نگہ سے تو نہ دل کی آرزو نکلے — ترے قرباں لگا اب کے کوئی اس سے بھی بہتر سا

نہ جاؤں میں تو اس کے پاس لیکن کیا کروں یارو — یکایک کچھ جگر میں آکے لگ جاتا ہے نشتر سا

پکارا دور سے نے کر صفیر اس نے تو کیا میرا — دھڑک کر یک بیک سینے میں لوٹا دل کبوتر سا

ہوا بیمار تیرے عشق میں جو چرخ چارم پر — مسیحا پڑھ رہا ہے کچھ بچھا کر اپنا بستر سا

نظیر اک دو گلے کرنے بہت ہوتے ہیں خوباں سے
چلو اب چپ رہو بس کھول بیٹھے تم تو دفتر سا

چاند اپنا تو کسی اور کا ہالا نکلا — ہم نے سمجھا تھا جسے گل سو وہ لالا نکلا

بھیک لینے ترے اس گورے سے مکھڑے کی رات — بدر چاندی کا لیے ہاتھ میں پیالا نکلا

تھا ارادہ تری فریاد کریں حاکم سے — وہ بھی کم بخت ترا چاہنے والا نکلا

اس کے چہرے پہ نہیں کاکل مشکیں کی نمود — یہ پٹاے کے تئیں توڑ کے کالا نکلا

رات کوٹھے پہ پڑھا وہ تو کہوں کیا واللہ (ق) — کوند بجلی سے بھی حسن اس کا دو بالا نکلا

طور پر جیسے کسی وقت میں چمکی تھی چمک — کچھ سر بام سے ویسا ہی اجالا نکلا

مٹ گئے شور و فغاں جی کے نکلتے ہی نظیرؔ
پھر نہ سینے سے اُٹھی آہ نہ نالا نکلا

جال میں زر کے اگر موتی کا دانا ہوگا
وہ نہ اُس دام میں آوے گا جو دانا ہوگا

دام زلف اور جہاں خال کا دانا ہوگا
پھنس ہی جاوے گا غرض کیسا ہی دانا ہوگا

دل کو ہم لائے تھے مژگاں کی صفیں دکھلانے
یہ نہ سمجھے تھے کہ تیروں کا نشانا ہوگا

آج دیکھ اُس نے مری چاہ کی چتون یارو
منہ سے گو کچھ نہ کہا دل میں تو جانا ہوگا

پھر نظر دیکھیں گے اُس عہد شکن کی صورت
دیکھیے کون سا یارب وہ زمانا ہوگا

خوں بہانے کے مرے حشر میں جب ہوگا بیاں (ق)
دیکھیں کیا اُس گھڑی قاتل کو بہانا ہوگا

واں بھی کچھ ایسی ہی کہہ دے گا کہ جس سے اُس کو
بات کی بات بہانے کا بہانا ہوگا

تلخیِ مرگ جسے کہتے ہیں افسوس افسوس
ایک دن سب کے تئیں زہر یہ کھانا ہوگا

دیکھ لے اِس چمن دہر کو دل بھر کے نظیرؔ
پھر ترا کاہے کو اس باغ میں آنا ہوگا

عیسیٰ کی قُم سے حکم نہیں کم فقیر کا
اُرنی پکارتا ہے سدا دم فقیر کا

خوبی بھری ہے جس میں دو عالم کی کوٹ کوٹ
اللہ نے کیا ہے وہ عالم فقیر کا

سب جھوٹ ہے کہ تم کو ہمارا ہو غم میاں
بابا کسے خدا کے سوا غم فقیر کا

ہم کیوں نہ اپنے آپ کو رولیویں جیتے جی
اے دوست کون پھر کرے ماتم فقیر کا

مر جاویں ہم تو پر نہ خبر ہو یہ تم کو آہ
کیا جانے کب جہاں سے گیا دم فقیر کا

اب ہم پہ کیا گزرتی ہے اور کیا گزر گئی
کس سے کہیں وہ یار ہے محرم فقیر کا

جب جیتے جی کسی نے نہ پوچھا تو مہرباں
پھر بعد مرگ کس کو رہا غم فقیر کا

ہو کیوں نہ اُس کو فقر کی باتوں میں دستگاہ
ہے بالکا نظیرؔ پُراتم فقیر کا

کدھر ہے آج الٰہی وہ شوخ چھلبلیا
کہ جس کے غم سے مرا دل ہوا ہے باولیا

تمام گوروں کے حیرت سے رنگ اُڑ جاتے
جو گھر سے آج نکلتا مرا وہ سانولیا

تجھے خبر نہیں بلبل کہ باغ سے گل چیں ۔۔۔ بڑی سی پھولوں کی اک بھر کے لے گیا ڈلیا

نظیرؔ یار کی ہم نے جو کل ضیافت کی (ق) ۔۔۔ پکایا قرض منگا کر پلاؤ اور قلیا

سو یار آپ نہ آیا رقیب کو بھیجا ۔۔۔ ہزار حیف اہم ایسے نصیب کے بلیا

ادھر تو قرض ہوا اور اُدھر نہ آیا یار

پکائی کھیر تھی قسمت سے ہو گیا دلیا

خط بھی آیا تو بھی ظالم مجھ کو ترساتا رہا ۔۔۔ جیسے شرماتا تھا جب ویسا ہی شرماتا رہا

آہ کے نالے کے ٹھنڈی سانس کے یا اشک کے ۔۔۔ اب خدا جانے کہ کس کے ساتھ جی جاتا رہا

سہو سے اک شب جو میرا لگ گیا زلفوں کو ہاتھ ۔۔۔ کیا کہوں کیا کیا بلا سر پر مرے لاتا رہا

وہ تو وہ پر اس کجی ذاتی کو دیکھا چاہیے ۔۔۔ زلف کافر کا بھی اک اک بال بل کھاتا رہا

اٹھ گیا پردہ جو اُس شکرپی کے منہ سے رات ۔۔۔ اس قدر دل غش میں آکر آپ سے جاتا رہا

جو سر اُس کا رکھ کے زانو پر میں چشم تر سے آہ ۔۔۔ دو گھڑی تک پانی اُس کے منہ میں ٹپکاتا رہا

یار سے ہو کر خفا غیروں سے کیا ملنا نظیرؔ

منہ سے ٹھہرا بیر جب پھر دم[1] سے کیا ناتا رہا

گلہ لکھوں میں اگر تیرے غم کے چھلوں کا ۔۔۔ تو پھر نباہ نہ چھلوں کا اور نہ پہلوں کا

سنے سے نام محبت کا تھرتھراتے ہیں ۔۔۔ یہ کچھ تو حال ہے تیرے ستم کے دہلوں کا

جدھر کو دیکھے اُدھر آپ ہی چمکتا ہے ۔۔۔ مزا پڑے نہ اُسے کیوں کے شیش محلوں کا

کہا میں یار سے اک دن کہ دل یہ چاہے ہے (ق) ۔۔۔ طریق جیسے ہے عشرت کے اہلے گہلوں کا

مکاں ہو ایک سنہرا دھرے ہوں شیشہ و جام ۔۔۔ بچھا ہو فرش بھی واں بادلے رو پہلوں کا

کھلی ہو چاندنی بکھرے ہوں ڈھیر پھولوں کے ۔۔۔ پلنگ بھی نرمی سے ہو جیسے روئی پہلوں کا

یہ سن کے اُس نے کہا یہ تو وہ مثل ہے نظیرؔ ۔۔۔ کہ سو دیں جھونپڑے میں خواب دیکھیں محلوں کا

اُس نے کہا کہ مجھ سا غنچہ دہن ہے کون سا ۔۔۔ میں نے کہا کہ واقعی اس میں سخن ہے کون سا

دیکھے ہے کیا چمن کو تو جس کی چمن ہے رنگ دلو ۔۔۔ دیکھے تو دیکھ اسے کہ وہ رشک چمن ہے کون سا

---

[1] اصل میں "دم" ہے جو "دُم" بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

قبلہ نما کی طرح سے تکتی ہے جس کو چشمِ خلق
ایسے تو اب تمھیں ہو اور قبلۂ من ہے کون سا

لعل و دُر اُس کے دیکھ کر ہم نے نہ جانا پھر کہ یاں
لعلِ یمن ہے کون سا دُرِّ عدن ہے کون سا

برگِ گلِ بہشت بھی ہو جسے خارِ پیرہن
یہ تو اُسی کا جسم ہے اور بدن ہے کون سا

اُس کی جو بوئے زلف سے رکھتے ہے عزم ہمسری
میں بھی تو دیکھوں ٹک اُسے مشکِ ختن ہے کون سا

تو جو نظیرؔ شادماں بیٹھا ہے گھر بنا کے یاں
کچھ تو خیال کر میاں تیرا وطن ہے کون سا

گرم یاں یوں تو بڑا حُسن کا بازار رہا
میں فقط ایک دُکان کا ہی خریدار رہا

دیکھا میں جب اُسے پھر آئینۂ چشم کے بیچ
تا دمِ مرگ وہی عکس نمودار رہا

کس طرح دیکھتے ہم جا کے چمن میں سنبل
دل تو اُس کاکلِ مشکیں میں گرفتار رہا

آ پھنسا جو کوئی اس دام گہِ ہستی میں
تھا جو دانا تو بہت زیست سے بیزار رہا

بس جو ہوتا تو نہ رہتا کبھی دنیا میں نظیرؔ
تھا جو بے بس کوئی دن اِس لیے لاچار رہا

گہہ چشم اُٹھا رُخ پر مرآت لقا ہونا
گہہ سر بہ گریباں ہو ہم چشمِ حیا ہونا

ہر ایک جو دو کرتے اُس تیغ سے ابرو کی
یہ فائدہ ہے یعنی یکتا سے دوتا ہونا

اُس نخلِ قامت کا یہ پھل ہے کہ دیکھ اُس کو
جوں نخلِ خزاں دیدہ بے برگ و نوا ہونا

کاکل کی رسا کا بھی ہے لطف یہ کچھ جس سے
ہر صبح نسیم آسا زنجیر بہ پا ہونا

اُس چشم کی صحبت سے کچھ اور نہیں حاصل
بیمار مگر ہو کر محتاجِ دوا ہونا

گو حُسن سے فندق کے دل شاد ہوا لیکن
پڑتا ہے کئی دن تک انگشت نما ہونا

بالفرض سراپا یہ ہو کوئی نظیرؔ عاشق
اس سے تو پھر آخر کو ہے بے سر و پا ہونا

گرم گلشن میں جو کل وہ رشکِ مہر و مہ گیا
جب پھر اواں سے تو گُل بازار تک ہمرہ گیا

دُرّہ و آوازِ خندیدن سے کاہل پھر تک
گُل سے نذر بلبل سے چہچہ کبک سے قہقہہ گیا

دیکھ اُسے رنگِ بہار و سرو[ف] و گل اور آب جو
اِک اُڑا اِک گر گیا اِک جل گیا اِک بہہ گیا

ف اصل: "رنگ و بہار و سرو گل"

ہو گیا سنتے ہی بے دم، بے قرار و بے حواس — گوشِ دل میں نامہ بر کیا جانے کیا کچھ کہہ گیا

وائے! آخر ہم رہے اور نے وہ سروِ گل عذار — قصہ خوانوں کے مگر کہنے کو قصہ رہ گیا

کس توقع پر کرے یاں کی کوئی ثروت بہم (ق) — جب کہ خالی ہاتھ اسکندر سا شاہنشہ گیا

غور سے دیکھا تو اُس کے طاقِ ہستی پر نظیرؔ

اتنی حشمت میں فقط اک آئینہ ہی رہ گیا

ہوا خورشید کے دیکھے سے دونا اضطراب اپنا — کہ یہ نکلا سحر کو اور نہ نکلا آفتاب اپنا

ترے مُنہ کے جو ہر دم روبرو آئنے کو کہتا ہے — ذرا آئینہ لے کر مُنہ تو دیکھے آفتاب اپنا

نہ اتنا ظلم کر اے چاندنی بہرِ خدا چھپ جا — تجھے دیکھے سے یاد آتا ہے مجھ کو ماہتاب اپنا

خفا دیکھا ہے اُس کو خواب میں دل سخت مضطر ہے — کھلاوے دیکھیے کیا کیا گُل تعبیرِ خواب اپنا

سحر آسا عیاں ہوتے ہی لی راہِ عدم ہم نے — ہوا آنا بھی اور جانا بھی ایسا کچھ شتاب اپنا

نظیرؔ اس بحر میں فرصت کم اور عیش و طرب لاکھوں — تو پھر اب حق بہ جانب ہے کرے کیا کیا حساب اپنا

لے دل مہر سے پھر رسمِ جفا کاری کیا — تم دلآرام ہو کرتے ہو دل آزاری کیا

تم سے جو ہو سو کرو ہم نہیں ہونے کے خفا — کچھ نہیں اور سے کرنی ہے نئی یاری کیا

آئے ہو دل کے لیے کیوں بن بیٹھے ہو غریب — ہم کو معلوم نہیں آپ کی عیاری کیا

ہو جو معشوق تو کرنا اُسے لازم ہے نمود — اور جو عاشق ہو تو عاشق کی نمود داری کیا

جوں حباب آئے ہیں ملنے کو نہ ہو چیں بہ جبیں — ہم سے اک دم کے لیے کرتے ہو بیزاری کیا

تیغِ ابرو کی تو الفت نے کیا دل کو دو نیم — دیکھیں اب کرتی ہے کاکل کی گرفتاری کیا

کس لیے دل پہ اٹھاتے ہو سنانِ مژہ آہ — نہیں زخمِ دمِ شمشیرِ نگہ کاری کیا

دیکھ کر ہم نے اُسے دل کو چھپایا اک دن (ق) — ہنس دیا اور کہا کرتے ہو ہشیاری کیا

اک نگہ سے ابھی ہم چاہیں تو لے لیویں نظیرؔ

روک سکتی ہے ہمیں ایسی نگہ داری کیا

غوشتس تصور میں جب میں نے اُسے مسکا — لب ہائے مبارک سے اک شور تھا لبس لبس کا

وبار حسریر اُس کا مسکا نگہِ گل سے — شبنم سے کہا ای بلبل، پیراہنِ گُل مسکا

اُس تن کو نہیں طاقت شبنم کے تلبّس سے
ای دستِ ہوس، اس پر تو قصد نہ کر مَس کا

ملتی ہی پری آنکھیں اور حور جبیں سا ہی
ہر نقش جہاں، یارو، اُس پائے مقدّس کا

تر رکھیو سدا یارب، تو اِس مژۂ تر کو
ہم عطر لگاتے ہیں گرمی میں اسی خَس کا

اِس گریۂ خونیں کی دولت سے نظیرؔ اپنے
اب کلبۂ احزاں میں کُل فرش ہی اطلس کا

عشق کا مارا نہ صحرا ہی پہ کچھ چوپٹ پڑا
ہی جہاں اُس کا عمل وہ شہر بھی ہم پٹ پڑا

عاشقوں کے قتل کو کیا تیز ہی ابرو کی تیغ
ٹک اُدھر جنبش ہوئی اور سر اِدھر سے کٹ پڑا

اشک کی نوک مژہ پر شیشہ بازی دیکھیے
کیا کلائیں کھیلتا ہی بانس پر یہ نٹ پڑا

شاید اُس غنچہ دہن کو ہنستے دیکھا باغ میں
اب تلک غنچہ بلائیں لیتا ہی چٹ پٹ[1] پڑا

دیکھ کر اُس کے سراپا کو یہ کہتی ہی پری
سر سے لے کر پاؤں تک یاں[2] حسن آ کر جھپٹ پڑا

کیا تماشا ہی کہ وہ چنچل ہٹیلا چلبلا
اور سے تو ہٹ گیا، پر میرے دل پر ہٹ پڑا

کیا ہوا گو مرگیا فرہاد لیکن، دوستو
بیستوں پر ہو رہا ہی آج تک کھٹ کھٹ پڑا

ہجر کی شب میں جو کھینچی آن کر نالے نے تیغ
کی پٹے بازی وہ لے تا تیر سے ہٹ ہٹ پڑا

دل بڑھا کر اس میں کھینچا آہ نے پھر نیمچہ
ای نظیرؔ، آخر وہ اُس کا نیمچہ بھی ہٹ پڑا

اگر اُس گل بدن کا دل میں کچھ آثار ہو پیدا
تو پھر اپنے ہی سینے میں عجب گلزار ہو پیدا

ہم اپنے قتل ہونے کا ابھی جوہر دکھا دیویں
اگر قاتل کی ابرو کی کہیں تلوار ہو پیدا

تجلّی طور کی ٹھہری[3] نگاہوں میں جھپک جاوے
اگر موسیٰ سا کوئی طالبِ دیدار ہو پیدا

جس آئینہ میں یک باری[5] جمال اُس کا نظر آوے
تو روزِ حشر تک اُس میں نہ پھر زنگار ہو پیدا

اگر انکار کی لذت کو ہم سمجھیں تو پھر، یارو
اُسی انکار کے پردے سے پھر اقرار ہو پیدا

کروں زنّار اپنی گردنِ دل[4] کا نظیرؔ اُس کو
اگر اُس زلفِ کافر کا کہیں اک تار ہو پیدا

---

[1] اصل میں "چٹ پٹ" ہی ہی۔ [2] اصل: "سر سے لے کر پاؤں یا"۔ [3] اصل: "ٹھہریں"۔ [4] اصل: "گردن زنّار اپنے گردن دل کا"۔ [5] اصل: "اکبار"۔

دل پری رویوں کی چاہت سے تو ہے مغرور کیا؟ — اُن کے دیوانوں میں تنہا ہے تو ہی مشہور کیا؟

وصف سُن حور و پری کا یوں کہا بک بک نہ کر — حسن میں ہم سے زیادہ ہے پری اور حور کیا؟

جب کہا "ہم تو تمھیں اُٹھنے نہ دیں گے بزم سے" — ہنس کے فرمایا "کسی کی تاب کیا مقدور کیا؟"

جتنے دل لیتے ہیں پھر رکھتے ہیں اُس کو تلخ کام — کیوں جی! اِن شیریں لبوں کا ہے یہی دستور کیا؟

مُنہ بنائے کس لیے بیٹھے ہو دل تو لے چلے — اب جبیں کرنے سے پُرچیں ہے تمھیں منظور کیا؟

جاں اگر درکار ہے تم کو تو کہتے کیوں نہیں؟ — اُس کا بھی دے ڈالنا اے جان! ہے ہم کو دور کیا؟

تو جو ہو کر دو بدو آج اُس کو دیکھ آیا نظیرؔ
اس کا بدلا تجھ سے وہ لے گا۔ تو ہے مسرور کیا؟

جب اُس کے ہی ملنے سے ناکام آیا — تو یارب یہ دل میرا کس کام آیا

کبھی اُس تغافل منش کی طرف سے — نہ قاصد نہ نامہ، نہ پیغام آیا

صد افسوس، دم اپنا نکلا ہے کس دم — کہ جب گھر کے گھر تک وہ گل فام آیا

مجھے صبح کو قتل کر وہ مسیحا (ق) — جو گھر اپنے فرخندہ فرجام آیا

کسی نے مری بات بھی واں نہ پوچھی — اگرچہ ہر اک خاص اور عام آیا

غرض پھر اُسی کو جو یاد آئی میری — تو گھبرا کے جس دم ہوئی شام آیا

جِلایا، اُٹھایا، گلے سے لگایا — عزیزو! پھر آخر وہی کام آیا

گئی بے وفائی نظیرؔ اب جہاں سے
وفاداریوں کا بھی ہنگام آیا

بہ حسبِ عقل تو کوئی نہیں سامان ملنے کا — مگر دنیا سے لے جاویں گے ہم ارمان ملنے کا

عجب مشکل ہے کیا کیجیے بغیر از جان دینے کے — کوئی نقشا نظر آتا نہیں آسان ملنے کا

ہمیں تو خاک میں جا کر بھی کیا کیا بے کلی ہوگی — جب آ جاوے گا اُس غنچہ دہن سے دھیان ملنے کا

کسی سے ملنے آئے تھے سو یاں بھی ہو چلے اِک دم — کہے دیتا ہوں یہ مجھ پر نہیں احسان ملنے کا

نظیرؔ اک عمر ہم اُس دل رُبا کے وصل کی خاطر (ق) — بہت روئے، بہت چیخے، پہ کیا اِمکان ملنے کا

ہماری بے قراری اضطرابی کچھ نہ کام آئی
وہ خود ہی آ ملا جب وقت آیا آن ملنے کا

فرہنگ

آت گھات = پہلا لفظ دوسرے کا تابع مہمل ہے۔
آٹنا یا آمٹنا = لغات ہندی میں بمعنی تونپنا۔
دبانا، ملتا ہے۔ غالباً نظیر نے اٹنا کا
متعدی بنایا ہے۔
آٹھن = مہینے کی آٹھویں تاریخ۔
آدر = आदर = عزت و احترام۔
آسا (سنسکرت۔ آشا) = امید۔ آس۔
آس پجانا = امید کا پورا کرنا۔
آشیربچن = आशीर्वचन = الفاظِ دعائیہ
دعا کے کلمات۔
آکاس (سنسکرت۔ آکاش) = آسمان۔
آکھ = آک = مدار کا درخت پھل پھول وغیرہ۔
آگے = آگئے۔
آنند = خوشی۔ مسرت۔ راحت۔ مزہ
آنند بدھاوا = وہ بدھاوا جو خوشی کے موقع
پر دیا جائے۔
آنندیں = خوشیاں۔ مزے۔
آنکھ اٹھانا = قطع نظر کرنا۔
ابرن (سنسکرت۔ آورن)۔ زیور۔ لباس۔

ابرن ہو आभरण = زیوروں یا لباس سے بھی
اُبکار = اُپکار = उपकार = مدد۔ بھلائی
نیک کام۔ مہربانی۔ یہاں بمعنی انداز و اطوار
اَبلا = अबला = زنِ نازک اندام۔
اُپاو = اُپائے = تدبیر۔ انتظام۔
اپر = اوپر۔
اُپکار = دیکھو۔ اُبکار۔
ات بھاری = अतिभारी = بہت ہی بھاری
اتیت = अतीत = تارک الدنیا
ہندو فقیر۔ جتی۔
اڈّا = अड्डा = مچان۔ برج۔
اٹک = روک۔ رکاوٹ۔
اٹل = جو اپنی جگہ پر قائم رہے = اُستوار۔
مستحکم۔
اجگر کے دتا رام = خدا اژدہے کو بھی دیتا ہے
خدا سب کا رازق ہے۔
اچنبھا = حیرت۔ استعجاب۔
ادھر = ہونٹ۔ معلق۔
ادھک = अधिक = زیادہ۔

ادھن = غریب ۔ کنگال ۔

ادھینی = अधीनी = عجز و انکسار ۔ بے بسی ۔ ماتحتی ۔

ارداس = دعا مانگنا ۔ عرض کرنا ۔ (یہ عرض داشت کا بگڑا ہوا نہیں ہے ۔ بلکہ سنسکرت سے نکلا ہے ۔ "ارد" بہ معنی مانگنا ۔ "آشا" بہ معنی امید)

اُسارا = ओसारा = دالان ۔ برآمدہ ۔ سایبان ۔

استُت = अस्तुत = अस्तुति ۔ تعریف و توصیف ۔ اس معنی میں یہ سنسکرت کا نہیں ہندی کا لفظ مانا جائے گا ۔

اِستھَل = इस्थल = स्थल ۔ وہ خانقاہ جس میں مختلف العقائد ہندو فقیر ایک مہنت کی ماتحتی میں رہتے ہیں ۔

اسیس = आशीस = دعائیں ۔

اِشٹ = इष्ट = ارادت ۔ عقیدت

اِشٹی = इष्टी = ارادت مند ۔ عقیدت مند

اکاس = دیکھو ۔ آکاس ۔

اِکلائی = ایک پاٹ کا مہین دوپٹا یا چادر

اگوانی لینا = استقبال ۔

اگھاسُر = अघासुर = متھرا کے راجہ کنس کا سپہ سالار ۔ جسے سری کرشن نے مارا تھا ۔

اَلکیں = अलकें = زُلفیں (واحد : الک)

اَنت = अन्त = انجام ۔ آخر ۔ دوسرا مقام ۔

انترجامی = अन्तरयामी = دلوں کا بھید جاننے والا ۔ خدا ۔

اِندر = ایک دیوتا جس کا مقام سورج اور زمین کے درمیان ہے اور پانی برساتا ہے ۔ اسے دیوتاؤں کا راجہ مانتے ہیں ۔ اس کی سواری ایراوت (ہاتھی) اور ہتھیار بجلی ہے ۔ بیوی کا نام "شچی" (शची) اور بیٹے کا "جینت" (जयन्त) ہے ۔ اس کی سبھا کا نام "سُدھرما" (सुधर्मा) ہے ۔ جس میں دیو گندھرو (गंधर्व اندر کی سبھا کے گویّے) اور اپسرائیں (अप्सराएं = اندر کی سبھا میں ناچنے والی پریاں) رہتی ہیں ۔ اس کا شہر امراوتی اور جنگل نندن (नंदन) ہے ۔ گھوڑے کا نام "اُچّیشروا" (उच्चैःश्रवा) اونچا سننے والا بہرا ۔ جس کا رنگ سفید کان کھڑے کھڑے اور منہ سات ہیں اور رتھبان کا ماتلی (मातलि) ہے ۔

انوپ = अनूप = بے نظیر۔ اعلیٰ درجے کا۔
انیک = अनेक = طرح طرح کے بے انتہا۔ بہت سے۔
اوتار = अवतार = پرانوں = पुराणों = پرانوں کے مطابق کسی دیوتا کا پیکر انسانی میں ظہور۔
اوتاری = اترنے والا۔ وہ دیوتا جو پیکر انسانی میں ظاہر ہوا ہو۔
اُودھر = اُدھر
اُور = ओर = جانب۔ طرف۔
اوستا = اوستھا = अवस्था = عمر۔ حالت۔
اونگے مُنہ = औंगे = मुँह = خاموش۔
اِیدھر = اِدھر۔
ایشر = ایشور = ईश्वर = قادر مطلق خدا۔
باراہ = وراہ = وَراہ = سوَر = وشنو کا تیسری دفعہ ظاہر ہونا بہ شکل خنزیر۔
باس = واس = رہنا۔ سکونت۔
باسک = واسکی = वासुकी = آٹھ ناگوں میں دوسرا ناگ راجہ جس کے پھن پر دنیا قائم ہے۔ امرت نکالنے کے لیے جب سمندر متھا گیا تھا تو دیوتاؤں نے مندر پہاڑ کی رَئی اور اس سانپ کی رسّی بنائی تھی۔

بالک = بچہ۔ لڑکا
بالکا = جوگیوں یا سنیاسیوں کا چیلا۔ لڑکی
بالن = بال بہت سے۔ بہت سے کان کے بالے۔ بچے۔
بالنا = جلانا۔
بالی = بھولی بھالی کم عمر لڑکی۔ کان کا ایک زیور۔
بالے = بھولے بھالے کم عمر لڑکے۔ کان کے زیور۔
بامن = باھمن۔ برہمن
بان = سج دھج۔ عادت۔ تیر
بانا باندھنا = ہتھیار لگانا۔ مسلّح ہونا
بانچنا = बाँचना = پڑھنا۔
بانی = وانی = آواز۔ سادھو مہاتماؤں کا وعظ و کلام۔
باولیا = باؤلا
بپتا = बिपता = آفت۔ مصیبت۔
بتاسُر۔ بتساسُر = बत्सासुर = متھرا کے راجہ کنس کا ایک ملازم یا ندیم جسے سری کرشن جی نے مارا۔ یہ راکشس بچھڑا بن کر اُن پر حملہ آور ہوا تھا۔
بت کہائی = بات چیت
بتھا = बिथा = درد۔ دکھ۔ تکلیف۔

بٹوہی = बटोही = راہ رو۔ مسافر

بٹے۔ بٹّا۔ बट्टा = زیور رکھنے کی ڈبیا

بجیا = बजैया = بجانے والا۔

بچن = वचन = آواز۔ لفظ۔ وعظ۔ کلام۔

بچھ ہرن = वत्सहरण = برہما نے ایک دفعہ سری کرشن اور اُن کے ساتھیوں کی گائیں چورالی تھیں سال بھر بعد کرشن جی نے اُنھیں چھڑایا تھا۔

بر = شوہر۔ وہ بات جو کسی دیوتا وغیرہ کے دینے سے ملی ہو۔

براجنا = رونق افروز ہونا۔

براجوری (باراجوری کا مخفف) = زبردستی

برج چند = برج یعنی گوکل کے چاند۔ مراد سری کرشن جی۔

برج راج = برج کے راجہ۔ مراد سری کرشن جی۔

برج نارن = व्रजनारिन = برج کی عورتیں

برکن = برسوں کی تدیم

برکھ بھان = वृषभानु = سری رادھکاجی کے والد کا نام۔ جو پرانوں पुराणों = کے مطابق خدا کے ایک حصے سے پیدا ہوئے تھے ان کے والد کا نام سُربھانو = सुरभानु = اور والدہ کا پدماوتی تھا۔ یہ گوکل کے بڑے سردار تھے اور پہلے راول نام کے گانوں میں رہتے تھے۔ رادھکاجی یہیں پیدا ہوئی تھیں لیکن بعد میں کنس کے مظالم سے تنگ آکر "برسانے" میں جا بسے تھے۔

برن = वर्ण = رنگ۔ ہندوؤں کے چار فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ۔ قسم۔ طور۔ وصف۔ شہرت۔ بڑائی۔ سونا۔ ہیئت۔ تصویر۔

برنا = ایک میوے دار درخت کا نام۔

برنا = بیاہنا۔ شادی کرنا یا ہونا۔

برنن = वर्णन = بیان۔ بیان کرنا۔

برہ = विरह = جدائی۔ ہجر۔

برہسپت = वृहस्पति = برہسپت = وید کے دیوتاؤں میں سے ایک دیوتا۔ نوگرہوں میں سے ایک گرہ۔ ستارۂ مشتری۔

برہما = ब्रह्मा = جہان آفریں۔ منوسمرتی میں لکھا ہے کہ خود پیدا ہونے والے خدا نے جب پانی کو پیدا کر کے اُس میں بیج پھینکا تو اُس سے ایک نورانی انڈا پیدا ہوا اور اُس میں سے برہما۔۔۔

برہن = विरहिन = مہجور عورت۔

بڑبل = زبردست، بہت طاقتور۔
بڑبھاگی = بہت ہی خوش نصیب و صاحب
اقبال۔
بڑھیا = वढ़ैया = بڑھانے والا، زیادہ کرنے والا
بسارنا = बिसारना = بھلادینا۔ متعدی
"بسرنا" (بھولنا) کا۔
بستار = बिस्तार = پھیلاؤ، تشریح، بیان
بسدیو = वसुदेव = یدوبنسیوں کے
بہادر خاندان کے ایک راجہ جو شری
کرشن جی کے والد تھے۔ اُن کے باپ
کا نام "دیومیڑھ" اور ماں کا "مارشا"
تھا۔ اُن کی پیدائش کے وقت جنت
میں نقارے کی آواز سنائی دی تھی۔
اپنے باپ کی سب سے بڑی اولاد تھے۔
بارہ بیویوں کے علاوہ دو جاریہ (لونڈیاں)
بھی تھیں۔ "روہنی" کے شکم سے "بل رام"
اور "دیوکی" کے شکم سے "شری کرشن"
پیدا ہوئے +
بسرنا = बिसरना = بھولنا۔
بسنے ہارے = رہنے والے۔
بسیا = बसैया = بسنے والے
بشنو = विष्णु = ہندوؤں کے ایک
خاص اور بہت بڑے دیوتا جو کائنات
کے آباد آراستہ و پرورش کرنے والے
مانے جاتے ہیں۔ برہما کے ایک خاص
مظہر بھی سمجھے جاتے ہیں +
وشنو کو ہندوستانی قدیم الایام
سے دیوتا مانتے اور نہایت ارادت و
اعتقاد سے اُن کی پرستش کرتے آئے
ہیں۔ اگرچہ "رگوید" نے ان کو کوئی خاص
اہمیت نہیں دی لیکن "براہمن" ان کی ثناؤ
صفت میں رطب اللسان ہیں۔ بروے
رگوید قوی ہیکل جوان ہیں۔ صرف
تین قدموں میں دنیا کا فاصلہ طے
کرجاتے ہیں۔ ایک گروہ کا مقولہ ہے
کہ تین قدموں سے مراد آفتاب کا
طلوع و غروب ہونا اور نصف النہار
پر پہنچنا۔ دوسرا کہتا ہے کہ یہ استعارہ
ہے عالم علوی، عالم سفلی اور اُس عالم
سے جو ان دونوں کے درمیان ہے۔
معینہ و مقررہ رفتار سے جلد جلد بہت
دور تک چل سکتے ہیں۔ اندر سے
دوستانہ تھا اس لیے "ورتر" سے لڑنے
میں مدد دی۔ وشنو اور اندر دونوں
مل کر "واتا ورن۔ انت ررکش۔ سورج۔
اکشا۔ اور اگنی" کو پیدا کیا۔ زمین و آسمان

اور عالم حیوانات کا سہارا وشنو ہی ہیں۔
رگوید اور "شت پتھ براہمن" میں کچھ ایسے
قصے بھی ملتے ہیں جن کو زمانِ پران کی ان
حکایات کا ماخذ سمجھنا چاہیے جن میں "وراہ
متسیہ - اور کورم" کا ذکر ہے۔ زمانِ وید
میں انھیں دولت شجاعت اور طاقت کا منبع
اور قاضی الحاجات تسلیم کیا جاتا تھا۔
پرانوں میں لکھا ہے کہ یہ دفعتاً فوقتاً اس
تیرہ خاک دان میں اس لیے پیکر انسانی
میں ظہور پذیر ہوئے کہ زمین کا بوجھ ہلکا
ہو جائے، دنیا میں امن و راحت کا دور دورہ
رہے، اور بدکردار گنہگار اپنے کیے کی
سزا پائیں۔ کہتے ہیں وہ ۲۴ بار اس دنیا
میں ظہور پذیر ہوئے۔ ان مظاہر میں
جن دس کو اہمیت حاصل ہے وہ یہ
ہیں:۔ متسیہ۔ کچھپ۔ واراہ۔ نرسنگھ
وامن۔ پرشورام۔ رام۔ کرشن۔ بدھ
کلک + پرانوں میں ان کی نسبت طرح
طرح کے قصے اور عظمت و بزرگی کے
افسانے درج ہیں۔ ان کے ماننے والے
"وشنو" کہلاتے ہیں۔ لکشمی - یا شری
بیوی کا نام ہے۔ رنگ سیاہ اور چار بازو
ہیں۔ حسن لازوال کے مالک ہیں۔

چاروں ہاتھوں میں سنکھ، چکر، عصا اور
کنول لیے رہتے ہیں۔ سنکھ کا نام "پانچ
جنی"، چکر کا "سُدرشن"۔ عصا کا "کومودکی"۔
تلوار کا "نندک" اور کمان کا "شارنگ" ہے۔
سواری میں گروڑ ہے جس کا نام "وین تیئے"
ہے۔ پران نے اِن کے ایک ہزار نام بتائے ہیں
جن کا وظیفہ باعث فلاح و بہبود ہے۔
یہ اِن ناموں سے بھی مشہور ہیں:۔ نارائن۔
کرشن۔ بیکنٹھ۔ دامودر۔ کیشو۔ مادھو۔
گوبند۔ پیتامبر۔ جناردن۔ چکرپان۔
شری پت۔ مدھوسودن۔ ہر +

بکاسُر = बकासुर = ایک راکشس
کا نام جو بگلا بن کر کرشن جی پر حملہ آور
ہوا اور اُسے اُنھوں نے مار ڈالا۔

بکھاننا = بیان کرنا۔

بگانہ = بے گانہ

بگڑا = بگڑیا = बगाड़िया = دغا باز

بَل = طاقت قوت

بَلِ = बलि = وِروچن کے بیٹے اور
پرہلاد کے پوتے کا نام۔ یہ دیت قوم
کا راجہ تھا۔ وشنو نے وامن کی شکل
میں ظہور پذیر ہو کر اسے فریب دے
کر تحت الثریٰ میں بھیجا تھا۔

بلدیو جی = کرشن جی کے بھائی جو روہنی کے
بیٹے تھے۔
بلہاری = قربان۔ صدقے۔
بلی = طاقت ور۔
بلیا = بل والا = بلی
بن = کپاس۔
بن بن = جنگل جنگل
بن کنج پھریا = جنگل کے کنجوں میں پھرنے والا۔
شری کرشن۔
بند = کاغذ کا پرزہ۔ جو چوڑا کم اور لمبا زیادہ
ہو یعنی کاغذ کی چٹ۔ ہنر۔ طور طریقے۔
بندرابن = वृंदावन = ضلع متھرا کا ایک
تیرتھ جو شری کرشن جی کے کھیل کود کا
میدان مانا جاتا ہے کہتے ہیں کہ لڑکپن
میں شری کرشن نے جو کرامتیں دکھائیں
اُن میں سے زیادہ تر یہیں
دکھائیں۔ پرانوں میں اس کی بابت
عجیب و غریب قصص و حکایات درج ہیں۔
بنکے = گہنے زیور۔ لباس۔
بنواری = شری کرشن کا ایک نام
بوجھنا = سمجھنا
بورنا = ڈبونا
بول یا بولی بولنا = نیلام کی آواز لگانا۔

دام لگانا۔ منت ماننا کسی دیوی دیوتا
کے نام کا کچھ اُٹھانا۔
بھاجی = کھانے کا حصّہ۔
بہاری = محبت اور عیش و عشرت کرنے
والا۔ سری کرشن جی کے ناموں میں سے
ایک نام+
بھاگ = حصّہ۔ نصیب۔
بھج بل = قوت بازو۔ قوت بازو رکھنے
والا۔
بھجنا = بار بار پڑھنا۔ یاد کرنا۔
بھرتری ہر = भर्तृहरि = ایک مشہور
قواعد نویس اور شاعر جو اُجین کے
راجہ وکرمادت کے بھائی اور گندھرو سین
کے پرستار زادے تھے۔ کہتے ہیں کہ یوگی
پرمٹے ہوئے تھے لیکن بعد میں اُس کی
بدچلنی کے باعث دنیا چھوڑ دی۔ یہ بھی
کہا جاتا ہے کہ کاشی میں یوگی ہو جانے کے
بعد بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔ بعض
لوگوں کا خیال ہے کہ اِن کے بھائی وکرمادت
ہی نے ان کو مار ڈالا۔ آج کل کچھ یوگی
اور سادھو سارنگی پر ان کی ثنا و صفت گا کر
بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور اپنے
آپ کو انھیں کے مذہب کا بتاتے ہیں+

بھگتا دھاری = وہ شخص جو بھگتوں پر
بھروسا کرے۔ مُرید یا عابد۔
بھگتنی = عابد و زاہد۔ پرستش کرنے والا۔
بھگوان دَیا = فضل آلٰہی۔ رحمت ایزدی
بھُم مخفف بھوم = भूमि = زمین
بھَو = भौ = भव = خوف۔ ڈر
بھُور = भोर = صبح
بھُوگ کا بِلسیا = حظوظ و لذائذ دنیاوی
سے بخوبی متمتع ہونے والا۔ عیش و
عشرت پسند۔ عیّاش۔
بھوماسر = भौमासुर = نرکاسُر نام کا راکشس
کہتے ہیں کہ جس وقت بھگوان واراہ کی
شکل میں نمودار ہوئے اُس وقت
اُنھوں نے زمین کے ساتھ ہم بستری
کی اور اُس کے حمل رہ گیا۔ جب
دیوتاؤں کو معلوم ہوا کہ اس کے بطن
میں ایک بڑا ہیبت ناک اور طاقت ور
راکشس ہے تو انھوں نے اس کے
وضع حمل کو روک دیا۔ اِس پر زمین
بھگوان کی بارگاہ میں فریاد لے گئی۔
بھگوان نے دعا دی کہ جب "ترتیا"
میں رام چندر کے ہاتھ سے راون مارا
جائے گا اُس وقت تمھارے بطن سے
ایک لڑکا پیدا ہوگا اور اس اثناء میں تمھیں
کوئی تکلیف نہ ہوگی جس وقت راون
مارا گیا اُس وقت زمین کے بطن سے
اُسی جگہ یہ راکشس پیدا ہوا جہاں
سیتا جی پیدا ہوئی تھیں۔ اس لڑکے
کو راجہ جنک نے ۱۶ سال کی عمر تک
پالا اور پڑھایا لکھایا زاں بعد زمین
اُسے راجہ جنک کے ہاں سے اپنے
گھر لے گئی اُسے اس کی پیدائش کے
حالات سے آگاہ کیا اور وشنو کو یاد کیا۔
وہ آئے اور نرک کو لے کر "پراگ
جوتش پور" لے گئے اور وہاں کا راجہ
بنا دیا۔ وِدربھ کی راج کماری مایا
کے ساتھ اسی زمانے میں نرک کی
شادی ہوئی۔ وشنو نے نصیحت کی
کہ تم برہمنوں اور دیوتاؤں وغیرہ کی
مخالفت نہ کرنا اور ایک رتھ دیا جس
کو تیر و تفنگ نقصان نہ پہنچا سکتے
تھے۔ نرک کچھ دنوں تو بہت اچھی
طرح راج کرتا رہا لیکن جب "وانا سُر"
گھومتا پھرتا پراگ جوتش پور پہنچا تو نرک
اُس کی صحبت سے بگڑ گیا اور دیوتاؤں
وغیرہ کو تکلیف دینے لگا۔ اسی زمانے

میں وشٹھ جی کا ماکھیا دیوی کے دشنوں
کو وہاں گئے نرک نے انھیں شہر میں گھسنے
نہ دیا۔ اس پر وہ بہت ناخوش ہوئے
اور بد دعا دی کہ تو جلد ہی اپنے باپ
کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ دانا سُر کی
صلاح سے اس نے ریاضت شروع
کردی اور برہما جی کو خوش کرلیا۔ انھوں
نے دعا دی کہ تجھے دیوتا۔ راکشس
وغیرہ کوئی ہلاک نہ کرسکے گا اور ہمیشہ
تیرا راج قائم رہے گا۔ آخر میں جب
سری کرشن نے اس دنیا میں جنم
لیا تو پراگ جوتش پور پر چڑھائی کی
اور وشنو نے اپنے سُدرشن چکر سے
نرک کا سر اڑا دیا۔ کہتے ہیں کہ اس کے
خزانے میں جتنا مال و متاع تھا
اتنا کُبیر (ہندوؤں کا قارون) کے
پاس بھی نہ تھا۔ یہ سب مال و متاع
سری کرشن اپنے ساتھ دوارکا لے
گئے +

بھوں = भू = भूमि = زمین۔

بھون = بھَون = भवन = گھر

بھویّا = भैया = بھاؤ بتا کر ناچنے
والے لڑکے۔

بھیج = مال گزاری۔ قسط۔ لگان۔

بھیتر = اندر۔

بھید = فرق۔ راز۔

بھیرول = भैरव, शंकर = شنکر۔ مہادیو۔
پرانوں میں آیا ہے کہ جس وقت شوجی
اور "اندھک" راکشس میں باہم لڑائی
ہوئی ہے اس وقت اندھک کے گرز
سے شوجی کے سر کے چار ٹکڑے
ہوگئے اور اس میں سے خون کے
شرارے نکلنے لگے جس سے پانچ بھیرو
پیدا ہوئے۔ بعض فرقے کہتے ہیں کہ
نہیں آٹھ بھیرو پیدا ہوئے تھے۔

بھیکم = भीष्मक = وِدربھ کے راجہ
جو رکمنی کے باپ تھے۔

بیاکلی چھِنی = بے چینی پیدا ہوئی۔

بیجک = وہ فہرست جس میں مال کی تفصیل
شرح اور قیمت وغیرہ درج ہوں۔

بید = वैद्य = حکیم۔

بید = وید = वेद = ہندوؤں کی مقدس
کتاب۔

بیر = वीर = جَنّ۔ بہادر

بیراگی = وہ شخص جس کا دل دنیا سے پھر گیا
ہو۔ تارک الدنیا۔ وِشنو مذہب کے

فقیروں کے ایک فرقے کا نام

بیسر = वेसर = ناک میں پہننے کا ایک زیور۔ نتھنی۔ بُلاق۔

بگی = ؟

بیل = बेल = بیاہ وغیرہ کے کچھ خاص موقعوں پر سمدھیوں اور برادری والوں کی طرف سے حجاموں۔ گانے والیوں اور اسی طرح کے اونیچوں کو تھوڑا تھوڑا انعام۔

بیل = بیلا

پاتال = تحت الثریٰ۔

پاچھے = پیچھے

پاڑنا = کاجل جمع کرنا

پار پروسن = دور نزدیک کی عورتیں۔

پاکھ = (۱) مہینے کا آدھا پندرہ دن (۲) مکان کی چوڑائی کے وہ حصے جو ٹھاٹھ کو رکھنے کے لیے لمبائی کی دیواروں سے بشکل مثلث بلند کیے جاتے ہیں اور جن پر لکڑی کا لمبا موٹا اور مضبوط لٹھا رکھا جاتا ہی۔ مجازاً حمایت کرنے والا۔ سہارا دینے والا۔

پاکھے = واحد پاکھا (دیکھو پاکھ)

پال = چھوٹا خیمہ جس میں اکثر سپاہی رہتے ہیں۔

پکش = पक्ष = مہینے کے دو حصوں میں سے کوئی حصہ۔ پاکھ۔

پاپی = گنہگار

پت = عزت و حرمت۔

پتا = باپ

پتال = پاتال = تحت الثریٰ

پدم = کمل کا پھول یا پودا

پرا = پوروا = چھوٹا گاؤں۔

پران = प्राण = جان۔ روح۔

پران = पुराण = ہندوؤں کی وہ مذہبی حکایات کی کتابیں جن میں پیدائش عالم، قیامت، قدیم بزرگان دین اور راجاؤں کے حالات درج ہیں۔

پربت = پہاڑ۔

پربھوناتھ = جس کے طفیل میں زندگی کے دن کٹتے ہوں۔ خدا۔

پرپیٹھ = ہنڈی کی تیسری نقل

پرت پال = प्रतिपाल = ہر ایک کا پالنے والا۔

پرتل = وہ بیل یا ٹٹو جس پر سوار کا سامان سفر چلتا ہی۔ لدو بیل یا گھوڑا۔

پرتیت = प्रतीति = عزت و حرمت

شہرت ۔ علم ۔ خوشی ۔

پرچھا = परछा = فیصلہ

پردھان = परधान = خاص سردار ۔ سب سے اعلیٰ ۔ وزیر ۔

پرسن = प्रसन्न = خوش

پرسند = प्रसन्नित = خوش

پرکما = پرکرما = परिक्रमा = تقریباً پیدل چلنا ۔ طواف ۔

پرکھ = پہچان ۔ شناخت ۔ نظر ۔

پرگھٹ = پرگٹ = प्रकट = प्रगट = ظاہر ۔ عیاں ۔ مشہور ۔

پرگھڑا = دو ڈھائی برس کا کبوتر جو دو ایک لڑائیاں لڑ چکا ہو ۔

پرمان = प्रमाण = ثبوت ۔ مثال ۔ شہادت ۔

پرنام = प्रणाम = نہایت عقیدت و ارادت سے کیا ہوا سلام ۔

پریت = प्रेत = بھوت ۔ مردہ ۔ پرانوں کے مطابق وہ جسم جو انسان کو مرنے کے بعد ملتا ہے ۔

پرچھیت = परीक्षित = پرکشت = ارجن کے پوتے اور "ابھی منو" کے بیٹے ۔ پانڈو خاندان کے ایک مشہور راجہ

ان کے قصے بہت سے پرانوں میں ملتے ہیں ۔ مہابھارت میں لکھا ہے کہ جس وقت اپنی ماں "اترا" کے پیٹ میں تھے ۔ "درونا چاریہ" کے بیٹے "اشوتھاما" نے پانڈوں کے خاندان کو مٹانے کی غرض سے وہیں مار دینا چاہا ۔ اس نے "ایشیک" نام کا ہتھیار اترا کے پیٹ میں بھونک دیا ۔ پرکشت جھلسے ہوئے مضغہ گوشت کی شکل میں رحم مادر سے نکل آئے ۔ بھگوان سری کرشن کو منظور نہ تھا کہ پانڈو کا خاندان نیست و نابود ہو جائے اس لیے اپنی کرامت سے اس مردے کو زندہ کر دیا ۔ پرکشت نے فن سپہ گری مشہور رتھ بان "کرپاچاریہ" سے جو جنگ مہابھارت میں کوروں کی طرف سے شریک تھے سیکھا تھا ۔ یدھشٹر وغیرہ پانڈو دنیا سے بالکل بے زار ہو چکے اور ریاضت کے آرزومند تھے ۔ اس لیے وہ انھیں جلد ہی ہستناپور کے تخت پر بٹھا کر اور دروپدی کو ساتھ لے کر ریاضت کے لیے چلے گئے ۔ کہتے ہیں کہ راجہ ہونے کے بعد انھوں نے تین اشومیدھ یگیہ کیے جن میں سے

آخری میں دیوتاؤں نے آکر تہرک اپنے ہاتھوں میں لیا + انھیں کے زمان حکومت میں "دواپر" کا خاتمہ اور "کل جگ" کا آغاز مانا گیا ہے۔ ایک مُنی کی شان میں گستاخی کرنے کی سزا میں اُس کے لڑکے نے بددعا دی کہ "تکشک" نام کا سانپ اُن کو ڈس لے۔ چنانچہ اِس بددعا کے ساتویں دن اُس سانپ نے آکر کاٹ کھایا اور یہ مرگئے +

پریکھ لینا = امتحان کرلینا۔

پریکھا = परेखा = اِمتحان۔ اعتماد۔ افسوس۔

پریم = محبت۔ الفت۔

پُستک = کتاب۔

پکھیرو = پرندے۔

پگ = پاؤں۔

پگا یا پگھا = وہ رسّا جو گائے بیل وغیرہ چوپایوں کے گلے میں باندھا جاتا ہے۔

پگنا = محبت میں غرق ہونا۔

پل = وقت کا بہت چھوٹا حصہ جو ۲۴ سکنڈ کا ہوتا ہے۔ پیالی دھوکے بازی۔ رفتار۔ پلڑا۔ پلک۔ لحظ۔

پنچھی = پکشی = पक्षी ، पंछी = چڑیاں

پُنڈر = پونڈر = पौंड्र ، पुंड्र = پُنڈر (بہار) کے ملک کا ایک راجہ جو "جراسندھ" کا رشتہ دار تھا۔ اُس کے باپ کا نام بھی وسدیو تھا اس لیے یہ اپنے آپ کو "واسدیو" کہا کرتا تھا۔ "راج سوئیہ" یگیہ کے وقت بھیم نے اسے ہرایا تھا۔ سری کرشن کی وضع قطع کی نقل کیا کرتا تھا۔ نارد نے اس کے سامنے سری کرشن کی تعریف و توصیف کی تو سُن کر آگ بگولا ہوگیا اور کہنے لگا "میرے سوا اور دوسرا واسدیو کون ہے" ایک "نویہ" وغیرہ بہادروں کو ساتھ لے کر دوارکا پر چڑھائی کی اور سری کرشن کے ہاتھ سے مارا گیا +

پنکھ = पंख = چڑیوں کے پر

پُوتنا = पूतना = ایک راکشسی جو کنس کے بھیجنے سے سری کرشن جی کے بچپن میں انھیں گوکل میں مارنے آئی تھی۔ اس نے اپنی چھاتیوں پر زہر لگا کر سری کرشن جی کو دودھ پلانا چاہا تھا کہ وہ زہر کے اثر سے مرجائیں + سری کرشن پر زہر کا کچھ اثر نہ ہوا۔ انھوں نے اس کا خون چوس کر اُس کی جان

نکال لی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مرنے
سے پہلے اُس نے اپنے جسم کو بہت
لمبا چوڑا کر لیا اور جتنی دور میں وہ گری
زمین دھس گئی۔

پُوتھی = کتاب۔

پون = पवन = ہوا۔

پہرانا = پھہرانا = جھنڈے کا ہوا میں اُڑنا۔

پھریا = फिरैया = پھرنے والا۔

پھل = نتیجہ۔

پھند = جعل۔ دھوکا۔ دغا۔

پیت = زرد۔ محبت۔

پیتامبر = پیتمبر = سری کرشن۔ زرد لباس والا۔

پیٹھ = पैठ = ہنڈی کی نقل

پیم = پریم = محبت

تار = تال۔ ہتھیلی۔ تالی۔ ناچنے گانے میں جو
تالیاں موسیقی کے اصول کے مطابق
بجائی جاتی ہیں۔ مجیرا جھانجھ۔ بھرت یا
کانسی کا ایک باجا جسے لکڑی سے بجاتے
ہیں+ سلسلہ تُلّی بالضم باندھا ہے۔ غالباً
محاورہ قدیم میں اس کا تلفظ یونہیں
ہوگا (شہباز)

تجنا = چھوڑنا۔

ترسول = त्रिशूल = ایک طرح کا
ہتھیار جس کے سرے پر تین پھل ہوتے ہیں۔

یہ مہادیوجی کا ہتھیار مانا جاتا ہے۔

ترلوک = त्रिलोक = عالم سہ گانہ
زمین۔ آسمان۔ تحت الثریٰ۔

ترناورت = तृणावर्त = ایک راکشس
جسے کنس نے متھرا سے شری کرشن
کو مارنے کے لیے گوکل بھیجا تھا۔ یہ
بگولا بن کر آیا اور بچے کرشن کو اوپر
اُڑا لے گیا۔ بلندی پر پہنچ کر انھوں
نے اُس کا گلا دبا دیا اور یہ گر کر چور
چور ہوگیا+

تُرنگان (واحد ترنگ तुरंग) =
گھوڑے۔

ترشنا = तृष्णा = لالچ، پیاس

تل = ذرا سی دیر۔

تناپے (واحد تناپا) = جوانی۔ یہاں بہ معنی رعنائیاں

توڑہ = معنی مجازی ناز و غرور۔

ٹھانگ = چوروں کا ٹھکانا۔ چوروں کی گڑھی
یا جائے پناہ۔ مجازاً وہ شخص جو چوروں کو پناہ دے۔

تھلیا = تصغیر تھالی کی۔ وہ تھالی مٹھائی یا
میووں کا جو تہواروں پر دوستوں
اور عزیزوں کو بھیجا جاتا ہے۔

ٹھیوا = پتھر جو انگوٹھی میں جڑا جاتا ہے۔ نگین
انگشتری۔ یہاں وہ نگین مراد ہے جس
پر مہر کھدواتے ہیں۔

تیج = तेज = تیزی۔ اقبال۔ صولت و
سطوت۔ جبروت۔

تیر = तीर = پاس۔ کنارہ۔

تین لوک = ترلوک (دیکھو)

ٹبّر = کنبہ

ٹھٹھانا = معین کرنا۔ سجانا

ٹھک ٹھکا = جھگڑا۔ قصہ۔ قضیہ۔ مخمصہ۔

ٹہلا = टहला = بیاہ کے رسم و رواج

ٹیوکی = ستون۔ تھونی۔

جبّاڑا = جبّار کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ زبردست
قہّار = جبر و ظلم سے کام نکالنے والا۔
(اشتہار)

جتیا = जितैया = جیتنے والا۔

جدوبنس = जदुवंश = راجہ یدو کا
خاندان + یدُ یَیات = ययाति
راجہ کا بڑا بیٹا جو "دیویانی" کے بطن
سے پیدا ہوا تھا۔ مہابھارت میں لکھا
ہو کہ یَیاتِ کی بد دعا کی وجہ سے
اِن کا راج نیست و نابود ہو گیا تھا۔
مگر بعد میں اندر کی مہربانی سے پھر راج
مل گیا۔ یَیاتِ نے اس وجہ سے
بد دعا دی تھی کہ جب وہ بوڑھے ہوئے
تو انھوں نے ان سے کہا کہ تم میرے
گناہ اور ضعیفی لے لو تاکہ میں پھر جوان
ہو جاؤں اس سے انھوں نے انکار کر
دیا۔ شری کرشن جی اسی خاندان سے
تھے +

جُدھ = یُدھ = جنگ۔ لڑائی۔

جراسندھ = जरासंध = بروے
مہابھارت مالک مگدھ کا ایک راجہ۔
یہ "برہدرتھ" کا بیٹا اور کنس کا خسر
تھا۔ کنس کے مارے جانے پر یہ متھرا
پر اٹھارہ بار حملہ آور ہوا۔ یدھشٹر کے
"راج سویہ" یگیہ میں کرشن، ارجن اور
بھیم کو ساتھ لے کر اس کی راجدھانی
"گرِبرج" میں گئے تھے وہیں بھیم نے
جنگ باہم میں اسے مار ڈالا۔

جَس = जस = نیک نامی۔ شہرت
بڑائی۔ تعریف۔

جسمت = जसुमति =
جسودا = जसोदा =
} نند کی بیوی
جنھوں نے شری کرشن کو پالا تھا۔

جسیا = شہرت والے نیک نام۔ صاحب وقار۔

جگ = دنیا۔

جل = پانی

جل پان کرنا = پانی پینا۔

جم = موت ۔ ملک الموت

جمالی = ایک قسم کا خربوزہ

جملاوارجُن = जमलार्जुन = گوکُل کے دوارجُن درخت جو بڑے پُران "کُبیر" کے لڑکے "نل کوبر" اور "مَن گریو" تھے ۔ ایک دفعہ یہ دونوں شراب میں مست ننگی عورتوں کے ساتھ ندی میں لہو ولعب میں مشغول تھے اِس پر نارَدمن نے ناراض ہوکر بددعا دی اور یہ آدمی سے درخت بن گئے شری کرشن نے اُنھیں اُس وقت نجات دلائی جب اِن سے جسودا نے انھیں باندھا تھا ۔

جنگلارا = وہ ملک جہاں بہت سے جنگل ہوں ۔ جنگل ۔ ویرانہ ۔ جنگل کا سماں ۔

جنگم = فقیروں کا ایک فرقہ جو پٹے جاتا اور گھنگھرو پہنتا ۔ اس لفظ کے معنی ہیں چلتا پھرتا ۔

جنم = پیدائش ۔

جنماسا = जनवासा = وہ جگہ جہاں لڑکی والوں کی طرف سے براتیوں کے ٹھہرنے کا انتظام ہو ۔

جوتی سروپ = ज्योतिस्वरूप = منوّر ۔ نورافشاں خدا کا ایک نام

جوجرا = مستعمل ٹوٹا ہوا برتن ۔

جُوکھا = حساب

جُوگ = دولت ۔ فائدہ ۔ بیراگ ۔ وہ شخص جس کے نام ہنڈی لکھی جائے یعنی جو اُس کو ادا کرے ۔

جُوگی = وہ جو بھلائی بُرائی اور رنج و راحت کو یکساں سمجھتا ہو اور نہ کسی سے محبّت رکھتا ہو اور نہ نفرت ۔

جھاڑ = ڈھیر ۔

جھانکی = درشن ۔ زیارت ۔ جھلک ۔ جھروکھا ۔

جھپّان = ایک قسم کی عماری نما پالکی جس کا سرد پہاڑوں پر رواج ہے ۔

جھجّھار = بڑی گھنی اور لمبی ڈاڑھی کو کہتے ہیں ۔ جھجّھاڑ ۔ لمبی گھنی ڈاڑھی والا ۔ ڈاڑھی کی طرح گنجان ۔ گھنا (شہباز) غالباً یہ "سہ + جھاڑ" (सह + भाड़) کا بگڑا ہوا ہے یعنی "مع درختوں" کے ۔

جھجھاڑا = بڑی گھنی لمبی ڈاڑھی والا ۔ (مجازاً) پُرشوکت ۔ پُررعب ۔ زبردست ۔ قوی ہیکل (شہباز)

جھجھاو = لمبا چوڑا پتنگ +

جھگّا لگا = باس۔ اوپر پہننے کا کپڑا۔ کفنی۔ "لگا"
یہاں بہ طور تابع مہمل مستعمل ہوا ہے لیکن
اصل میں یہ تاگا ہے اور اس سے مراد سیلی
ہے جو فقرا گلے میں پہنتے ہیں۔ "جھگا لگا"
لباس درویشی مع کفنی و سیلی +
جُھنجھنا = چڑچڑا۔ زود رنج۔ ایک کھلونا +
جیبھا = جیبھ = زبان۔
جیونار = जेवनार = بہت سے
آدمیوں کا ایک جگہ ساتھ بیٹھ کر کھانا
کھانا۔ دعوت۔
جیونار مندر = وہ گھر جس میں دعوت ہو۔
چار بند = اعضا
چاندن = ماہتاب وں
چت لبھاونی = دل فریب۔ دل کش۔
چت ہرن = دل رُبا۔
چٹّے = واحد چٹّا جو چاٹ سے ماخوذ ہے۔ وہ
غذا جو معمولی غذا کے علاوہ تبدیل
ذائقہ کے لیے پکایا کرتے ہیں مثلاً
فیرنی۔ شیر برنج + (شہباز)
چَرن = پاؤں
چکّر = گھماؤ۔ بھنور۔ ایک ہتھیار کا نام۔
کشتی کا ایک داؤں۔ پھیر
چکّان = گاڑھی گھٹی ہوئی بھنگ۔

چھان چھان رہے چکّان، سوجھے بار
(دروازہ) نہ کُھواں (مکان) بھنگڑوں
کا مشہور فقرہ ہے۔ (شہباز)
چَل بچل = انتشار۔ گڑبڑی
چلپاک = بروزن لغزک نانے کہ خمیر آن را
تنک ساختہ روغن بریاں کردہ باشند
برہان قاطع (شہباز)
چلکی = اشرفی۔ سونے چاندی کا سکہ (شہباز)
دلالوں کی اصطلاح میں روپیہ +
چمتکار = معجزہ۔ کرامات۔ کرشمہ +
چمن کار = وہ کپڑا جس میں اعلیٰ درجے کی صنعت
کی گل کاری کی ہو کہ معلوم ہو چمن زار
کھلا ہوا ہے۔
چِنتا = فکر و تردد
چنتا ہارن = فکر کو دور کرنے والی۔
چندرماں = چاند
چندر مکھی = ماہ رو
چنڈال = ڈوم۔ بدکردار۔ بدباطن۔
چندیری = ایک پُرانا شہر جو گوالیار کے
نزد ضلع میں ہے۔
چوکی دینے ہارے = پہرہ دینے والے +
چولی = چولھے کی تصغیر۔
چھاجت ہے = زیب دیتا۔ اچھا معلوم ہوتا کر

چھکنا = حیران و پریشان ہونا۔

چھل بٹّے = دغا و فریب۔ چال بازی

چِھن = छिन = ذرا سی دیر۔ لمحہ

چھَن = چھند

چھَند = وید۔ نظم۔ غرض۔ خواہش مکر و فریب

چھُور = کنارا۔ انتہا۔

چھُوَن = چھونے کے لیے۔

چھیا = لڑکا۔ بیٹا۔

چیر = دوپٹا۔

چیرا چیری = نوکر چاکر۔ غلام باندی وغیرہ۔

چیر ہرن = دوپٹا لے کر بھاگنا۔ اشارہ اس واقعے کی طرف جب سری کرشن جی جمنا میں نہاتی ہوئی عورتوں کے کپڑے لے کر کدم کے درخت پر جا بیٹھے تھے اور ان کے برہنہ باہر نکل کر منتوں سے مانگنے پر دیے۔

چیز مول = اصل چیز۔

خود منڈا = جو کسی پیر فقیر کو نہ مانے۔

داتاری = دینے والا فیاض۔

دارائی = ایک سرخ رنگ کا ریشمی کپڑا۔

داس = غلام۔

داکھ = کشمش

دان = خیرات

والیدری = مفلس۔

دانوؤں = दानवों = دانو (واحد)

= راکشس۔ بھوت پریت۔

دَدکاندو = दधिकांदो = جنم اشٹمی کے زمانے میں ایک تہوار منایا جاتا ہے۔ اس میں لوگ ہلدی ملا ہوا دہی ایک دوسرے پر ڈالتے ہیں۔ روایت ہے کہ سری کرشن کی پیدائش کے وقت گوال اور گوالنوں نے خوشی کے سرور میں ہلدی ملا ہوا دہی ایک دوسرے پر اتنا پھینکا کہ گلیوں میں دہی کی کیچڑ ہو گئی۔

دَدِھ = दधि = دہی۔

دُودھ = दूध = دودھ۔

دُودھ چور = دودھ کا چرانے والا } مراد سری کرشن
دَدِھ چور = دہی کا چرانے والا } مراد سری کرشن

دَرب = द्रव्य = دولت۔

دَربارے = (؟)

دَرپن = آئینہ۔

دِسا = दिशा = جانب۔ طرف۔ رخ

دَسم کتھا = لفظی معنی دسویں کتھا۔ یہ بھاگوت کے جو اٹھارہ پرانوں میں سے ایک پران ہے، دسویں باب سے ماخوذ ہے

یہ نظم قریب قریب اصل سے ملتی ہے اور یہ نظیر کے عالم ہندی اور بالخصوص دوہا ہندو سے بہ خوبی واقف ہونے کی شہادت دیتی ہے۔

دِشٹ = दृष्ट = نظر۔ دیکھنے کا انداز۔

دُشٹ = दुष्ट = بُرا۔ بدکردار۔

دکھ بھنجن = دکھ کے توڑنے والے } مصیبتوں سے نجات

دکھ ہرن = دکھ کے دور کرنے والے } دلانے والے

دکھیا = दुखिया = دکھانے والے

ڈگڑا = بڑی راہ یا سڑک۔ شاہ راہ۔ شارع عام۔

دَل = فوج۔ لشکر۔ جماعت کثیر۔

دِل شاد = اس کے معنی ہیں وہ شخص جو خوش و خرم ہو جس کا دل شاد (خوش) ہو۔ لیکن شاید نظیر نے یہاں ہندی قواعد کے مطابق اسم فاعل ترکیبی یا مرکب ناقص بنایا ہے اور اس کے معنی لیے ہیں "دل کو خوش کرنے والے" + اُن کے کلام میں اس طرح کے بہت سے اسم فاعل ترکیبی ملتے ہیں۔

دُن = دُندھ = اندھیر۔

دُند = ضد

دُوار = دروازہ

دُوارکا = ہندوؤں کا ایک مشہور تیرتھ۔

دُوال بند = سپاہی جس کی کمر میں دوالی یعنی چمڑے کا تسمہ بندھا ہو۔

دُوجا = دوسرا

دَور = کال۔ زمانہ۔

دوہرے = واحد دوہرا } ہندی کی ایک بحر یا

دوہے = واحد دوہا } وزن جس میں حقیقۃً

چار مصرع ہیں، مگر وہ دو سطروں میں لکھا جاتا ہے پہلا اور دوسرا مصرع ایک سطر میں اور تیسرا اور چوتھا دوسری میں۔ اس کے پہلے اور تیسرے مصرعوں میں ۱۳، ۱۳ ماترے اور دوسرے اور چوتھے میں ۱۱، ۱۱ ماترے ہوتے ہیں۔ تیسرے اور چوتھے مصرعوں میں قافیے کی بھی قید ہے +

دَھانا = بھاگنا

دھاوت ہے = بھاگتا ہے

دُھر = ابتدا۔

دُھر = دھار کے = ٹھان کے۔ مقرر کر کے۔

دَھرتی = زمین۔

دھرم = مذہب۔

دھرم دھکے = مفت کی زحمت۔

دھرمی = پابند مذہب۔

دُھرنا = دستک دینا۔

دھن = دولت۔

دُھن = کسی کام کی لو لگی ہونا۔ خدا سے لو لگی ہونا

دُھنتا = قوی زبردست۔

دُھن تیرتھن = وہ جگہ جہاں دُھن پیدا ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کی لو لگی ہوئی ہے۔

دھنک = کمان۔

دِھنگ راچھس = [illegible] = ایک راکشس جسے بل رام جی نے مارا تھا۔ یہ کرشن جی پر حملہ آور ہوا تھا

دُھنی = وہ جو ہر وقت خدا سے لو لگائے رکھتے ہیں۔ صاحب ذکر و فکر۔

دِھیان بلی = وہ لوگ جن کا خیال زبردست ہے۔ مراد وہ جو ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہتے ہیں۔

دِھیانی = یاد خدا کرنے والے

دِھیر = بہادر ہمت و استقلال

دھیرج = بہادری۔ ہمت و استقلال

دے = (پنجابی) = کے۔

دَیا = رحم۔

دِیا = چراغ۔

دیالا = اے رحم کرنے والے۔

دیپ = چراغ۔ جزیرہ۔

دَیتوں = واحد دَیت = [illegible] = دیو بھوت۔ پریت۔

دِیوت = دیوتا۔ جنت میں رہنے والا غیر فانی جاندار (انسان)

دیوکی = [illegible] = وَسدیو کی بیوی اور سری کرشن کی والدہ۔ جب اُن کا بیاہ وَسدیو سے ہوا تو "نارد" نے آکر متھرا کے راجہ "کنس" سے کہا کہ متھرا میں جو تمہاری چچیری بہن ہے اُس کی آٹھویں اولاد ایسی ہوگی جو تمہیں مار ڈالے گی۔ کنس نے دیوکی کے چھ بچوں کو پیدا ہوتے ہی مروا دیا۔ جب ساتویں بار حمل رہا تو "یوگ مایا" (بھگوتی جو وشنو کی مایا ہے) نے اپنی قوت و کرامت سے اُس بچے کو دیوکی کے شکم سے کھینچ کر "روہنی" کے شکم میں رکھ دیا۔ آٹھویں حمل کے وقت دیوکی پر سخت پہرا بٹھا دیا گیا۔ آٹھویں مہینے میں بھادوں بدی کی آٹھویں تاریخ کو رات کے وقت دیوکی کے شکم سے سری کرشن پیدا ہوئے۔ اسی رات "جسودا" کے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وَسدیو راتوں رات دیوکی کے بچے سری کرشن کو جسودا کو دے

آئے اور جسودا کی لڑکی کو لاکر دیوکی کے پاس سلا دیا۔ کنس نے اس لڑکی کو پتھر پر دے پٹکا۔ کہتے ہیں کہ لڑکی جو یوگ مایا تھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر آسمان کے راستے سے اڑ کر وندھیاچل آئی۔ ادھر سری کرشن جسودا کے ہاں پل کر بڑے ہوئے۔

دیول = دیوتا کا مندر۔

دیہ = देह = جسم۔

ڈل = بہت روپیہ۔ دولت۔

ڈمرو = ڈگڈگی کی وضع کا ایک باجا۔

ڈھالنا = لٹانا۔ سستے داموں بیچنا۔ مفت پلے باندھنا۔ سانچے میں ڈھالنا یعنی پہلے آگ میں گلانا۔ پھر مصیبت کے نئے نئے قالب میں ڈھالنا۔

ڈھبک ڈھوئے = چھونے پر بار بار ہاتھ مارنا۔ بہ غرض تلاش۔

ڈھنڈھورنا = ٹٹول کر ڈھونڈھنا۔ ہاتھ ڈال کر ادھر ادھر تلاش کرنا۔

ڈھورو = ڈمرو۔

راج بنسی = شاہی خاندان کا آدمی۔ راجہ کے خاندان کا۔ راج پوت قوم کا نام چتوڑ گڑھ اودے پور میں ایک مقام ہے۔ یہاں راج پوت راجاؤں کا ایک خاندان قائم ہوا جو غایت شرافت سے اپنے آپ کو آفتاب نسب خیال کرتا ہے اور سورج بنسی کے لقب سے ملقب ہے۔ اس خاندان کے راجہ اپنے تئیں رام کی اولاد جانتے ہیں۔ (شہباز)

راج پتی = गोहिराशी = راج کے مالک = راجہ۔

راچھس = راکشس = राक्षस = بھوت پریت۔

رادھارمن
رادھارون } رادھا جی کے شوہر = سری کرشن

رادھکا = رادھا۔ "شری مدبھاگوت" میں رادھا کا ذکر نہیں ہے لیکن "برہم ویورت پران۔ دیوی بھاگوت" وغیرہ میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ ان پرانوں میں ان کی پیدائش اور زندگی کے طرح طرح کے قصے لکھے ہیں۔ کہیں لکھا ہے کہ یہ سری کرشن کے بائیں پہلو سے پیدا ہوئیں کہیں لکھا ہے کہ یہ "گولوک دھام" کے راس منڈل میں پیدا ہوئیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ پیدا ہوتے ہی فوراً جوان ہو گئیں۔ سری کرشن کے ساتھ بیاہ نہیں ہوا تھا مگر

"گرگ سنہتا" وغیرہ بعد کی کتابوں میں
شادی کا ذکر ہے۔ ہر جگہ سری کرشن کے
نام اور مورت کے ساتھ اِن کا نام اور
مورت رہتی ہے۔ ان کے نام کے ساتھ
ایسے لفظ لگانے سے جو مالک و شوہر
کے مرادف ہیں شری کرشن سمجھے جاتے ہیں۔

راس = گوالوں کی اگلے زمانے میں ایک
تفریح جس میں وہ سب گھیرا باندھ کر ناچا
کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس تفریح کی
ابتدا سری کرشن نے کاتک کی چودھویں
تاریخ کی آدھی رات کو کی تھی۔ بعد میں
اس میں کئی طرح کے پوجن ملا دیے گئے
اور یہ باعث نجات مانی جانے لگی + اس
معنی میں یہ اکثر مونث بولا جاتا ہے۔

راس دھاری = وہ شخص یا لوگ جو سری
کرشن کے راس کا ناٹک کرتے ہیں۔

راس رچن = راس کے کرنے والے۔
راس کا کرنا۔ سری کرشن۔

راس منڈل = وہ جگہ جہاں سری کرشن کا راس
دکھایا جائے +

رام = پرشرام جو وشنو کے اوتار مانے جاتے
ہیں۔ کرشن کے بڑے بھائی بل رام۔
رام چند مہاراجہ دشرتھ کے بیٹے جو دس
اوتاروں میں سے ایک اوتار مانے
جاتے ہیں۔

راون = لنکا کا مشہور راجہ جو راکشسوں کا
سردار تھا اور جسے رام چندر جی نے لڑائی
میں مارا تھا + وشنو اور راکشسوں میں
ایک دفعہ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔
راکشس ہار کر تحت الثریٰ چلے گئے۔
انھیں راکشسوں میں سُمالی نامی ایک
راکشس تھا جس کی لڑکی "کیکسی" بہت
خوب صورت تھی۔ سمالی نے سوچا کہ اسی
لڑکی کے بطن سے لڑکا پیدا کرا کے بدلہ
لینا چاہیے۔ اس لیے اُس نے "وشروا"
کے پاس لڑکا پیدا کرانے کے لیے بھیجا۔
وشروا کے نطفے اور کیکسی کے بطن سے
یہی پہلا لڑکا پیدا ہوا جس کا نام راون
ہے۔ اُس کے دس سر تھے۔ صورت بھیانک
اور برتاؤ ظالمانہ تھا۔ اس کے دو بھائی
"کُمبھ کرن" اور "ودبھشن" اور ایک
بہن "شورپنکھا"۔ ایک دن اپنے سوتیلے
بھائی "کُوبیر" کو دیکھ کر عہد کیا کہ میں بھی
اسی کا سا دولت مند صاحب اقبال ہوں گا۔
چنانچہ اپنے بھائیوں کو ساتھ لے کر شب و
روز عبادت کرنے لگا۔ دس ہزار سال

تک عبادت کا بھی جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو
اپنے دسوں سر کاٹ کر آگ میں ڈال دیئے
اس پر برہما نے خوش ہو کر دعا دی کہ تجھے
راکشس بھوت پریت وغیرہ کوئی نہ
مار سکے گا۔ تب سُمالی نے صلاح دی
کہ تم لنکا پر اپنا سکہ جماؤ۔ لنکا اس وقت
کُوبیر کے قبضے میں تھی۔ راون کی قوت
وسطوت کی تاب نہ لا کر کوبیر لنکا چھوڑ
کر کیلاش چلے گیے اور راون اُس پر
قابض ہو گیا۔ اور "مَیہ" نامی راکشس
کی لڑکی "منڈودری" سے شادی کی
میگھ ناد اِسی منڈودری کے بیٹے تھے۔
برہما کی دعا کی بدولت راون نے تینوں
عالم فتح کر لیے اور اِندر کُوبیر اور یم وغیرہ
کو شکست دی اب ظلم کی کوئی انتہا نہ
رہی۔ لوگوں کی لڑکیوں اور بیویوں کو
بھگا لے جانے لگا ایک دفعہ "سہسر
ارجن" نے شکست دے کر قید کر دیا تھا
لیکن "پُلستیہ" نے سفارش کی اور
اُس نے چھوڑ دیا۔ "بالی" سے بھی یہ
ایک بار بُری طرح پٹ چکا تھا۔ جس
زمانے میں رام چندر جی اپنے
بھائی لچھمن اور بیوی سیتا کو لے کر
"دنڈک ارنیہ" میں جلاوطنی کے دن
پورے کر رہے تھے اُس وقت ایک دن
سیتا کو تنہا پا کر چھل سے اُٹھا لے گیا
رام چندر جی نے سمندر پر پل باندھ کر
لنکا پر چڑھائی کی۔ گھمسان کا رن پڑا
راون مارا گیا اور دنیا کو اُس کے
ظلموں سے نجات ملی۔

رَتی = रति = خوش قسمتی۔

رجرا = راجہ کی تصغیر (شہباز)

راج مندر = راجہ کا محل

رَس = لُطف۔ مزہ۔ عرق۔

رِس = غیظ و غضب۔ غصہ۔

رَشنا = زبان۔

رَسیا = دن رات مزے میں پڑا رہنے والا
آدمی۔ شوقین جیوڑا۔

رُکم = रुक्म = رکمنی کے ایک بھائی
کا نام۔

رُکمنی = रुक्मणी = یہ وِدربھ کے راجہ
بھیشمک کی لڑکی تھی۔ "ہرہنس" میں
لکھا ہے کہ سری کرشن رُکمنی کے حسن و
جمال کا آوازہ سُن کر اُس پر فریفتہ
ہو گئے اُدھر رکمنی نے بھی ان کی خوب صورتی
کی تعریفیں سنیں اور ہزار جان سے

عاشق ہو گئی۔ لیکن سری کرشن نے
کنس کو مارا تھا اس لئے رُکمی ودربھ کا
راجہ دشمنی رکھتا تھا۔ جراسندھ نے
بھیشمک سے درخواست کی تھی کہ رُکمنی
کو "ششپال" سے بیاہ دو اور وہ
رضامند تھا۔ بیاہ کے وقت سری
کرشن اپنے بھائی بل رام کو لے کر جا پہنچے
بیاہ سے ایک دن پہلے رُکمنی رتھ میں
بیٹھ کر "اندرانی" کی پوجا کرنے گئی۔ پوجا
کرکے باہر نکلی تو سری کرشن اسے اپنے
رتھ پر بٹھا کر لے چلے۔ خبر پہنچی تو ششپال
وغیرہ بہت سے راجہ آپہونچے اور گھمسان
کا رن پڑا۔ سری کرشن سب کو شکست دے
کر رُکمنی کو لے بھاگے۔ اس کے بعد
رُکمی نے سری کرشن کا تعاقب کیا اور
نربدا پر زوروں کی لڑائی ہوئی۔ رُکمی
کو بے ہوش کر کے اور شکست دے کر
سری کرشن دوارکا پہنچے اور وہیں اُس
کے ساتھ شادی کی۔ روایت ہے کہ
اس بیوی سے دس لڑکے پیدا ہوئے
اور ایک لڑکی۔ پُرانوں میں رُکمنی کو
لچھمی کا اوتار کہا گیا ہے۔

رکھیّا = रक्षक = رکھنے والے

رنچھوڑ = سری کرشن کا ایک نام۔ جب جراسندھ
سے لڑائی ہوئی تو اس وقت سری کرشن
میدانِ جنگ چھوڑ کر دوارکا کی طرف
چلے گئے تھے۔ اِس لیے اس نام سے
موسوم ہوئے۔

رند = روشن دان۔ قلعے کی دیواروں کے
وہ سوراخ جن میں سے باہر کی طرف
بندوق اور توپ چلاتے ہیں۔

رُنڈ = بے سر کا دھڑ۔ وہ جسم جس کے ہاتھ
پاؤں کٹے ہوں۔

رنگ بھوم = جلسے، کھیل کود اور تماشے
کا میدان۔ اکھاڑا۔ میدان جنگ

رُوپ = حُسن۔ چہرے کی چمک دمک۔

رُوش ہونا = خفا یا ناراض ہونا۔

رُولی = چونے اور ہلدی سے بنی ہوئی لال
بُکنی جس کا تلک لگاتے ہیں۔

رَونا = وہ نوکر جو زنانی ڈیوڑھی پر بازار سے
سودا سلف لانے کے لیے تعینات
کیا جاتا ہے۔

رُوہنی = रोहिणी = ستائیس نچھتروں
میں سے چوتھا نچھتر جو پانچ تاروں سے
مل کر بنا ہوا اور رتھ کی شکل کا مانا گیا
ہے۔ پرانوں کے بموجب یہ "دکش"

کی لڑکی اور چاند کی بیوی ہو۔

رَس = رونق و کیفیت

ریت = رسم و رواج ۔ रीति

ریکھا = خط ۔ لکیر ۔

رَین = رات

رَینی = چھوٹی دیوار جو قلعے کے گرداگرد بناتے اور اُس میں سوراخ رکھتے ہیں۔

زارا = زار کا مزید علیہ ۔

سادھ = साधु = وہ مذہب پرست اوروں کو فائدہ پہنچانے والا اور نیک کردار شخص جو سچے وعظوں کے ذریعے دوسروں کو نفع پہنچائے ۔ مہاتما ۔ پابند مذہب ۔

سادہ آدھارن = سادھوؤں کی پشت پناہ

سادھُو! = اے سادھو

ساکھ = سال ۔

ساکے = (واحد) ساکا = بہادری اور شجاعت کے قصے کہانی ۔

سال = ایک لکڑی کا نام ہے جس کے شہتیر عمدہ ہوتے ہیں۔ اس کو ساگو بھی کہتے ہیں۔

سالنا = چھیدنا، چبھونا، تکلیف دینا، کھٹکنا

سانجھ = شام ۔

سانکر = زنجیر۔

سانَنا = सानना = لگانا ۔

سانول بَرَن = سانولے رنگ کا ۔ سری کرشن

سانول ساہ = سانولے بادشاہ یا سیٹھ ۔ سری کرشن ۔

سانولیا = سانولا ۔

سَبَد = شبد = शब्द = لفظ (نانک پنتھیوں کی اصطلاح میں بھجن کو بھی کہتے ہیں)

سبز دل = زندہ دل ۔ خوش و خرّم ۔

سُبھ = شبھ = اچھا ۔ نیک ۔ عمدہ

سبھا = انجمن ۔ مجلس ۔

سَت = (مونث) قوّت (مذکر) خوبی

سُت = لڑکا ۔ بیٹا ۔

سَداشِو = مہادیو کا ایک نام ۔

سُدھ = ہوش حواس ۔ یاد ۔ پاکی ۔ پاک کرنا

سِدھ ہونا = مقصد پورا ہونا ۔

سراپ = بد دعا ۔

سربھارا = ایک قسم کا تھیلا ہے جس کو سر سے اٹکا کر پیٹھ پر لاد لیتے ہیں اور آگے کو جھک کر چلتے ہیں (شہباز)

سُرت = ہوش و حواس ۔ تمیز ۔

سرسانا = ہرا بھرا ہونا ۔ سجنا ۔ بڑھنا ۔ پیدا ہونا ۔

سرگامُر = ایک راکشس جو گھوڑا بن کر سری کرشن پر حملہ آور ہوا تھا اور جسے انھوں نے مار ڈالا۔

سَرَن = شرن = پناہ

سرنا = پورا پڑنا۔ انجام پانا۔ گزارا ہونا۔

سَرَنَن = جمع سَرَن (دیکھو) پناہ میں آئے ہوئے۔

سَروپ = شکل۔ مثل۔ خوب صورت۔ مورت یا تصویر۔ دیوتاؤں کی اختیار کی ہوئی شکل۔

سرودتر = श्रोत्रि = عالم وید۔

سِسُپال = شِشُپال ملک چیدی (चेदि) کا ایک راجہ جسے سری کرشن نے مارا تھا + مہابھارت میں لکھا ہے کہ "دم گھوش" کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے تین آنکھیں اور چار ہاتھ تھے اور وقت پیدائش ہی سے گدھے کی طرح رینکتا تھا۔ اس سے ڈر کر ماں باپ نے اُسے چھوڑنا چاہا مگر اتنے میں آسمان سے آواز آئی کہ یہ لڑکا بہت طاقت ور اور شجاع ہوگا تم اس کی پرورش کرو (اس کا نام شِشُپال اسی وجہ سے پڑا) اس کو نیست و نابود کرنے والا بھی زمین پر پیدا ہو چکا ہے۔ ہاتف غیبی کی آواز سن کر اُس کی ماں نے پوچھا اسے کون مارے گا۔ پھر آواز آئی کہ جس شخص کی گود میں جاتے ہی اُس کی تیسری آنکھ اور دو زائد بازو غائب ہو جائیں گے، وہی اُس کی جان لے گا۔ دم گھوش نے بہت سے راجاؤں وغیرہ کو بلا کر بچہ اُن کی گود میں دیا۔ لیکن کچھ نہ ہوا۔ آخرش جب سری کرشن نے اُسے گود میں لیا تو اس کی آنکھ اور دو بازو ندارد ہو گئے۔ اس پر شِشُپال کی ماں نے عرض کیا کہ آپ اِس کے سب قصور معاف کر دیں سری کرشن نے وعدہ کیا کہ میں اس کے سَو قصور تک معاف کر دوں گا + بڑا ہو کر سسپال طاقت و قوت کا پیکر ہوا لیکن سری کرشن سے بہت کینہ رکھتا تھا۔ جب یدھشٹر نے اپنے "راج سویہ" یگیہ کے وقت پوچھا کہ نذر کس کو دی جائے اور بھیشم نے جواب دیا کہ سری کرشن کو تو سسپال بہت بگڑا اور سب راجاؤں کو مخاطب

کرکے سری کرشن کی بُرائی کرنے اور
انھیں گالیاں دینے لگا۔ سری کرشن اس
کی گالیاں سنتے جا رہے تھے۔ سَو
گالیوں تک تو خاموش رہے لیکن
جب اسے اتنے پر بھی صبر نہ آیا تو
انھوں نے فوراً اس کا سر اڑا دیا۔

سرشٹ = सृष्टि = کائنات۔ دنیا۔

سکٹاسُر = شکٹاسر = ایک راکشس جس کو
کنس نے سری کرشن کے مارنے
کو بھیجا تھا مگر وہ خود ہی مارا گیا۔

سکشن = سری کرشن۔

سکھ دائی = آرام دینے والا۔ راحت بخش

سُکھ دیو = شُک دیو۔ دیاس کے بیٹے جو
پرانوں کے واعظ و عالم تھے۔ انھوں
نے راجہ پریکشت کو مرنے سے پہلے
راہ نجات کی تلقین کی تھی۔ کہتے ہیں
کہ وہی تلقین بھاگوت پران ہے۔

سکھ منڈل = عشرت کدہ۔

سماچار = خبر۔ حالت۔

سُمرن = सुमिरन = یاد۔ چھوٹی تسبیح۔

سنمکھ = سنمکھ = सम्मुख = सन्मुख
سامنے۔ آگے۔

سمنگل = सामंगल = خوشی سے۔

سنتوکھ = संतोष = صبر و قناعت

سندیہہ = संदेह = شک و شبہہ

سنتوکھی = صبر و قناعت والا۔

سنکھ = ناقوس۔

سنکھ چوڑ = شنکھ چوڑ = शंखचूड़ =
ایک راکشس کا نام جسے کنس نے
کرشن کو مارنے کے لیے بھیجا تھا اور
انھوں نے اُسے مار ڈالا۔ کہتے ہیں
کہ یہ "سُداما" نامی اہیر تھا۔ رادھکا
کی بددعا سے راکشس ہو گیا۔ اس کی
شادی تلسی سے ہوئی تھی۔ "برہم ویوَرت
پران" میں لکھا ہے کہ اس کو مہادیو نے
اپنے برچھے سے مارا تھا۔

سنیچر = ہفتے کا چھٹا دن۔ ایک ستارے کا
نام = بروئے نجوم اس ستارے کا
رنگ کالا۔ فرقہ شودر शूद्र
اور چہرہ مثل آفتاب ہے۔ یہ ملک
"سوراشٹر" کا مالک اور مخنث ہے۔ بہت
مکر و فریب اور غیظ و غضب وغیرہ
داخل سرشت ہیں۔ ذائقوں میں
سے کسیلے ذائقہ کا منبع و مخرج ہے۔
چار بازو ہیں۔ ہاتھوں میں تیر کمان
ترسول اور بھالا (भाला) زمان قدیم

کا ایک ہتھیار جسے جسم میں پیوست کرکے
تیر نکالتے تھے، لیے رہتا ہو۔ جسامت
چار انگل ہو۔ پدم پُران میں لکھا ہو کہ
سورج کی بیوی "چھایا کے بطن سے
پیدا ہوا۔ اس کی بیوی نے بد دعا دی
بینائی میں فرق آگیا۔ پاربتی نے
بد دعا دی لنگڑا ہوگیا۔ "کشیپ" منی
کی اولاد مانا جاتا ہے۔ نجوم کے مطابق
لوگوں کو گناہ کی طرف مائل کرنے اور
بُرے نتائج پر پہنچانے والا ہو۔ یہ بھی
مانا جاتا ہو کہ لوگوں پر جو مصیبتیں پڑتی
ہیں وہ اسی کی ٹیڑھی نظروں کی وجہ
سے پڑتی ہیں۔

سَنیہ = स्नेह = محبت والفت۔
سنجوگ = میل ملاپ۔ لگاؤ۔ تعلق۔
سُواسی = (؟)
سوبھا = رونق۔
سوجی = درزی
سودمُول = سود اور اصل۔
سُودھ = शोध = تلاش۔ درستی۔
سوجھ بوجھ۔
سُوگن = سوگ منانے والی۔ رنجیدہ۔ مہجور
عورت۔

سہاے = مدد۔
سہس = सहस्र = سمر
سیکشن = سری کشن۔
سیلی = سوت، اون، ریشم یا بالوں کی
بدّھی یا مالا جسے جوگی یا جتی گلے میں
ڈالتے یا سر پر لپیٹتے ہیں۔
سیواکنج = لغت میں نہیں ملتا۔ غالباً
یہ بندرابن میں کوئی جگہ تھی جہاں کرشن
کھیلا کودا کرتے تھے۔
سیورا = سیوڑا۔ جین سادھوؤں کا ایک فرقہ۔
سیوک = خدمت گار۔
سَین = اپنی کیفیت کے اظہار کے لیے
آنکھ مارنا یا انگلی سے اشارہ کرنا۔
شاجھونپڑا = شاہ جھونپڑا۔ اکبر آباد میں کوئی
بزرگ شاہ جھونپڑا تھے۔ مجاذیب میں
اُن کا شمار تھا۔ اُن کی زبان پر ہندی کا
شعر ہر وقت جاری رہتا تھا۔ نظیر کو پسند
آیا اس کی تضمین کردی (شہباز)
شَخ = مخفف شاخ۔ یا بہ معنی کوہ، زمین سخت۔
شنکر = شیو کا ایک نام فلاح و بہبود بخشنے
والا مانا جاتا ہو۔
شیو = ہندوؤں کے ایک مشہور دیوتا جو دنیا
کو نیست و نابود کرنے والے مانے جاتے

ہیں۔ پرانوں میں آیا ہے کہ ذات باری
کے تین اوصاف ہیں خلاقی۔ رزاقی
اور قہاری۔ شوجی شانِ قہاری کے
مظہر ہیں۔ زمانہ وید میں "رُدر" کے
نام سے ان کی پرستش ہوتی تھی لیکن
زمانہ پران میں یہ "شنکر، مہادیو" اور
شو کے نام سے مشہور ہوئے۔ پُران
ان کا یہ نقشہ کھینچتے ہیں۔ سر پر گنگا
پیشانی پر چاند اور ایک تیسری آنکھ
گلے میں سانپ یا آدمیوں کی کھوپریوں
کی مالا۔ سارے جسم پر راکھ ملی ہوئی
باگھ کی کھال اوڑھے اور بائیں بغل
میں اپنی بیوی پاربتی کو دبائے ہوئے
بیٹے کا نام گنیش بھوت پریتوں کی
فوج۔ ترسول خاص ہتھیار۔ اور
سواری میں بیل جو نندی کہلاتا ہے
کمان کا نام "پناک" ہے ان کے
پاس ایک مشہور ہتھیار تھا جسے "پاشپت"
کہتے تھے۔ ارجن کی عقیدت و ارادت
سے خوش ہو کر اسے دے دیا۔ پُران
ان کے قصوں سے بھرے پڑے ہیں۔
یہ کام دیو (پرانوں کے مطابق وہ
دیوتا جو مردوں اور عورتوں کے
وصال کا منتظم ہے) کو جلا کر خاک کرنے
والے اور "دکش" کا گیہ بگاڑنے والے
مانے جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب
سمندر متھا گیا ہے تو اس میں جو زہر نکلا
تھا اسے یہ پی گئے مگر گلے سے اتر کر
پیٹ میں نہ پہنچنے دیا، اس سے
گلا نیلا ہو گیا اور یہ نیل کنٹھ کہلانے
لگے۔ پرشرام کو سپہ گری انھوں نے
ہی سکھائی تھی۔ موسیقی اور رقص کے
ماہر، اعلیٰ درجے کے مرتاض اور یوگی
تھے ان کے جائے قیام کو کیلاس کہتے
ہیں۔ اہل دنیا ان کے "لنگ" کو
پوجتے ہیں۔

شیام برن = کالا اور نیلا ملا ہوا رنگ کبھی
کبھی اس سے سری کرشن مراد ہوتے
ہیں۔ جن کا رنگ سانولا تھا۔ (دیکھو
سانول ساہ)

طلب = تنخواہ۔

فیر = (Fire) = بروزن طیر
بندوق چلانا۔ یہاں بہ معنی بوچھار

فرلیش (فارسی) حرف اول مکسورہ
حرف ثانی مفتوح = منتشر۔ تتر بتر
یہاں بہ معنی خستہ حال۔

قلم = ایک قسم کی آتش بازی۔

کاج سنوارن = کام کی درست کرنے والی۔
آرزوؤں کو پورا کرنے والی۔

کاجے = کام کے لیے۔

کاچھ کاچھنا - کسی تماشے میں بھیس بدل کر
کوئی نقل کرنا۔ بھیس بدلنا۔ مثل۔
جیسا کاچھ کاچھے ویسا ناچ ناچیے۔
"کاچھے" کو بہ ضرورت شعری "کچھے"
کرلیا ہے جیسے "ناچے" کو "نچے" (شہباز قبلین)

کارج = کام

کاسی = کاشی = بنارس۔ ہند جنوبی کا ایک
شہر جو "ورنا" اور "اسی" کے درمیان
ساحل گنگا پر آباد اور ہندوؤں کا تیرتھ
ہے۔ کاشی کے لفظ کا قدیم ترین ذکر
"شت پتھ" براہمن اور رگوید کے
"کوشی تک" براہمن کے اپنشد میں پایا
جاتا ہے۔ رامائن کے زمانے میں بھی یہ
ایک بارونق شہر تھا۔ پانچویں صدی
عیسوی میں جب "فاہیان" (چینی سیاح)
یہاں آیا تھا اُس وقت بنارس ایک
وسیع ملک کا ایک مشہور شہر سمجھا جاتا
تھا۔

کاگاسُر = سنسکرت = काकासुर = ایک
راکشس کا نام جسے سری کرشن نے مارا
تھا۔ یہ بیل بن کر ان پر حملہ آور ہوا
تھا۔ اس لیے اسے "ورشبھاسُر"
(वृषभासुर) بھی کہتے ہیں+

کال = زمانہ۔ آخری وقت۔ موت۔

کالی = कालिय = ایک سانپ
جسے کرشن نے قابو میں کیا تھا۔

کالی دہ = بندرابن میں جمنا کا ایک کنڈ۔
جس میں ایک سانپ رہا کرتا تھا جس
کا نام کالی تھا۔

کامنیوں کی گاتے ہیں = کامنی = دل ربا
حسین عورت۔ اس لفظ کا استعمال
بعض ٹھمریوں میں جوگن کے ساتھ بھی
پایا گیا ہے جیسے لٹ دھاری جوگن
کامنیاں۔ لہٰذا اس میں جوگ کا مفہوم
شامل ہے یعنی حسین جوگن۔ یا جوگن کے
بھیس میں حسین + گات کی جمع گاتیں
نون کے ساتھ ہے مگر یہاں بہ رعایت
قافیہ نون کو حذف کر دیا۔ (شہباز)

کام تھکنا = کام چلنے سے رہ گیا۔ اب کام نہیں
چلتا۔

کان للا = کاہن للا = بچے سری کرشن۔

کانن = کان کی جمع۔

کانھ = یہ کنھیا کا مخفف ہے جس کے معنی ہیں سری کرشن ۔ نہایت خوب صورت لڑکا ۔ بہت پیارا آدمی ۔

کاہن = (؟)

کبت = شعر کی ایک قسم جیسے من ہرن اور گھنا اکشری بھی کہتے ہیں ۔

کبجا = کنس کی ایک باندی جس کی پیٹھ بڑی تھی یہ سری کرشن سے بہت محبت رکھتی تھی ۔

کٹک = فوج ۔ گروہ ۔ ازدحام ۔

کٹم = کنبہ

کُٹن = قرم ساق ۔ دیوث ۔ مفسد (شہباز، فارہز)

کچھ = کچھپ = کچھوا ۔ وشنو کے ۲۴ مظاہر میں سے ایک مظہر ۔

کر = ہاتھ ۔

کرپا = مہربانی ۔ عنایت ۔ حمایت ۔

کرکسا = زبان دراز ۔ سخت کلام ۔

کرم = قسمت ۔ نصیب ۔

کرموں لکھیا = کاتب تقدیر ۔

کریا = [illegible] = کرنے والا ۔

کڑھ جانا = نکل جانا ۔

کشن = کرشن = कृष्ण = کالا ۔ سیاہ نیلا یا آسمانی ۔ کرشن چندر کے والد کا نام وسدیو تھا ۔ وہ یدبنسی تھے ۔ والدہ دیوکی راجہ دیوک کی بیٹی تھیں اور ان کا خاندان بھوج کہلاتا تھا ۔ ان کی پیدائش کے زمانے میں دیوک کے بھائی راجہ اگرسین کا لڑکا اپنے باپ کو قید کرکے متھرا میں حکومت کر رہا تھا ۔ دیوکی کے بیاہ کے وقت کنس کو کسی طرح یہ بات معلوم ہوگئی ۔ کہ دیوکی کے آٹھویں حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ مجھے مار ڈالے گا ۔ اس لیے کنس نے دیوکی اور وسدیو کو قید کر دیا ۔ دیوکی کے سات بچوں کو تو کنس نے پیدا ہوتے ہی مار ڈالا لیکن آٹھویں بچے کرشن کو، جو بھادوں بدی اشٹمی کو آدھی رات کو پیدا ہوئے وسدیو گوکل میں جا کر نند کے گھر رکھ آئے ۔ بڑے ہوئے تو کرشن نے بہت سی کراماتیں دکھائیں ۔ کنس نے خائف ہو کر مروانے کی بہت سی تدبیریں کیں مگر سب بیکار ۔ بالآخر کرشن نے کنس کو مار ڈالا ۔ انھوں نے ودربھ کے راجہ کی لڑکی رکمنی سے شادی کی ۔ بعدہ دوارکا چلے گئے اور یادووں

کا راج قائم کیا مہابھارت کی لڑائی میں
پانڈووں کو بہت مدد دی۔ موت ایک
چڑی مار کا تیر لگنے سے ہوئی۔ وشنو کے
دس مظاہر میں سے مظہر ہشتم مانے جاتے ہیں

کشن کتھا = وہ روایات جن میں کشن کا ذکر ہو۔

کشن مراری = مُر راکشس کو وشنو نے مارا
تھا اسی لیے ان کا ایک نام مُراری
بھی ہے جس کے معنی ہیں مُر کا دشمن۔
چونکہ سری کرشن وشنو کے مظہر ہشتم مانے
جاتے ہیں۔ اس لیے کشن مُراری کے
معنی ہوئے وہ کشن جو وشنو کے مظہر
ہشتم ہیں۔

کشورن = اسے ۱۵ برس تک کا لڑکا۔ مجازاً
سری کرشن۔

کل = چین آرام۔

کُل = خاندان۔

کلا = معجزہ کرامات۔ ہنر۔ کمال۔

کل بولی = بری بات۔ بد زبان۔ بد بولنا۔

کلپانا = کسی کو تکلیف دینا۔ ایذا پہنچانا۔

کن = کان۔ گوش۔

کنٹک = کانٹا۔ بُرا آدمی۔ کمینہ دشمن۔
مجازاً کنجوس۔ بخیل

کُنج بہاری = جنگلوں کے کنجوں میں پھرنے
یا کھیلنے والے۔ مجازاً سری کرشن

کُنجل = بڑا ہاتھی۔

کنس = متھرا کے راجہ اگر سین کا لڑکا جو راجہ
چندر کا ماموں تھا اور جسے انھوں نے
مار ڈالا۔ (دیکھو کشن)

کنور کنھائی = سری کرشن۔

کنول نین = کنول کی سی آنکھ والا۔
سری کرشن۔

کنھیا = بہت پیارا آدمی۔ نہایت خوبصورت
لڑکا۔ سری کرشن۔

کُوپ = غصہ۔

کُوٹ = قلعہ۔ کروڑ۔

کوڑھ = بے وقوف۔

کھپر = کھوپڑی۔ فقیروں کا کشکول۔

کھجے = ایک قسم کے میوے کے پھل۔

کھرا = خرا = خرگوش۔

کھنڈ = حصہ۔ پدماوت کے گیت۔

کھنڈ جمانا۔ ایسی محفل آراستہ کرنا
جس میں پدماوت کے منظوم افسانے
سنائے جائیں یا ایسی نظمیں لوگ
کہہ کر لائیں اور سنائیں۔

کھوئی = کپڑے یا بورے کی وہ خاص شکل
جو بارش سے بچنے کے لیے سر پر رکھ

سے پیدا ہوتی ہے (شہباز۔ فارینہ)

کُہی = باز، بحری کی قسم کی ایک شکاری چڑیا۔

کھیرج = خریج (عربی) آمد از ذات متفرقہ، خردہ یعنی اکنّی۔ دوانّی۔ چوانّی وغیرہ۔

کیرت = कीर्ति = عزت، شہرت، نیک

کیسر = زعفران۔

کیش = केश = بال۔

کیشی = केशी = ایک راکشس جسے سری کرشن نے مارا۔ یہ گھوڑا بن کر ان پر حملہ آور ہوا تھا۔

کیف = نشہ لانے والی چیزیں۔

کیلاس = ہمالیہ کی ایک چوٹی کا نام جو تبت میں "راکشس تال" اور "راون ہرد" سے جانب جنوب پچاس میل کے فاصلے پر ہے۔ پرانوں کے مطابق یہ شوجی کا مسکن ہے۔

کیہہ = کس۔ کس کا۔

گت = गति = کیفیت۔ حالت۔ رفتار۔

گٹے = واحد گٹا۔ ایک قسم کی مٹھائی۔

گج = ہاتھی۔

گج گامیں = ہاتھی کی جھولیں۔ پاکھریں۔

گر = गिरि = پہاڑ۔

گرب = गर्व = غرور۔ تمکنت۔

گربھ = गर्भ = حمل۔

گردھاری = پہاڑ کا اٹھانے والا۔ سری کرشن نے ایک دفعہ گوردھن پہاڑ کو انگلی پر اٹھا لیا تھا۔ اس لیے ان کا یہ نام بھی پڑ گیا۔

گرگ = गर्ग = نند کے ایک پروہت کا نام۔ انھوں نے سری کرشن کا نام رکھا تھا۔

گگن = गगन = آسمان۔

گل = गल = پنجابی گلا۔

گلابی = شراب کی بوتل۔ مجازاً شراب۔

گمٹ = گنبد۔

گمک = طبلے کی بھاری آواز

گن = ہنر۔ فائدہ۔

گنٹھ جوڑن = گنٹھ بندھن۔ بیاہ کی ایک رسم جس میں دولہا دلہن کے کپڑے ایک دوسرے سے باندھ دیتے ہیں۔ اور اسی حالت میں وہ کچھ پوجا وغیرہ کرتے ہیں۔ یہ رسم بیاہ کے چوتھے دن یا کسی اور دن ساعت نیک دیکھ کر ادا

کی جاتی ہے۔

گنگا برن = گنگا کے رنگ کے صاف شفاف۔

گنوار دل = گنواروں کا گروہ۔

گنیش = ہندوؤں کے ایک دیوتا جن کا سارا جسم انسان اور سر ہاتھی کا سا ہے۔ ان کے چار ہاتھ اور ایک دانت ہے۔ توند نکلی ہوئی ہے۔ سر میں تین آنکھیں اور پیشانی پر نصف چاند ہے۔ مہادیو کے لڑکے مانے گئے ہیں۔ چوہا سواری میں ہے۔ پرانوں میں لکھا ہے کہ پہلے ان کا سر آدمی کا سا تھا مگر سنیچر کی نظر پڑنے سے کٹ گیا۔ اس پر وشنو نے ایک ہاتھی کا سر کاٹ کر دھڑ پر جوڑ دیا۔ ازاں بعد پرشرام جی سے جا بھڑے۔ انھوں نے ایک دانت اپنے تبر سے توڑ ڈالا۔ بعض پرانوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ دانت راون نے اکھاڑا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ "دیر بھدر" یا "کارتکیے" نے توڑا تھا۔ اسی طرح سر کٹنے کے بارے میں بھی اختلاف آیا ہے۔ یہ مہادیو کی افواج کے سپہ سالار ہیں۔ پران کہتے ہیں کہ یہ اس کا کام بگاڑ دیتے ہیں جو کوئی نیک کام شروع کرنے سے پہلے ان کی پوجا نہیں کرتا۔ اسی لیے تمام خوشی کے کاموں میں ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ یہ لکھنے والے بھی بڑے تھے۔ مشہور ہے کہ ویاس کی مہابھارت کو پہلے پہل انھوں نے ہی لکھا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں کمند، انکس، پدم اور پرشُ رہتا ہے۔ یہ ہندوؤں کے پانچ ممتاز دیوتاؤں میں سے ہیں۔

گوال = اہیر

گوال بال = اہیروں کے لڑکے۔

گوال سکھا = اہیروں کے لڑکے جو سری کرشن کے ساتھ کھیلا کودا کرتے تھے۔

گوالن (مذکر) جمع گوال = بہت سے اہیر

گوبند = سنسکرت گوبندر = گایوں کی حفاظت کرنے والوں میں سب سے اچھا۔ سری کرشن۔

گوپال = گایوں کی پرورش کرنے والا۔ سری کرشن۔

گوپی = گوالن (مؤنث)۔ برج کے اہیروں کی وہ عورتیں یا لڑکیاں جو سری کرشن سے محبت رکھتی اور ان کے بچپن میں ان

کے ساتھ کھیل کود اور کامشنوں میں

شریک رہا کرتی تھیں۔

گوردھن = بندرابن کا ایک پہاڑ جس کی

نسبت مشہور ہے کہ ایک بار جب

بہت بارش ہوئی تو سری کرشن نے

اسے اپنی انگلی پر اٹھالیا تھا۔

گوری = ایک راگ کا نام۔ گورے رنگ

کی عورت۔ پاربتی۔

گوکل = گایوں کے رہنے کی جگہ۔ ایک

قدیم گاؤں جو موجودہ متھرا سے جانب

جنوب مشرق قریب تین کوس

کے فاصلے پر جمنا پار واقع تھا۔ یہ

اب مہابن کہلاتا ہے۔ سری کرشن کا

لڑکپن یہیں گزرا ہے جس جگہ کو آج

کل گوکل کہتے ہیں۔ یہ وہ نہیں اور

اُس سے جدا گانہ ہے۔

گوکل باسی = گوکل کے رہنے والے۔

گول = گول۔ ایک قسم کا مٹکا۔ دَور میں کم

بلندی میں زیادہ "گولی" چھوٹا

گول۔ کیا کہوں اگرچہ لینے کو لے لی

ہے مگر اس کی حقیقت اور پوری

صفت بیان کرنی مشکل ہے۔ ایک

معنی تو یہ ہوئے۔ دوسرے معنی یہ ہیں

کہ ہر ایک گولی (گولی گولی) ٹھنڈی

دوا کی گولی ہے۔ تیسرے معنی یہ کہ کچھ

کہنے کی حاجت نہیں۔ صاف تو بات

ہے۔ گولی ہے گولی ہے۔

گوپیں چرپتا = گائیں چرانے والا۔ سری کرشن۔

گھالنا = برباد کرنا (فارسی)۔

گھبراؤ = گھبراہٹ۔

گھنشیام = کالا بادل۔ سری کرشن

گیان = عرفان۔ معرفت۔

گیانی = عارف

گیتا = مراد بھاگوت گیتا جو مہابھارت کا جزو ہے۔

لاجت ہیں = شرمندہ ہوتے ہیں۔

لال اور شہباز = سبزی اور چرس پینے والے

پینے سے پہلے لال اور شہباز کا نام

لیتے ہیں۔ جو اُن کے عقیدے میں

دو بڑے بزرگ ہو گزرے ہیں۔

(غیاث اللغات)

لالن = معشوق۔ معشوق حقیقی۔

لاہا = فائدہ۔ نفع۔

لُٹیّا = لوٹنے والے۔

لجیانا = شرمندہ ہونا یا کرنا

لچھمن = راجہ دشرتھ کے لڑکے سُمترا کے بطن

سے۔ رام چندر جی کے سوتیلے بھائی۔

لچھن = लच्छन = اطوار و اوضاع۔
لکانا = چھپانا
لکھیا = لکھنے والا (= لکھیا)
لوبھ = لالچ = طمع لोभ
لوبھ آدھاری = لالچ پر بھروسہ کرنے والا۔ لالچی
لوبھ بھری = پُر طمع
لوبھ پُری = لالچ کا چھوٹا شہر۔ مراد دنیا
لوبھی = طامع۔ لالچی۔
لوک = دنیا۔ عالم۔
لوند = آزاد۔ آوارہ۔ جاہل۔ بے وقوف۔
زن مرید۔ سپاہی۔ عیاش۔
لیکھا = حساب کتاب۔
لیکھن = تحریر۔ بھوج کی چھال جس پر
لکھتے ہیں۔
لیلا = लीला = معاشقہ۔ کرشمہ۔ کرامات
معجزہ۔
مات پتا = ماتا پتا = ماں باپ۔
ماچا = مچان کی وضع کا بڑا پلنگ
مارگ = मार्ग = راستہ۔ مذہب۔
مارن ہارا = مارنے والا۔
مار وجی = جنگ جو۔ لڑاکا۔ گیتوں میں معشوق
کو اس لفظ سے خطاب کیا جاتا ہے۔
ماس = گوشت۔ مہینا۔

مان = غرور۔ ناز و نخرا۔
ماندا = بیمار
مانک = لعل
مانگ جتی = جتیوں میں سب سے اچھا اتیر
سایۂ عاطفت میں پناہ لیتا ہے۔
مانگت ہیں = مانگتے ہیں۔
مانو = मानो = گویا۔ مثل۔ مانند۔
ماہ = ماگھ کا مہینا۔
مایا = تخلیق عالم کا خاص سبب یعنی قدرت۔
خدا کی وہ مفروضہ طاقت جو اُس کے
حکم سے سب کام کرتی ہے۔ فریب نظر۔
وہم و گمان۔
مت = خواہش۔
مچھ = मत्स्य = وشنو کے دس مظاہر
میں سے مظہر اوّل کہتے ہیں کہ یہ مظہر
ست جگ میں ہوا تھا۔ اُس کا نیچے
کا حصہ (دھڑ) مچھلی کا سا تھا، اوپر کا
انسان کا سا، اور رنگ سانولا تھا۔
سر پر سینگ تھے، ہاتھ چار، سینے پر
لکشمی تھیں۔ سارے جسم پر کنول کے
پھولوں کے نشان تھے۔
مدن = مہادیو کے چار خاص مظاہر میں
سے مظہر سوم کا نام۔ کام دیو (وہ دیوتا

جو مرد و عورت کے وصال کا منتظم ہے۔

مدن گوپال = سری کرشن کا ایک نام۔

مدن موہن = ایضاً

مدھ = मधु = پانی۔ شہد۔ شراب۔
دودھ۔ مصری، مکھن، گھی، امرت۔

مدھ پوری = متھرا کا قدیم نام۔

مدھ پیم = شوقِ شراب۔ یا شرابِ محبت۔

مدھ مست = شراب کے نشے میں سرشار

مراری = مُر راکشس کو وشنو نے مارا تھا اس لیے ان کا ایک نام مراری بھی ہے یعنی مُر کے دشمن۔ چونکہ سری کرشن وشنو کے اوتار ہیں۔ اس لیے ان کا بھی یہ ایک نام ہے۔

مردمول = اصل انسان

مرگ چھالا = ہرن کی کھال۔

مرلیا والا = بانسری والا۔ سری کرشن۔

مُرلی دھر = بانسری رکھنے والا۔ سری کرشن

مس = بہانہ

مسر = مشر = मिश्र = برہمنوں کی ایک ذات۔

مکتا = موتی۔

مکتے = بہت سے

مکٹ = تاج

مکٹ جھلکاری = تاج کی جگمگاہٹ دکھانے والا۔ سری کرشن۔

مکٹ دھرے = سر پر تاج رکھے ہوئے

مکٹ دھریا = تاج پہننے والا مراد سری کرشن

مکٹ سلوناری = ایضاً

مکند پُر = مکند پور۔ ایک جگہ کا نام۔

مکھ = چہرہ۔

مکھ بلاس = بلاس۔ خوشی، عیش، چین۔ اطمینان + مکھ بلاس۔ کلام عشرت فرجام (شہباز) یہ معنی نہایت موزوں و مناسب ہیں لیکن لفظوں سے نہیں نکلتے۔ اگر اس کو اس قسم کا مرکب ناقص مانیں جس کو سنسکرت اور ہندی میں "تت پُرش سماس" (तत्पुरुषसमास) کہتے ہیں جو ایسے دو اسموں سے بنتا ہے جن میں نسبت اضافی ہوتی ہے یعنی پہلا مضاف الیہ اور دوسرا مضاف ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں "منہ کا عیش۔ منہ کی خوشی" اور یہ بے معنی سی بات ہے۔ لغت میں "مکھ کے معنی "شبد" یعنی "لفظ" بھی لکھے ہیں اس لیے مرکب ناقص کے معنی الفاظ کی خوشی" وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اور وہ

معنی جو پروفیسر شہباز نے بتائے ہیں وہ
اس طرح پیدا ہو سکتے ہیں کہ جز سے کل مراد
لیں یعنی "لفظ" سے "کلام" مراد ہو۔ مرحوم
نے شاید مجاز مرسل کا سہارا لیا ہے۔ مکھ کو
اگر مکھیہ = मुख्य = کا مخفف مانیں
تو اس کے معنی ہوں گے خاص خوشی

مکھ چند = چہرہ مثل ماہ۔
مگدر ہلانا = مگدر ہلا کر کسرت کرنا۔
ملن = ملاقات۔
ملار = یہ ایک قسم کے راگ کا نام ہے جو برسات
میں آدھی رات کے بعد گایا جاتا ہے۔
"سنگیت سار" کے مصنف نے اس کو
میگھ راگ کا چھٹا لڑکا بتایا ہے۔ اس
کا رنگ سانولا اور چہرہ بھیانک ہے
گلے میں سانپ کی مالا ڈالے اور پھول
کا زیور پہنے رہتا ہے۔ مسکن کوہ دندھیاچل
ہے۔ کیلے کے کپڑے کیلے کی کلیوں کا تاج
پہنتا ہے۔ ہتھیار کمان کٹاری اور
چھرا ہیں۔
من = دل۔
منی = मुनि = یاد خدا کرنے والا۔
وہ شخص جو خدا، مذہب اور صدق و
کذب پر غور و فکر کرتا ہے۔

من باس = منیوں کے رہنے کا مقام۔
منت = مخفف منترتا = منترتا = محبت۔ دوستی
منتا = خواہش
من ترش = وہ لوگ، جو دل تشنہ ہیں تشنگان
زیارت کاشی۔
منتی = (سنسکرت ونتی) विनति = मिन्ती
منت۔ خوشامد۔ آرزو۔ دعا۔
مندر = گھر۔
مندرے = کان کے بالے۔
مندری = ایک شہر یا ملک کا نام
مندیلا = جمع مندیلے = مندل = نقارہ
نوبت۔
منڈ = سر کھوپڑی۔
منڈل = محفل۔ مجلس۔ گول خیمہ۔
منڈ مالا = کھوپریوں کی مالا۔
منگل = मंगल = سہ شنبہ۔ خوشی۔
من مانتا = حسب دل خواہ۔
منوہر = دل کا لبھانے والا = سری کرشن۔
من ہرن = دل چھیننے والا = سری کرشن
موپے = مجھ پر۔
مور = मौर = ایک طرح کا سہرا
باندھنے کا ہار وغیرہ۔ جو تاڑ کے پتوں
وغیرہ سے بنایا جاتا ہے اور بیاہ میں دولہا

اپنے سر پر باندھتا ہے۔ سرپیچ۔

مورچھاگت = حالت بے ہوشی۔

مورکھ = بے وقوف۔ احمق۔

مول = جڑ۔ اصل۔

مونا = خاموش۔ چپ۔

مول یہ واکا جور چلے = جس پر وہ قابو پائے۔

موہن = دل موہ لینے والا۔ کرشن جی۔

موہن ادا = وہ ادا جو دل چھین لے۔

موہن سروپ = دل فریب صورت۔

موہنی = دل کش

مہ رتن = موتی

مہارتن = موتی ہیرا۔ پنا۔ نیلم۔ پکھراج وغیرہ میں سے کوئی ایک۔

مہماں = महिमा = تعریف۔ ثنا وصفت۔

مہورت = وقت کا ایک نام۔ دن رات کا تیسواں حصہ۔ وقت مقررہ۔

مہی = زمین۔ چھاچھ۔ مٹھا

میت = मीत = دوست۔

میکھ = بھیڑ۔ برج حمل۔

میگھ ڈمبر = بڑا اونچا خیمہ۔ ایک قسم کی پالکی

میگھ راجا = راجہ اندر

مین = مچھلی۔ برج حوت

ناتھ = مالک۔ آقا۔ وہ رسی جسے بیل وغیرہ کی ناک چھید کر اس میں اس لیے ڈال دیتے ہیں کہ وہ بس میں رہے۔

ناتھنا = ناتھ ڈال کر قابو میں کرنا۔

نادیا = نندی۔ وہ بیل جسے جوگی لے کر بھیک مانگتے ہیں۔ وہ بیل جسے شوجی کے نام پر داغ کر چھوڑ دیتے ہیں۔

نارائن = وشنو۔ بھگوان۔ ایشور۔ خدا۔

نارد منی = ایک رشی کا نام جو برہما کے بیٹے مانے گئے ہیں۔ رگوید کے آٹھویں اور نویں منڈل میں ایک نارد کا نام ملتا ہے جو چند منتروں کے مصنف مانے گئے ہیں۔ ان کو کہیں "کنو" = कण्व اور کہیں کاشیپ خاندان کا بتایا ہے تاریخ اور پران میں نارد رشیوں کے سرتاج مانے گئے ہیں۔ یہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں گشت کرتے اور اس کی خبریں اس کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ "ہری بنش" = हरिवंश میں لکھا ہے کہ نارد برہما کے بیٹے ہیں۔ برہما نے خلقت کے پیدا کرنے کی جب خواہش کی تو پہلے مریچ، اتر (अत्रि) وغیرہ کو پیدا کیا۔ پھر سنک۔ سننندن۔ سناتن سنت کمار، سکند، نارد۔ اور۔ رودر دیو پیدا

ہوئے۔ وشنو پران میں لکھا ہے کہ برہما نے
اپنے سب بیٹوں کو تخلیق عالم کا کام سپرد
کیا مگر نارد نے کچھ عذر معذرت کی اس پر
برہما نے ناخوش ہو کر بد دعا دی کہ
تم ہمیشہ سب عالموں میں پھرا کرو گے
ایک جگہ چین سے نہ بیٹھو گے" مہابھارت
میں آیا ہے کہ اُنھوں نے برہما سے موسیقی
سیکھی۔ بھاگوت، برہم ویورت پران
وغیرہ میں ان کے متعلق بڑے لمبے
چوڑے قصے ملتے ہیں۔ مثلاً برہم ویورت
کہتا ہے کہ یہ برہما کے گلے سے پیدا ہوئے
ہیں۔ اور جب اُنھوں نے تخلیق عالم سے
انکار کیا تو برہما نے اُن کے حق میں
بد دعا کی اور یہ کوہ "گندھ مادن"
پر "اُپ ورہن" نامی گندھرو ہوئے۔
ایک دن راجہ اندر کی سبھا میں "رمبھا"
کا ناچ دیکھتے دیکھتے دل دے بیٹھے۔
اس پر برہما نے پھر بد دعا دی کہ "تم
انسان بن جاؤ" دُرمِل نامی اہیر کی
بیوی کلاوتی اپنے شوہر کی اجازت
سے لطف برہمن لینے نکلی اور اُس نے
کاشیپ نارد سے درخواست کی۔
بالآخر اسے نارد کا حمل رہا اس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ نارد گندھرو کا جسم چھوڑ کر جسم انسانی
میں پیدا ہوئے۔ پرانوں میں لکھا ہے
کہ یہ بڑے عابد و زاہد تھے۔ یہ ہمیشہ
بین بجا کر خدا کی ثنا و صفت میں مصروف
رہتے ہیں۔ اِنھیں جھگڑے فساد میں مزہ
آتا ہے اسی لیے اِدھر کی اُدھر لگانے
والے کو لوگ "نارد" کہتے ہیں۔

ناری = عورت۔

نانک = گرونانک۔ پنجاب کے مشہور مہاتما
جو سکھوں کے سب سے پہلے گرو ہیں۔

نال (پنجابی) = ساتھ۔

نباہن ہار = نباہنے والا۔

نپٹ = سراسر۔ بالکل۔ اک دم۔

نٹوا = جمع نٹوے۔ نٹ۔ "فاربز نے نٹوے
کے معنی نٹ اور بازی گر لکھے ہیں لیکن
حقیقت میں یہ ایک قوم جداگانہ ہے
جو جامہ اور پگڑی پہن کر ناچتی پھرتی ہے
(شہباز)

نٹ ماننا = ہار ماننا۔ مات کھانا۔

نچھتر = نکشتر = नक्षत्र = چاند کے دور
میں پڑنے والے تاروں کا وہ جھرٹ
یا گچھا جس کی پہچان کے لیے صورت مقرر
کر کے کوئی نام رکھا گیا ہو۔

نربھو = بے خوف

نرت = علم موسیقی کے تال اور گت کے مطابق ہاتھ پاؤں ہلانا، اچھلنا، کودنا وغیرہ

نرت کرتا = نرت کرنے والا، سری کرشن۔

نرجلا = جیٹھ کے مہینے کی گیارہ تاریخ۔ اس دن ہندو روزہ رکھتے اور پانی نہیں پیتے ہیں۔ آگرہ میں پتنگ کے میلے کو کہتے ہیں۔

نرسنگھ = وشنو کا چوتھا مظہر جس کی صورت شیر کی سی تھی۔ "ہری ونش" میں لکھا ہے کہ ست جگ میں راکشسوں کے بابا آدم "ہرنیہ کشپ" (اسے ہرناکس بھی کہتے ہیں) نے بہت ہی ریاضت کرکے برہما سے یہ صلہ مانگا کہ میں دیو، اسُر، راکشس، گندھرو، سانپ یا انسان کے ہاتھوں مارا جاؤں اور نہ میں ہتھیار، درخت یا کسی سوکھی یا گیلی چیز سے مروں اور نہ جنت وغیرہ کسی عالم میں یا دن یا رات کو میری موت واقع ہو۔ اس قسم کا صلہ پاکر وہ راکشس بے پناہ طاقت کا مالک ہوگیا۔ اور جنت وغیرہ چھین کر دیوتاؤں کو ستانے لگا۔ دیوتاؤں نے وشنو بھگوان کے دامن میں پناہ لی۔ وشنو نے ان کی تسلی کرکے ایک خوفناک شیر کی صورت اختیار کی جس کا آدھا جسم انسان کا سا اور آدھا شیر کا سا تھا۔ جب یہ شیر صورت انسان "ہرنیہ کشپ" کے پاس پہنچا تو اس کے بیٹے پرہلاد نے کہا کہ یہ صورت آسمانی ہے۔ اس میں کل کائنات نظر آتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اب راکششوں کا خاندان تباہ ہو جائے گا۔ یہ سن کر ہرنیہ کشپ نے اپنے راکششوں کو اس شیر صورت انسان کو مارنے کا حکم دیا۔ لیکن جتنے راکشس اسے مارنے گئے سب خود مارے گئے۔ آخر میں ہرنیہ کشپ خود لڑنے گیا۔ غصے میں اس کی آنکھوں سے جو شعلے نکلے ان سے سمندر کا پانی اُبل اٹھا، زمین کانپنے لگی اور سب عالموں میں فریاد و فغاں کا شور بلند ہوا۔ دیوتاؤں کی آہ و زاری سن کر نرسنگھ بھگوان ایک ہیبت ناک نعرہ لگاکر ہرنیہ کشپ پر جھپٹے اور ناخنوں سے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔

بھاگوت اور وشنو پُران میں سب قصہ تو یہی ہے صرف پرہلاد کی عبادت کا ذکر زائد ہے

بھاگوت میں لکھا ہو کہ ہرنیہ کشپ دعا سے
کر بہت طاقت ور ہو گیا اور جنت وغیرہ
عالموں کو جیت کر راج کرنے لگا۔ اس
کے ہاں لڑکوں میں پرہلاد وشنو کا بہت
بڑا پرستار تھا۔ شکراچاریہ کا لڑکا اور
راکشسوں کے سردار کے لڑکوں کو پڑھاتا
تھا۔ ایک دن ہرنیہ کشپ نے امتحان
کے لیے اپنے سب لڑکوں کو بلایا اور
کہا کچھ سناؤ۔ پرہلاد وشنو بھگوان کی
ثنا وصفت گانے لگے۔ اس پر وہ
بہت بگڑا کیوں کہ وہ وشنو کا سخت
دشمن تھا۔ لیکن اس کا اثر کچھ نہ ہوا۔
پرہلاد کی عقیدت روز افزوں ترقی
کرتی گئی۔ باپ کے ہاتھوں طرح طرح
کی اذیتیں سہ کر بھی ان کے اعتقاد میں
تزلزل پیدا نہ ہوا۔ رفتہ رفتہ پرہلاد
کے بہت سے ہم سبق ان کے ہم خیال
ہو گئے۔ اس پر ہرنیہ کشپ نے خفا
ہو کر پرہلاد سے پوچھا کہ تو کس کے
بل پر کودتا ہو؟ پرہلاد نے جواب دیا
بھگوان کے جس کے بل پر یہ ساری دنیا
چل رہی ہو۔ پھر ہرنیہ کشپ نے پوچھا
تیرا بھگوان کہاں ہو؟ پرہلاد نے کہا۔
وہ ہر وقت ہر جگہ رہتا ہو۔ یہ جواب
سن کر ہرنیہ کشپ نے دانت پیستے ہوئے
پوچھا۔ کیا وہ اس ستون میں بھی ہو؟
پرہلاد بولے۔ بے شک۔ ہرنیہ کشپ
نے تلوار اٹھالی اور بار بار ستون کی
کی طرف دیکھا۔ اتنے میں ستون سے
ایک رعد کی سی گرج سنائی دی اور
نرسنگھ نے نکل کر ہرنیہ کشپ کو مار ڈالا۔

نرملا = نرمل = صاف شفاف۔

نری = [illegible] = ایک طرح کی آتش بازی۔

نستارا = نجات۔ رہائی۔

نستارنا = نجات دلانا۔ رہائی دلانا۔

نس دن = رات دن۔

نسچے = निश्चय = تحقیق۔ یقینی
جو بات طے پا جائے۔

نکسن پاویں = نکلنے پاویں۔

نمانا = اسم صفت = سیدھا سادہ۔

نمت = निमित्त = واسطے۔ لیے۔ خاطر

نمن = مثل۔ مشابہ۔

نند = گوکل کے اہیروں کے مکھیا جن کے
ہاں سری کرشن کو ان کی پیدائش کے
وقت وسدیو جاکر رکھ آئے تھے سری
کرشن کا بچپن انھیں کے ہاں گزرا ان

کی بیوی کا نام جسودا تھا۔ کنس کے خوف
سے یہ بعد میں سری کرشن کو لے کر بندرابن
میں جا رہے تھے۔ جب کرشن نے متھرا
میں کنس کو مارا تو یہ بھی ساتھ تھے۔ اس کے
بعد جب وہ متھرا سے بندرابن نہیں لوٹے
تو انھیں بہت رنج ہوا۔ اس کے بھی
عرصہ بعد جب وہ "ہنس" اور "ڈبھک"
کو مارنے متھرا گئے تو انھوں نے انھیں
بہت روکا مگر وہ نہ مانے۔ بھاگوت میں
لکھا ہے کہ ایک دفعہ گیارہویں کا روزہ
رکھ کر رات کو جمنا میں نہانے گئے تو
"ورن" کے جاسوس پکڑ کر انھیں اپنے
آقا کی سبھا میں لے گئے۔ اُس وقت
سری کرشن نے وہاں جا کر انھیں چھوڑایا۔
اس کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ نند اگلے
جنم میں راجہ دکش تھے۔ اور جسودا اُن
کی بیوی تھیں جب یگیہ میں ستی نے شوجی
کی مذمت سُن کر جان دے دی تو دکش
کو بہت صدمہ ہوا اور وہ اپنی بیوی
کو ساتھ لے کر ریاضت کرنے چلے گئے
اُن کی ریاضت سے خوش ہو کر ستی پیدا
ہوئی اور اس نے کہا کہ "دواپر میں
پھر ایک بار تمھارے ہاں پیدا ہوں گی

مگر میں اُس وقت دیر تک تمھارے
پاس نہ رہوں گی اور تم مجھے پہچان بھی
نہ سکو گے۔ چنانچہ ستی لڑکی بن کر نند
کے ہاں جسودا کے بطن سے پیدا ہوئی۔
سری کرشن کو نند کے ہاں رکھ کر وسُدیو
اسی لڑکی کو اپنے ساتھ لے گئے تھے
جسے بعد میں کنس نے زمین پر دے پٹکا
تھا اور جو زمین پر گرتے ہی آسمان
پر چلی گئی تھی۔

نندلال = نند کے بیٹے۔ سری کرشن۔
نندمحل = وہ محل جس میں نند رہتے تھے۔
نِوانا = جھکانا۔
نوگرہ = جنم پتری کے نو ستارے۔ آفتاب
مہتاب۔ مریخ۔ عطارد۔ مشتری۔ زہرہ
زحل۔ راس و ذنب۔
نوَل = نیا۔ جوان۔ خوب صورت۔ مجازاً
سری کرشن۔
نوَل دُلارے = سری کرشن۔
نوَل کشور = سری کرشن۔
نویلا = نیا۔
نویلی = نئی
نہارت ہیں = دیکھتے ہیں۔
نہرنی = ناخن گیری۔

نیاری = جدا ۔ جداگانہ

نیر = नीर = بروزن نیر پانی

نیکے = नीके = اچھے ۔

نیمی = नियमी = نیم کے معنی قاعدے اور قانون کے ہیں اِس لحاظ سے "نیمی" کے معنی ہوں گے قاعدے قانون کا پابند وغیرہ مگر یہاں معنی ہیں وہ لوگ جو درگاہی سے عقیدت رکھتے ہیں اور اُن کا وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں ۔

نین = नयन = آنکھ ۔

نینے = नयने = آنکھیں ۔

نیہہ = नेह = محبت ۔ الفت ۔ عشق ۔

نیہہ جتن = تدبیر محبت ۔ وہ باتیں جن سے محبت بڑھے یا پیدا ہو یا جو دستورِ عشق کے مطابق ہیں ۔

واتیں = اُس سے

واکی = اُس کی

وامورت کی = اُس مورت کی ۔

وِچ (پنجابی) = بیچ ۔ درمیان وسط ۔

ہِت = हित = محبت ۔ پیار ۔ بھلائی ۔

ہِت بھرے = سرشار محبت ۔ مملو از محبت

ہِتکار = دوست ۔ بھلائی چاہنے والا یا کرنے والا ۔

ہٹّا = جمع ہٹّے ، دُکان ۔

ہٹنا = قصد کرنا ۔ ہٹ کرنا ۔

ہَر = हरि = وشنو کے اوتار، کرشن ۔

ہُڑا = تتر بتر ہو جانا ۔ منتشر

ہرس = سنسکرت ہرش = हर्ष = خوشی

ہرسمرن = کرشن کی یاد ۔ کرشن سے لَو لگانا ۔

ہرسن = हर्षन = خوشیوں ۔

ہرسی = ہرشی ۔ خوش ہونے والا مجازاً مجذوب ۔

ہرکرپا = سری کرشن کی عنایت ۔

ہرنا = لے بھاگنا ۔ چھوڑانا ۔ دور کرنا ۔

ہرنام بھجن = ہر کے نام کا وظیفہ ۔

ہریالا = سبز ۔ ہرا ۔ وہ جگہ جہاں سبزہ لہلہا رہا ہو ۔ ایک چڑیا کا نام ۔

ہری بنس = ہری کے خاندان کا ۔

ہری ناتھ = ہنومان ۔ مجازاً سری کرشن

ہڑوا = ہڑ ہا ۔ جس کے جسم میں ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی ہوں ۔ کم زور ۔ دبلا پتلا ۔

ہک نہ دھک = بے نشان و گمان ۔

ہلاوشٹھ = لہریں (غالباً ہلانا سے حاصل مصدر)

ہلدھر جو = ہلدھر جی ۔ کرشن جی کے بڑے بھائی بلرام جی ۔

ہماچل = ہمالیا پہاڑ ۔

ہم شہ پر = برابر باندو رکھنے والا یا اڑنے والا | ہوں = | ہیچ = میں ا مجھ۔

اِس فرہنگ میں ان چار نظموں کے لفظ نہیں ملیں

(۱) آگرے کی تیراکی (۲) کنکوے اور پتنگ کی تعریف (۳) کبوتر بازی (۴) ذکرِ مرغاں یا چڑیوں کی تسبیح۔

ان میں بکثرت ایسے لفظ آئے ہیں جن کے تلفظ و معنی کی تحقیق پروفیسر شہباز سا ان تھک کوشش کرنے والا بھی نہ کر سکا۔ لغات اور اُس زمانے کے وہ لوگ بھی جو زندہ دل ہندوستان کی باقیات صالحات تھے ان کے تلفظ اور معنی نہ بتا سکے۔ تقریب قریب پچاس سال ہوئے کہ مرحوم کا مرتبہ کلیات نظیر شائع ہوا تھا جب اس وقت یہ کیفیت تھی تو آج اُن گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کرنا جو وہ نہ سلجھا سکے سعی بے حاصل نہیں تو کیا ہے۔ بہتر یہی نظر آتا ہے کہ ان نظموں کے الفاظ و معانی کے بارے میں جو کچھ اُنھوں نے کلیات کے حواشی اور "زندگانی بے نظیر" میں لکھا ہے اُسے مختصراً نقل کر دیا جائے۔

(۱) آگرے کی تیراکی۔ اس نظم میں دوم سوم چہارم تین بندوں میں ساری دقتیں بند ہیں۔ دوسرے اور تیسرے بند میں تو آگرے کے محلے اور مقامات مشہورہ وغیر مشہورہ ہیں۔ اور چوتھے میں دریا کی مختلف کیفیتوں اور پانی کی مختلف ہیاتوں کے نام۔ مقامات کی تحقیق ہو جا سکتی ہے میری تحقیق میں وہ مقامات یہ ہیں۔

جھرنا۔ سجایا سبھا کا نالا۔ جھری۔ برج خونی۔ دارا کا چوترا۔ مہتاب باغ۔ سید تیلی۔ قلعہ روضہ۔ حکیم کا باغ۔ شیوداس کا چمن۔

پانی کی مختلف ہیاتوں کی تحقیق ذرا مشکل ہے۔ جن ہیاتوں کا چوتھے بند میں ذکر ہے ان کی تحقیق بعض فرہنگ نگار اور آگرے کے ایک کہن مشق نکتہ پرداز سے کی گئی مگر پھر بھی بطور کامل نہ ہو سکی۔ ہر چند موخر الذکر فاضل نے آگرے کے پرانے پرانے پیراکوں سے مدد لی۔ پہلا سی

لفظ کھری سمجھ میں نہ آیا۔ بعض نسخوں میں اسے کھڑی بالراؤ المثقلہ لکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ کھری
ہو یعنی وہ ہیأت پانی کی جس میں سطح آب پر چھوٹے چھوٹے سُم کے سے نشان نظر آتے ہیں۔ اس
کے بعد پھر اخیر کے چند لفظوں میں وقت ہو۔ کسی بچھاڑ کو کوئی صاحب ایک لفظ قیاس کر کے
کستی بچھاڑ فرماتے ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کستی الگ ہو اور بچھاڑ الگ۔ کرا کو بعض حضرات
کرا پڑھتے ہیں بعض گرا۔ بیچ میں جن ہیأتوں کا ذکر ہو گو اُن کی لفظی تحقیق ہو گئی ہو مگر معنی میں
اُن کے بھی اختلاف ہو۔ میری تحقیق ناقص کے مطابق تحقیق الفاظ یوں ہے۔

کھری۔ چادر۔ بند۔ ناند۔ چکوا۔ بینڈا (یا بینڈھا) بھنور۔ اُچھالن چکر

ہمیٹ مالا۔ نیڈا گھیر تختہ۔ کستی۔ بچھاڑ۔ کرا (یا گرا)

معنی کی تحقیق ناظرین[۵] خود فرمالیں کلیات نظیر حصۂ دوم۔ دلبستان نظیر مرتبہ پُروفیسر شہباز

ص ۶۲ حاشیہ)

آگرے میں ہر سال برسات کے دنوں میں تیراکی کا تماشا ہوا کرتا تھا جس طرح بنارس میں
بڑھوا منگل ہوتا ہے۔ .... جھرنے سے لے کر سبجا (یا سبّجا) کے نالے تک اور
چھتری سے لے کر برج خونی اور دارا کے چوترے تک پھر مہتاب باغ۔ سید تیلی قلعہ۔ روضہ حکیم
کا باغ۔ شیو داس کا چمن۔ سب جگہ لوگوں کا انبوہ اور تماشائیوں کا غل شور ہوتا تھا۔ (زندگانی
بے نظیر ص ۹۴ و ۹۳)

بھادوں میں تیراکی ہوتی ہے۔ ناؤں پر ناچ ہوتا جاتا ہے۔ دو روز تیراکی کا میلا رہتا ہے
(ایضاً ص ۹۴ حاشیہ)

(۱) بادشاہی وقت میں سبّجا یا سبجا کوئی امیر عورت تھی۔ اُسی نے یہ محلّہ بسایا۔ نالا اُسی کے

[۵] شہباز مرحوم نے معنی کی تحقیق کا بار ناظرین پر ڈال دیا ہے لیکن ہم اس تالیف کے ناظرین سے یہ درخواست نہیں
کر سکتے۔ ہم نے چند لفظ:- اچھال۔ بند۔ بھنور۔ بچھاڑ۔ تختہ کے معنی دریافت کرنے کے لیے نور اللغات۔ لغات مولفہ
ڈاکٹر فاربز اور ڈاکٹر فیلن۔ اور شبد ساگر (ہندی کا ایک مبسوط لغت) کی طرف رجوع کیا مگر ہماری سعی مشکور نہ ہوئی۔ ان میں
سے کوئی بھی نہیں بتاتا کہ یہ تیراکی کی اصطلاحیں ہیں اور تیرتے وقت تیراک کی کیا ہیأت ہوتی ہے یا سطح آب کا نقشہ ہوتا
ہے۔ اس لیے ہم صرف اتنا ہی عرض کریں گے کہ سمجھ لیجیے کہ یہ لفظ تیراک کی مختلف ہیأتوں پر دلالت کرتے ہیں۔

نام سے مشہور ہے (۲) برج خونی پر ایک توپ رہتی تھی جو آدمی کا بل لیتی تھی تب چلتی تھی جمنا کے
کنارے ہو۔ (۳) روضہ دریا کنارے ہو۔ مگر اب دریا ہٹ گیا ہو اور سڑک بن گئی ہو۔

(۴) اس مقام پر ایک امر قابل ذکر یہ ہو کہ وہ بند جس میں نظیر نے یہ اصطلاحیں درج کی ہیں اکثر
بہ نظر تحقیق پیش کیا گیا مگر کسی نے تحقیق شافی نہ فرمائی۔ بعضوں نے کہا اس وقت نوٹ کے
کاغذ حاضر نہیں لیکن مجمل یہ ہو کہ یہ موجوں اور گرداوں اور اسی قسم کی سطح دریا کی اور مختلف کیفیتوں
کے نام ہیں۔ بعضوں نے دعویٰ کیا کہ میں سب بتا سکتا ہوں مگر فرداً فرداً جب ہر ایک کی ماہیت
دریافت کی جانے لگی تو بغلیں جھانکنے لگے۔ آخر آگرے کے تیراکوں سے پوچھا گیا لیکن بعض الفاظ
سے وہ بھی نا آشنا نظر آئے۔ غرض اس تجسس و تلاش سے یہ اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ نظیر
کی زبان دانی ایک دریا ہو ناپیدا کنار۔ جس کی نہ تھاہ ہو نہ اور چھور۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم۔ (زندگانی بے نظیر ص ۴۲ حاشیہ)

(۲) **کنکوے اور پتنگ کی تعریف۔** نظیر ذیل کی ۲۴ قسموں کا خاص ذکر فرماتے ہیں
اور ہر ایک کی شاعرانہ مدحت کرتے ہیں۔

بگلا۔ بمنا۔ پہاڑیا۔ پیندی پان۔ تکل۔ جھجھاؤ۔ چاند تارا۔ چپ۔ چچکا۔
چوگھڑا۔ خربوزیا۔ دوباز۔ دوپنا۔ دودھاریا۔ دوکونیا۔ ڈھیر۔ کج کلاہ۔ کڑی
کل سرا۔ گھایل۔ گلہریا۔ لل پرا۔ لنگوٹیا۔ مانگ دار۔ (زندگانی بے نظیر ص ۳۰)

(۳) **کبوتر بازی۔** اس نظم میں کبوتر کے اقسام کی بڑی دقت تھی۔ اور کل اقسام کی تو
تحقیق ہو گئی مگر بند چہارم کا اکرا، بند ششم کا مکھرا، اور بند ہفتم کا ہستر اٹھیک نہ معلوم ہوا۔
ناظرین تحقیق کریں۔ اقسام تحقیق شدہ کے معنی بہ خوف طول نہیں لکھے گئے۔ فقط تصحیح لغت کر دی
گئی ہو اور عام مقصد کے لیے اتنا ہی کافی ہو (کلیات نظیر حصہ دوم۔ دبستان نظیر ص ۸۵ حاشیہ)

صرف آٹھ بندوں کی تو ایک نظم لکھی ہو مگر اسی مختصر میں اتنے کبوتروں کے نام بھر دیے ہیں
کہ خاصہ کبوتر خانہ معلوم ہوتا ہو۔ ان ناموں میں سے اکثر کی تحقیق ہوئی لیکن بعض ایسے ہیں کہ بڑے
بڑے نامی کبوتر باز بھی اس کی حقیقت نہ بتا سکے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ نظیر کی کبوتر بازی کی معلومات
کس قدر زائد تھی۔

اکر - اکری - اودا - ببرا - بھرتی - بھورا - پان لعل - پلکا - تانبرا - تمبولیا -

توسنی - تھیتڑ - تبرہ - ٹپیت - جوگیا - چپ - چندن - چویا - چیتا -

خال - نزرچہ - نزرده - سبزہ - سرمئی - سیابیا - شست رو - شیرازی -

طاؤسی عنبری - کابرہ - کابلی - کاسنی - کل پوٹیا کھیرا - گرہ باز - گل آنکھ - گلی - گولا گھاگھر -

لقا - لل آنکھ - لوٹن - مسی - نکھرا - نگسی - بکھی - نساور - نفتا - نیلا - ہسترا -

کم وبیش پچاس قسم کے کبوتر اس میں مذکور ہیں - اس پچاس میں - اکر - نکھرا - ہسترا - ان تین

قسموں کا حال معلوم نہ ہوا - کہ کیا بلا ہیں (زندگانی بے نظیر ص ۳۰)

(۴) ذکر مرغان یا چڑیوں کی تسبیح

حواصل = ایک سفید آبی پرند کا نام جس کا پوٹا بڑا اور آگے نکلا ہوتا ہے +

دادُر = مینڈک - گیتوں میں مور کے ساتھ اس کا ذکر اکثر آیا ہے - اس لیے دونوں میں ایک قسم کا مضبوط اور دلچسپ رشتہ پیدا ہو گیا ہے - جس کو محض خیالِ شستگی و صفائیِ زبان توڑ نہیں سکتا +

کونج = فرہنگ آصفیہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ سارس قاز کی جنس سے ہے - بعض اہل دہلی سے تحقیق ہوا کہ قاز کی یہ بگڑی ہوئی شکل ہے -

کوہی = جو لفظ جام میں کوئی ہو گیا ہے -

مار چوئی = چوئی مار یا چوہی مار ہے - جس کو فارسی میں موشک خوار کہتے ہیں - (کلیات نظیر - حصہ دوم - دبستان نظیر ص ۳۰ - ۲۲۹ حاشیہ)

طلسم وصال

१. देह सुमन तें ऊजरी, मुख तें चंद लजाय ।
भौंहें धनकें तान के, पलकन बान चलाय ॥

(۱) جسم پھول سے زیادہ شفّاف ہی چاند روئے زیبا سے شرمندہ ہی کمانِ ابرو کھینچ کر تیرِ مژگاں چلاتا ہی۔

२. भेंट भई जा तें कही, नयनन अंसुवा लाय ।
है कुछ ऐसा मीत जो, पीतम मंदिर बताय ॥

(۲) جس سے ملاقات ہوئی میں نے بہ آہ وزاری کہا کہ "ہی کوئی ایسا دوست جو مجھے منزلِ گہِ یار کا پتا دے"۔

३. अलकन फंदे उर परे, मन फंस दोनो रोय ।
दृगन जादू डारि के, सुध बुध दोनो खोय ॥

(۳) زلف گیر طوق گردن ہی دل اپنے گرفتاری پر رو رہا ہی۔ چشمِ فتاں سے سحر کر کے مجھے بیگانۂ ہوش وحواس کر دیا۔

४. नेह गरे का हार है, हौं तोरे बलिहार ।
मारत है मो बिरह दुख, लै चल वा के द्वार ॥

(۴) محبت طوقِ گردن ہی۔ غمِ ہجر مارے ڈالتا ہی۔ اے ہم دم میں تجھ پر قربان! مجھے اس کے دروازے پر لے چل۔

५. पलक कटारी मारि के, हृदय रक्त बहाय।
केहि की आ सामर्थ जो, वाके द्वारे जाय॥

(۵) پلکوں کی کٹاری مار کر دل کا خون کرتا ہے کس میں ہمّت ہے کہ اس کے در تک جائے۔

६. नेह नगर को रीति है, तन मन दीनो खोय।
पीत डगर जब पग रखा, होनी होय सो होय॥

(۶) جسم و جان سے ہاتھ دھو لینا اقلیم محبّت کی رسم ہے۔ اب تو جادۂ محبّت میں قدم رکھ دیا۔ ہرچہ بادا باد۔

७. पीतम या मन मोहि के, कीन्हो मान गुमान।
बिन देखे वा रूप के, मेरो कलपत प्रान॥

(۷) محبوب میرے دل کو موہ کر مغرور ہو گیا۔ اُس حُسن عالم افروز کے نظّارے سے محرومی کے باعث جان بے قرار ہے۔

८. मन मोरो बस कर लियो, काहे कीनी ओट।
ऐसी मो तें मन हरण, कहा बन आई खोट॥

(۸) دل پر قبضہ کرنے کے بعد یہ پردہ کیا معنی؟ اے دل رُبا مجھ سے ایسی کون سی خطا ہوئی ہے۔

९. मन मेरो या बात तें, निपट भयो परसंद।
निकसा दुख मन बीच तें, आन भरो आनंद॥

(۹) میرا دل اس بات سے بے اندازہ خوش ہوا۔ درد دل سے دور ہوا اور مسرّت نے اُس کی جگہ لی۔

سوز فراق

१. हूक करूँ तो जग हँसे, अरु चुपके लागे घाव ।
एस कठिन सनेह का, कौन विधि करूँ उपाव ॥

(۱) آہ کرتی ہوں تو دنیا ہنستی ہے چپ رہتی ہوں تو جگر میں ناسور پڑتے ہیں۔ اس سخت محبت کی بتائیے کیا تدبیر ہے؟

२. जो मैं ऐसा जानती पीत किये दुख होय ।
नगर ढिंढोरा फेरती, पीत न कीजो कोय ॥

(۲) اگر مجھے معلوم ہوتا کہ محبت باعث کلفت ہے تو شہر میں ڈگی پٹوا دیتی کہ خدارا کوئی کسی سے محبت نہ کرے۔

३. आह दई कैसी भई, अनचाहत के संग ।
दीपक के भावे नहीं जल जल मरे पतंग ॥

(۳) خدایا! کیا ستم ہے کہ بے وفا سے پالا پڑا ہے۔ پروانے برابر جان نثار کر رہے ہیں اور شمع اس کو خیال میں بھی نہیں لاتی۔

४. बिरह आग तन में लगी, जरन लगे सब गात ।
नारी छूवत बैद के, परे फफोला हाथ ॥

(۴) تن میں آتش فراق لگی ہے سارا جسم پھکا جاتا ہے۔ حکیم نبض پر ہاتھ رکھتا ہے تو انگلیوں میں آبلے پڑ جاتے ہیں۔

५. हृदय अन्दर दौं लगी, धुआँ न परघट हाय ।
जा तन लागी सो लखै, या जिन लाई सोय ॥

(۵) دل میں آگ لگی ہے اور دھواں تک نہیں دکھائی دیتا۔ اسے تو وہی دیکھتا ہے جس کے

لگی ہو یا وہ جس نے لگائی ہو۔

६. ना मेरे पंख न पांव बल, मैं अपंख पिया दूर।
उड़न सकूं गिर गिर पड़ूं, रहूं बिसूर बिसूर।

(۶) میرے پر نہیں پانوؤں میں قوت نہیں۔ اور محبوب دور ہو۔ اڑ نہیں سکتی گر گر پڑتی ہوں۔ بسور بسور کر رہ جاتی ہوں۔

७. दिल चाहे दिलदार को, तन चाहे आराम।
दुबधा में दोऊ गए, माया मिली न राम॥

(۷) دل دلدار کو چاہتا ہو اور جسم آرام کو۔ دونوں کش مکش میں گرفتار ہیں۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

خمسہ ہفت زبان

तुसाडे मिलने नूं दिल है बेकल, एहि ओ गल्लां नित आखदा है।
सदा ले मैनूं तू अपने घर विच, नहीं तो इत्थे असाडे नाल आं॥

(پنجابی) تمھارے ملنے کو دل بے چین ہو۔ یہی باتیں وہ ہمیشہ کہتا ہو۔ بُلالے اے شخص مجھ کو اپنے گھر میں۔ نہیں تو یہاں میرے پاس آ۔

तिहारी आसा लगी है निस दिन, तिहारे दरसन को तरसैं नैनां।
दुलारे सुंदर अनूप आभरन, हठीले मोहन, अनोखे लाला॥

(برج بھاشا) تیری اُمید رات دن لگی ہوئی ہو تیرے دیدار کو آنکھیں ترس رہی ہیں۔ اے پیارے حسین، خوش پوشاک، ہٹیلے موہن عجیب وغریب محبوب۔

अपाने मन को जो लीनो थे सी, अबार काई लगाई इतनी।
फिर एथें आकर खबर लो म्हां की, पलक कटारा जो थां ने वाला।।

(مارواڑی) میرے دل کو اگر چھیننا تم نے تھا تو اتنی دیر کیوں لگائی۔ اب یہاں آکر خبر لو
ک کی کٹاری جب کہ تم نے گھسیڑ دی۔

अगन बरत है हिया में मोरे, बिरह में तोरे ऐ मन मोहनवां।
तोरे जो नैनां ने मोहा मोहे को न चैनो तनिको भया दुखाला।।

(پوربی) آگ جل رہی ہے دل میں میرے، جدائی میں تیری اے من موہن۔ تیری جو آنکھوں
موہ لیا مجھ کو، ذرا بھی قرار نہیں، ایک مصیبت ہو گئی ہے۔

پرنٹر:- کے۔ بی۔ اگروالا، شانتی پریس الہ آباد

پبلشر:- ہندستانی اکیڈیمی اتر پردیش الہ آباد